عمر فاروق@دارالا

خطبات حکیم الامت

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
کی مؤثر اور انقلاب آفریں تقریروں کا اہم مجموعہ

علم و عمل

قرآن کے الفاظ
تعلیم کو عام کرنا
علم کی زیادتی
علم اور خشیت الٰہی
تقریر کا طریقہ
علم و عمل کی فضیلت
سب سے بڑا عمل
آخری عمل

زمزم بک ڈپو دیوبند

عمر فاروق@ون اردو

خطبات حکیم الامت جلد ۱۲

علم و عمل

حکیم الامت مجدد الملت
حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

عنوانات
منشی عبدالرحمٰن خان رحمہ اللہ

تسہیل عنوانات : حضرت مولانا محمد عظیم صاحب فیض آبادی مدظلہ العالی

ناشر
زمزم بک ڈپو دیوبند

عمر فاروق@ون اردو

ترتیبِ وعظ

			صفحہ نمبر
۱۔ الفاظ القرآن	الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ	سورۃ الحجر	۹
قرآن کے الفاظ	طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ	سورۃ النمل	۹۷
۲۔ تعلیم التعلیم	وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ		۷۹
تعلیم کو عام کرنا	مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ	سورۃ البقرۃ: آیت ۱۰۱	۲۱۴
۳۔ کثرۃ العلوم	الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ		۱۷۷
علم کی زیادتی	بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ	سورۃ البقرۃ	
۴۔ العلم والخشیۃ	اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا	سورۃ فاطر: آیت ۲۷	۲۱۴
علم اور خشیت خداوندی			
۵۔ تعلیم البیان	اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ	سورۃ الرحمٰن: آیت ۱	۲۵۷
تقریر کا طریقہ			
۶۔ افضل العلم والعمل	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ	سورۃ المجادلہ: آیت ۱۱	۲۷۵
علم وعمل کی فضیلت			
۷۔ اکبر الاعمال	وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ	سورۃ العنکبوت: آیت ۴۵	۳۰۹
سب سے بڑا عمل			
۸۔ آخر الاعمال	وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ	سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۷	۳۳۶
آخری عمل			

عصر فاروق@ون اردو

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحات
	گذارش	
	الفاظ قرآن	۹
۱	تلاوت فرض کفایہ ہے	۱۱
۲	حروف مقطعات	۱۲
۳	مسلمانوں کی قسمیں	۱۳
۴	ترقی اور تعلیم جدید	۱۳
۵	اسرار احکام الٰہی	۱۵
۶	صحبت علماء کی ضرورت	۱۵
۷	حصول تعلیم جدید کا طریق	۱۷
۸	دینی اور دنیوی منافع کا تفاوت	۱۸
۹	غرض پرستی و نفس پرستی	۱۹
۱۰	قرآن خوانی سے گریز کا حیلہ	۲۱
۱۱	معانی کا محل	۲۲
۱۲	لفظ کے معنی	۲۳
۱۳	الفاظ قرآن کی حفاظت	۲۴
۱۴	انوار نفس مٹ سکتے	۲۵
۱۵	مرضی حق کی رعایت	۲۸
۱۶	خدا تعالیٰ سے بے تعلقی	۳۰
۱۷	حضور کا حافظہ و قوت	۳۲
۱۸	حفاظت الفاظ کا اہتمام	۳۳
۱۹	خلافت کا تقاضا	۳۶
۲۰	خطرے کا الارم	۳۶
۲۱	حفظ کی حقیقت	
۲۲	علم و کمال پر ناز	
۲۳	آخرت کے سکے	۴۰
۲۴	عقلی اور طبعی محبت	۴۱
۲۵	حق تعالیٰ سے ہم کلامی	۴۳
۲۶	الفاظ سے عشق	۴۵
۲۷	توجہ علی الالفاظ کی ضرورت	۴۶
۲۸	لذت الفاظ و معانی	۴۶
۲۹	الفاظ کی اہمیت	۴۷
۳۰	باسٹھ قرآن کا اردو ترجمہ	۴۹
۳۱	اردو میں نماز	۴۹
۳۲	صحت قرأت کا اہتمام	۵۰
۳۳	دینی و دنیوی ناکامی کا اثر	۵۱
۳۳	تفویض و طلب کی ضرورت	۵۲
۳۵	راحت طلبی کا نتیجہ	۵۵
۳۶	اہل اللہ کی راحت کا راز	۵۶
۳۷	عزت حکام و اہل اللہ کا فرق	۵۷
۳۸	تعظیم اولیاء کی صورت	۵۸

۳۹	اخلاص کی قدر و قیمت	۵۹	۷	عجب و کبر	۹۳		
۴۰	زیارت قبور کی غرض	۶۰	۸	عقلی علت	۹۴		
۴۱	سماع کی شرائط	۶۱	۹	حکمت احکام	۹۶		
۴۲	پختہ قبروں کی ممانعت	۶۲	۱۰	نسبت مع اللہ	۹۹		
۴۳	فیوض قبور کی نوعیت	۶۳	۱۱	حرمت کا معیار	۱۰۰		
۴۴	طاعت کی برکت	۶۴	۱۲	بے خضوع نماز	۱۰۲		
۴۵	نوتعلیم یافتہ طبقہ کی کوتاہی	۶۵	۱۳	لیڈر کی نماز	۱۰۳		
۴۶	جاہل درویشوں کی غلطی	۶۶	۱۴	مولوی کی تعریف	۱۰۴		
۴۷	حقیقت قضاء و قدر	۶۷	۱۵	بسم اللہ پڑھنا	۱۰۵		
۴۸	جماعت علماء کی غلطی	۶۹	۱۶	نفع کی چیز	۱۰۶		
۴۹	علماء کو انتباہ	۷۱	۱۷	سفلی و علوی عمل	۱۰۷		
۵۰	قابل عمل مثال	۷۲	۱۸	علوی عمل کی حدود	۱۱۱		
۵۱	دین و دنیا کی راحت کا راز	۷۳	۱۹	سحر کی تاثیر	۱۱۳		
۵۲	اصلاح عوام کی صورت	۷۳	۲۰	کشف کے خطرات	۱۱۵		
۵۳	چند علمی نکتے	۷۵	۲۱	تعلیم نسواں کی صورت	۱۱۶		
۵۴	نکات متعلق حروف مقطعات	۷۶	۲۲	نجاسب پرستی	۱۱۸		
	۶ تعمیم التعلیم	۷۹	۲۳	خلوق الدین	۱۱۹		
۱	تمہید	۸۰	۲۴	عوام کا اعتقاد	۱۲۱		
۲	علم	۸۱	۲۵	واعظین کا مذاق	۱۲۲		
۳	نیت کا اثر	۸۲	۲۶	بارات و ہارات	۱۲۳		
۴	مقام عشاق	۸۴	۲۷	سحر و معجزہ میں فرق			
۵	ملت اور شریعت	۸۷	۲۸	مجذوب و سالک کا فرق	۱۲۷		
۶	اصول شریعت	۸۹	۲۹	کاملین کے کمالات	۱۲۹		

۳۰	سحر کے اثرات	۱۳۲	
۳۱	علم محمود	۱۳۳	
۳۲	مناظرے کی خرابیاں	۱۳۵	
۳۳	مفرد نافع علوم	۱۴۰	
۳۴	علماء کی غلطی	۱۴۳	
۳۵	عوام کی غلطی	۱۴۴	
۳۶	علماء کی کوتاہی	۱۴۷	
۳۷	علم کی کیمیا	۱۵۵	
۳۸	علم کی فضیلت	۱۵۶	
۳۹	صحبت کا اثر	۱۵۸	
۴۰	امراء کی کوتاہی	۱۵۹	
۴۱	علم کی قدر	۱۶۰	
۴۲	انتخاب طلباء	۱۶۳	
۴۳	علم دین کی برکت	۱۶۴	
۴۴	رفع اشکالات	۱۶۶	
۴۵	مفید علم	۱۷۲	
۴۶	کام کی باتیں	۱۷۵	
	۳۔ کوثر العلوم	۱۷۷	
۱	ضروریات کا علم	۱۷۸	
۲	زیادت فی العلم	۱۸۰	
۳	حرص کے اقسام	۱۸۱	
۴	لذات کا فرق	۱۸۲	
۵	خشوع کی حقیقت	۱۸۳	
۶	خاصیت و عالمیت	۱۸۴	
۷	خشیت کی حد	۱۸۷	
۸	لذت و محویت	۱۸۹	
۹	فرق اجرت و انفاق	۱۹۲	
۱۰	حقیقت علم	۱۹۳	
۱۱	فہم قرآن	۱۹۷	
۱۲	امور ذوقیہ	۲۰۰	
۱۳	دینی علوم	۲۰۲	
۱۴	حقیقت تقویٰ	۲۰۳	
۱۵	تقویٰ کی مثال	۲۰۵	
۱۶	طلباء کی کوتاہیاں	۲۰۶	
۱۷	علماء کا ادب	۲۰۸	
۱۸	انوار و اسرار	۲۰۹	
۱۹	توضیحات	۲۱۲	
	۴۔ العلم والخشیت	۲۱۴	
۱	ضرورت بیان	۲۱۵	
۲	طریق اصلاح	۲۱۷	
۳	تعلق علم و خشیت	۲۱۸	
۴	مسئلہ داخل علم	۲۱۹	
۵	فرق آمد و آورد	۲۲۲	
۶	کلام کا اثر	۲۲۳	
۷	مطالعہ میں احتیاط	۲۲۴	
۸	تقسیم سونے مبارک	۲۲۵	

عمر فاروق@ون اردو

۹	قبر پرستی	۲۲۶	
۱۰	تصور شیخ	۲۲۹	
۱۱	خشیت کا اثر	۲۳۲	
۱۲	خشیت کی علامت	۲۳۵	
۱۳	علم اور عشق	۲۳۷	
۱۴	علم مطلوب	۲۳۸	
۱۵	فخر و فضیلت	۲۳۹	
۱۶	خشیت مطلوبہ	۲۴۱	
۱۷	عوام کی تعلیم	۲۴۲	
۱۸	دولت علم	۲۴۴	
۱۹	تبلیغ کی صورت	۲۴۵	
۲۰	چندہ اور علماء	۲۴۷	
۲۱	تبلیغ کا قاعدہ	۲۴۸	
۲۲	ایک علمی اشکال	۲۵۱	
۲۳	علم کی قسمیں	۲۵۴	
۲۴	خشیت کی ضرورت	۲۵۵	
	۵۔ تعلیم البیان	۲۵۷	
۱	تمہید و ضرورت	۲۵۸	
۲	رحمت عظیمہ	۲۵۹	
۳	حسن بیان	۲۶۱	
۴	اثر بیان	۲۶۲	
۵	طرز بیان	۲۶۲	
۶	خصوصیات زبان	۲۶۳	
۷	آمیزش و تشابہ	۲۶۴	
۸	عجائبات قدرت	۲۶۷	
۹	قوت حافظہ	۲۶۸	
۱۰	قوت بیانیہ	۲۶۹	
۱۱	طریق بیان	۲۶۹	
۱۲	نیا خبط	۲۷۲	
	۶۔ فضل العلم والعمل	۲۷۵	
۱	ایک خاص حکم	۲۷۶	
۲	علت و حکمت	۲۷۷	
۳	حصول نفع کی صورت	۲۷۹	
۴	تعلیم جدید کی خرابیاں	۲۸۲	
۵	ترقی مال و جاہ	۲۸۳	
۶	عزت و ذلت کی علت	۲۸۴	
۷	راحت و طاعت کا تعلق	۲۸۵	
۸	عزت و اطاعت کا تعلق	۲۸۶	
۹	موازنہ دنیا و آخرت	۲۸۷	
۱۰	حالت دنیا کی مثال	۲۸۹	
۱۱	صورت و حقیقت کا فرق	۲۹۱	
۱۲	محبت کی خاصیت اور تقاضا	۲۹۲	
۱۳	اصلاح اخلاق و معاشرت	۲۹۵	
۱۴	طریق اصلاح	۲۹۵	
۱۵	آداب تعظیم و تکریم	۲۹۶	
۱۶	آداب راحت رسانی	۲۹۷	

عمر فاروق@ون اردو

۱۷	ایک علمی نکتہ	۳۰۰	
۱۸	اصلاح معاشرت کے ثمرات	۳۰۱	
۱۹	قبول اعمال کی شرط	۳۰۳	
۲۰	سالک ومجذوب کا طریق	۳۰۳	
۲۱	مراتب اہل علم وایمان	۳۰۴	
۲۲	عاصی ومومن سے سلوک	۳۰۵	
۲۳	کبر وعجب	۳۰۶	
۲۴	قبول اعمال کا معیار	۳۰۶	
۲۵	ایک سہل مراقبہ	۳۰۷	
۲۶	شرط اعمال	۳۰۸	
۲۷	شیخ کامل کی شناخت	۳۰۸	
	۷۔ اکبر الاعمال	۳۰۹	
۱	ضرورت بیان	۳۱۰	
۲	شعائر دین اور ان کی حقیقت	۳۱۱	
۳	ذکر اللہ کے معنی	۳۱۲	
۴	توسل کی حقیقت	۳۱۴	
۵	اللہ کے ساتھ بے ادبی	۳۱۵	
۶	ادب کی تعلیم	۳۱۹	
۷	صورت اور حقیقت کا فرق	۳۲۱	
۸	ذکر اللہ کے درجات	۳۲۴	
۹	فرمائش میں احتیاط	۳۲۶	
۱۰	ترقی دین دو یا	۳۲۷	
۱۱	نفس کی پہچان کا معیار	۳۲۸	
۱۲	ذکر ٹرک تعلق کا نام نہیں	۳۲۸	
۱۳	صورت ذکر	۳۳۰	
۱۴	مراتب ذکر	۳۳۱	
۱۵	ذکر لسانی کے درجات	۳۳۴	
۱۶	حقیقت ذکر	۳۳۷	
۱۷	روح اعمال	۳۳۸	
۱۸	ذکر کی کوئی حد نہیں	۳۳۹	
۱۹	توضیحات	۳۴۱	
۲۰	تشریحات	۳۴۳	
	۸۔ آخر الاعمال	۳۴۶	
۱	تمہید	۳۴۷	
۲	توبہ کی اہمیت	۳۴۸	
۳	توبہ کی ضرورت	۳۴۸	
۴	ایمان وعمل کا تعلق	۳۴۹	
۵	فکر دین کا فقدان	۳۵۰	
۶	فکر دین کی صورت	۳۵۱	
۷	دھن اور دھیان کی ضرورت	۳۵۳	
۸	نوع کی تکلیف کا راز	۳۵۴	
۹	خدمت خلق کی اہمیت	۳۵۵	
۱۰	شوق کا اثر	۳۵۵	
۱۱	دیندار کی تعریف	۳۵۷	
۱۲	دینداروں کی کوتاہیاں	۳۵۸	
۱۳	وقار اور وضع کا خیال	۳۵۹	

عمر فاروق@ون اردو

۱۴	دین میں قناعت کیوں؟	۳۶۰	۲۹	آج کل کا تصوف	۳۷۸
۱۵	تکمیل دین کی صورت	۳۶۱	۳۰	عشق کی ماہیت	۳۸۰
۱۶	ایک اہم غلطی	۳۶۲	۳۱	تصوف اور شریعت	۳۸۱
۱۷	مجاہدہ کا لطف	۳۶۳	۳۲	مقام کی حقیقت	۳۸۲
۱۸	دین کی برکات	۳۶۴	۳۳	سلوک کے معنی	۳۸۲
۱۹	عاشق کی طلب	۳۶۵	۳۴	رضا کے معنی	۳۸۳
۲۰	واصل الی اللہ	۳۶۶	۳۵	رضا کا مقام	۳۸۶
۲۱	قرب الٰہی کی حد	۳۶۸	۳۶	جوش اور ہوش	۳۸۷
۲۲	سیر الی اللہ و سیر فی اللہ	۳۶۹	۳۷	جنت سے بڑی نعمت	۳۸۹
۲۳	دوستی کی شرط	۳۷۰	۳۸	ادب مجالست کا جرم	۳۹۰
۲۴	خدا سے بخل	۳۷۳	۳۹	فنا کے معنی	۳۹۲
۲۵	عاشق کا مذہب	۳۷۵	۴۰	بسط اور قبض کے معنی	۳۹۳
۲۶	جنت کا سودا	۳۷۵	۴۱	مقام عبدیت	۳۹۶
۲۷	تصوف کی صورت	۳۷۷	۴۲	مقام محبوبیت	۳۹۷
۲۸	تصوف کی کنجی	۳۷۸	۴۳	مقصود بیان	۳۹۸

قارئین سے التجاء

آج کل جدید کمپیوٹر کتابت کا دور ہے جس میں باوجود بار بار تصحیح کے اغلاط رہ جاتی ہیں اس لئے گزارش ہے کہ اغلاط معلوم ہونے پر اطلاع کر دی جائے تو احسان عظیم ہوگا۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔

شکریہ ادارہ

عمر فاروق@ون اردو

الفاظ قرآن

قرآن کے الفاظ

ضرورت تعلیم قرآن کے متعلق خطبہ جامع مسجد کیرانہ ضلع مظفر نگر میں بوقت صبح بروز اتوار ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ منبر پر بیٹھ کر ۱۵۰۰ کے مجمع میں ارشاد فرمایا جو سوا پانچ گھنٹوں میں ختم ہوا۔ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نے اسے قلمبند فرمایا۔

اس وقت میں ایک خوفناک منظر دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کی تحریریں تو کفر آمیز شائع ہوتی ہیں اور اہل یورپ کی تحریریں اسلام کی مدح میں شائع ہو رہی ہیں، گویا مسلمان تو کفر کی طرف بڑھ رہے ہیں اور بعض کفار اسلام کی طرف۔ اس حالت کو دیکھ کر سخت اندیشہ ہے کہ جب یہ دونوں جماعتیں سرحد پر پہنچ چکیں گی، تو ایسا نہ ہو کہ وہ تو کفر سے نکل کر مسلمان ہو جائیں اور یہ اسلام سے نکل کر کافر ہو جائیں۔

میں نہیں پڑا باقی مضامین چونکہ سب کے کانوں میں پڑے ہوئے ہیں مثلاً فضائل قرآن، ثواب وغیرہ وہ اس وقت بیان نہ کروں گا۔ اور ظاہر ہے کہ ایک مضمون کا بیان کتنا مختصر ہی ہوتا ہے اور وہ بیان مضمون جس کے بیان کا قصد ہے اس کا اہم ہے کہ اس کے بیان نہ کرنے سے یہ عرض بڑھ جائے گا اس لئے اس کا بیان ضروری ہے۔ رہے فضائل و ثواب سو وہ اگر میں نے بیان نہ کئے تو دوسروں سے آپ کو معلوم ہو سکتے ہیں نیز کتابوں سے بھی معلوم ہو سکتے ہیں کیونکہ آج کل اردو میں بھی دینی رسائل کثرت ہیں۔ لیکن یہ مضمون غالباً کسی دوسرے سے آپ نے نہ سنا ہوگا۔ نہ کسی اخبار و رسالہ میں نظر سے گزرے گا۔ اب میں مقصود کو شروع کرتا ہوں۔

حروفِ مقطعات

یہ وہ آیتیں جو سورتوں کی ابتدا میں حروف مقطعات سے شروع ہوئی ہیں جو کثرت سے پڑھے جاتے ہیں مگر کبھی پڑھے جاتے اور ان حروف مقطعات ہونا محض ہی سے معلوم ہوتا ہے لکھا ہوا کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کتابت میں سب متصل ہیں۔ اس سے ان کا منقطع سمجھنا دشوار ہے۔

اس پر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا۔ میرے چھوٹے بھائی ایک دفعہ ریل میں سفر کر رہے تھے۔ اس وجہ میں ایک انگریز بھی سوار تھا۔ بھائی کے ہاتھ میں ایک رسالہ شریف تھا جو اوپر کی جیب میں تھا۔ صاحب بہادر بولے کہ میں اس کو دیکھ سکتا ہوں؟ بھائی نے کہا کہ ادب و تعظیم کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں کیونکہ یہ ہماری آسمانی کتاب ہے۔ انگریز نے رومال ہاتھ پر رکھ کر کہا کہ میں اس کو ہاتھ سے نہ لگاؤں گا۔ بھائی نے رسالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے رومال سے اس کو کھولا تو اول ہی الٓمٓر نکلا۔ ٹائپ میں رسالہ اور اچھا ہوا تھا جس پر دھوکا ہو سکتا تھا۔ اس نے صاحب کہتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ بھائی نے رسالہ لے لی اور کہا آپ اس کتاب کو ہم سے سیکھے ہوئے پڑھ نہیں سکتے۔ (یہ بھی قرآن کی خصوصیت ہے کہ اس کو ہم مسلمانوں سے سیکھے ہوئے کوئی قوم صحیح طور پر پڑھ بھی نہیں سکتی سمجھنا تو درکنار ہے)۔

غرض ان دونوں آیتوں میں ایک امر اشتراک تو یہ تھا کہ دونوں حروف مقطعات سے شروع ہوئی ہیں۔ دوسرا امر اشتراک یہ بھی ہے کہ ان دونوں میں مذکور ہے۔ صرف اتنا تفاوت ہے کہ ایک جگہ کتاب کا لفظ مقدم ہے قرآن موخر اور دوسری جگہ لفظ قرآن مقدم ہے کتاب موخر ہے ہر ایک جگہ قرآن

مگر سے دوسری جگہ معرف اور نکرہ بھی ہوتی ہے۔ اور مجھے معنوں میں دونوں سے امداد لینا تھا اس لئے دونوں کو ساتھ ساتھ علامت بنا گیا۔

مسلمانوں کی قسمیں

مثالاً اس معنوں کا پتہ یہ ہے کہ اس آیتوں میں قرآن کے دو لقب مذکور ہیں ایک کتاب (یعنی قابل کتابت) دوسرے قرآن (یعنی قابل قرات) اور دونوں جگہ سین کی حرمت وقید مذکور ہے اور اس کی تفصیل اور اس تقدیم و تاخیر کا فائدہ اور نکتہ کا مطلب آگے معلوم ہو جائے گا۔ دراصل مجھے اس وقت ایک شبہ کا رفع کرنا مدنظر ہے۔

وہ اس کے لئے میں نے ان آیات کو اختیار کیا ہے اور حقیقت میں وہ شبہ نہیں بلکہ غلطی ہے۔ کیونکہ شبہ تو وہ ہے جس کے لئے کوئی مشابہ صحیح ہو اور جس کے لئے کوئی مشابہ صحیح موجود نہیں، اس لئے وہ غلطی ہے مشابہ نہیں۔ اور اس غلطی میں عام اوہام سب مشترک ہیں۔ غافل مسلمان دو قسم کے ہیں۔ ایک نیا دار دوسرے بیدار۔ نیا دار سے میری مراد وہ ہیں جو عقائد کے اعتبار سے نیا دار ہیں اور بیدار سے مراد بھی وہ ہیں جو عقائد کے اعتبار سے بیدار ہیں۔ گو عمل سے بیدار پہلے زمانہ میں جب تک بدعت کا ظہور نہ ہوا تھا ہندوستان میں عقائد کے اعتبار سے مسلمانوں کی یہ دو قسمیں نہ تھیں بلکہ اس وقت عقائد کے اعتبار سے سب بیدار تھے۔ صرف اعمال کے اعتبار سے بیداری اور نیا داری کا فرق ہوتا تھا۔ افسوس ہماری قسمت کہ ہم ایسے زمانہ میں ہیں جس میں عقائد کے اعتبار سے مسلمانوں کی دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک وہ جن کو عقائد اسلامیہ میں شبہ ہے۔ ایک وہ جن کو عقائد میں کچھ کلام نہیں۔ اس لئے آج جتنے وہ فاسق قسمت معلوم ہوتے ہیں جن کو عقائد میں کلام نہ ہو بلکہ عقائد اسلامیہ پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔ اور بحمداللہ ابھی تک کثرت سے اسی جماعت کی ہے جس کے عقائد درست ہیں اور ان میں کچھ شبہ نہیں کرتے۔ کیونکہ تعلیم جدید سے ابھی تک بہت لوگ محروم ہیں۔ اور یہ لفظ تعلیم یافتہ جماعت کے محاورہ پر کہہ دیا ورنہ ہم تو ان کو محروم نہیں کہتے بلکہ مرحوم کہتے ہیں کیونکہ "صمٌ بکمٌ عمیٌ فھم لا یرجعون"

ترقی اور تعلیم جدید

اس ترقی اور تعلیم کو لے مریا لریں جس سے دین ہی برباد ہونے لگے۔ وہ تو چولہے میں جھونکنے کے قابل ہے۔ اگر معاش کی وجہ سے ہی کو اس تعلیم کی ضرورت ہی ہو، اگرچہ ہم کو ضرورت میں

کلام ہے کیونکہ ترقی دنیا جدید تعلیم پر موقوف نہیں، تجارت وغیرہ سے اس سے زیادہ ترقی حاصل ہو سکتی ہے مگر اس نئے طبقہ کو اس کی ضرورت ایسی مسلم ہے کہ اس میں کلام کرنے کو حماقت بتلاتے ہیں۔ تو ہم ان کی خاطر سے ضرورت کو تسلیم کر کے کہتے ہیں کہ بہت اچھا ہم نے مانا کہ ضروری ہے مگر تم اس تعلیم جدید کو اس طریقے سے حاصل کرو کہ اس سے پہلے عقائد و احکام کا علم حاصل کرو لیکن یہ یاد رہے کہ ان دینیات کے حاصل کرنے کے لئے وہ مختصر کورس کافی نہیں جس میں رواجات وغیرہ دو چار مختصر کتابیں ہیں بلکہ اس کے لئے ایسا کورس تجویز کرنا چاہئے جس سے عقائد و احکام بصیرت کے ساتھ معلوم ہوں اور کچھ اسرار و حکم بھی بتلائے جائیں تاکہ بالاجمال پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے گھر میں اسرار و حکم بھی ہیں، مصالح عقلیہ کی بھی رعایت ہے اور قدیں و سیاست بھی کامل ہے۔ اجمالاً اتنا معلوم ہو جانا ضروری ہے تاکہ تعلیم جدید سے شبہات پیدا نہ ہوں۔

عظمت خداوندی کا فقدان

باقی تفصیل علم کی ضرورت نہیں کیونکہ رعیت کو علم سر کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اس کی نظیر مشاہد ہے کہ رعایا حکام وقت کے احکام مانتے ہیں علم اسرار کی محتاج نہیں اور اگر کوئی ایسا کرے کہ ہر قانون کی وجہ دریافت کرنے لگے اور یہ کہے کہ بدوں وجہ معلوم کئے میں قانون کو نہ مانوں گا تو بھی عقلاء اس کو کلام سے منع کرتے اور بیوقوف بتلاتے ہیں کہ رعیت کا ہر فرد اسرار احکام سلطنت کو معلوم نہیں کر سکتا نہ اس کو اس کے مطالبہ کا حق ہے مگر افسوس یہی عقلاء خدا کے سامنے بہادر بنتے اور اسرار کا مطالبہ کرتے ہیں اور بدوں ان کے معلوم کئے احکام شرعیہ کو نہیں مانتے اور اگر کوئی ان سے کہے کہ خدا کو احکام میں دریافت اسرار کا حق نہیں تو کہتے ہیں لو صاحب ہم سے زبردستی منوایا جاتا ہے

ع یہیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اصل یہ ہے کہ عظمت کے ہوتے ہوئے قوانین میں شبہ اور کلام نہیں ہو سکتا احکام وقت کی ان کے دل میں عظمت ہے۔ اس لئے ان کے قوانین میں کلام نہیں کرتے۔ چنانچہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وکلاء کے یہ قوانین گھڑے ہیں۔ اور خدا کی عظمت دل میں نہیں، اس سے احکام الٰہیہ میں یہ شبہ رہتا ہے۔ اور اسی لئے علماء پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ مسائل گھڑے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ

اگر اس وقت کے علماء نے ایسے مطلب کے مسائل گھڑ لئے ہیں تو کیا شرح وقایہ ہدایہ وغیرہ میں بھی یہ مسائل یہی لوگ لکھ کر آئے ہیں۔

صاحب ہدایہ کتابیں تو ہم سے صدیوں پہلے کی ہیں اور اگر کہو کہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ نے یہ مسائل گھڑے ہیں تو بتلاؤ حدیث میں کون لکھ آیا اور اگر حدیث بھی راویوں نے گھڑی ہے تو قرآن میں کون لکھ آیا کیونکہ مسائل وعقائد تو قرآن سے بھی صاف صاف ثابت ہوتے ہیں۔

اسرار احکام الٰہی

غرض جس طرح رعایا کے ہر فرد کو احکام سلطنت کے اسرار کا علم ضروری نہیں، اسی طرح ہر شخص کو احکام الٰہیہ کے اسرار کا جاننا ضروری نہیں اور جس طرح بدوں علم اسرار کے احکام سلطنت کا ماننا جبر نہیں اسی طرح یہاں بھی جبر نہیں۔ اور اگر یہاں جبر ہے تو احکام سلطنت کا بدوں سر رشتہ کے سمجھانا یقیناً جبر ہوگا۔ اور اگر جبراً احکام کو کسی حکم کا منوانا جائز ہے تو احکام الٰہیہ تو ضرور ماننے کے قابل ہیں کیونکہ وہ ایسی ذات کے احکام ہیں جس کے سامنے احکام تکوینیہ میں سلاطین عالم بھی مجبور ہیں دوسروں کے احکام چاہے مانے کے قابل ہوں یا نہ ہوں۔ مگر افسوس آج کل احکام الٰہیہ کی وقعت نہیں۔ ہاں احکام سلطنت کی بڑی وقعت ہے۔

حاصل یہ ہے کہ دینیات کا کورس علماء سے پوچھ کر مقرر کیا جائے تاکہ وہ ایسا کورس مقرر کریں جس سے شریعت کی عظمت قلب میں جم جائے اور عقائد اسلامیہ ایسے راسخ ہو جائیں کہ پہاڑ کے ہلانے سے بھی نہ ہلیں۔ اور اجمالاً اس کے پڑھنے والے کو اسرار کا علم بھی حاصل ہو جائے تاکہ اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ علماء کے پاس احکام کے اسرار و مصالح عقلیہ بھی ہیں تو اس اعصاب کے بعد یہ ان سے رجوع کریں۔ اب تو غضب یہ ہے کہ نو تعلیم یافتہ جماعت نے یہ سمجھ لیا ہے کہ علماء کے پاس سوائے نقل کے کچھ نہیں اس لئے اسرار میں یہ ان سے رجوع نہیں کرتے۔ پس ایک کام تو یہ ضروری ہے جو تعلیم جدید سے پہلے ہونا چاہئے۔

صحبت علماء کی ضرورت

دوسرے اس کی ضرورت ہے کہ تعلیم جدید حاصل کرنے والے بچوں کو علماء کی صحبت میں بٹھلاؤ۔ تعطیل کے زمانے میں کچھ دنوں کیلئے ان کو برگان دین کے پاس بھیجا کرو۔ نیز فرصت کے

اوقات میں ان کو علماء شریعت کی کتابیں دیکھنے کی نوبت ہی نہیں آتی ہے اور یہ علماء کی کتابیں دیکھے بغیر ہی ان کو غیر علمی کتابیں کہہ دیتے ہیں۔ اور کبھی کبھار جب علماء کی کتابیں دیکھتے ہیں تو ان میں کیڑے نکالتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قانون سلطنت کی وہ سے بڑا جرم ہے اور سلطنت ایسے شخص کو سخت سزا دیتی ہے۔ مگر حیرت ہے کہ جس بات کو یہ مقلد یورپی قوانین میں جرم مانتے ہیں شریعت کے قوانین میں اس سے روکنے کو تعصب بتاتے ہیں۔ اور یہ علماء کی کتاب دیکھنے سے روکنا تعصب ہے تو اہل سلطنت سے ان قوانین پر بھی تعصب ہونا چاہیے۔ یا یہ کتابوں کا مطالعہ جرم ہے تو ان دونوں مقامات پر صحیح قانون کہتے ہیں۔ اس سے کوئی سلطنت ایسی نہیں جس نے باغیوں سے مطالعہ کو اور گھر میں رکھنے کو جرم قرار نہ دیا ہو۔ پھر تم جو علماء پر تعصب کا الزام لگاتے ہو تو یہ بھی تو علماء ہی ان قانون میں بانی یا عرض ہے۔ علماء نے کہ ان کی اس میں غرض نہیں بلکہ غرض تو عوام کی موافقت میں ہے اور اس مسائل سے عوام متوحش ہوں اور علماء پر الزام لگائیں۔ اس میں یہ غرض ہو سکتی ہے۔ اور جیسے سے کچھ دل کا مقتضا اس ہے جو تمہاری مرضی کے موافق فتویٰ نہ دے کیونکہ جو مجھی کے موافق فتویٰ دیا کرے، اس میں غرض کا قوی شبہ ہے کہ وہ عوام کو اپنے سے مانوس کرنا چاہتا ہے۔ اور جو شخص کسی کی مرضی کی رعایت نہ کرے کچھ کو وہ صحیح احکام بتاتا ہے۔ طبیب صحیح دوا دے تو تلخ دوا میں بھی اس کی یہ مصلحت ہے، یقیناً کوئی نہیں بلکہ سراسر عین مصلحت ہے۔ پس جو علماء ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں۔ جس میں لوگوں کو مزا آتا ہے سمجھ لو کہ وہ محض خیر خواہی سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ ان باتوں میں ضرر بڑا مشاہدہ کرتے ہیں۔

واللہ اہل باطل کی کتابوں کا بعض علماء پر بھی برا اثر ہو جاتا ہے تو عوام کی تو ان کے مطالعہ سے کیا حالت ہوگی۔ لہذا عوام کو کوئی کتاب بدون مشورہ علماء کے ہرگز نہ دیکھنا چاہیے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ میں رد کے لئے دیکھتا ہوں تو یہ بھی مناسب نہیں۔ کیونکہ یہ کام علماء کا ہے تمہارا کام نہیں۔ اور اس میں آپ کی توہین نہیں۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ یہ کام آپ کا نہیں کیونکہ اگر ایک شخص قانون میں اپیل، اپیل بنی ہو تو وہ فن انجینئری سے جاہل ہوگا۔ اور ایک انجینئر یہ حق ہے کہ اس کو کہہ دے کہ آپ قانون اس میں مگر انجینئری سے جاہل ہیں۔ اس لئے اس میں آپ دخل دینے کا حق نہیں۔ ایسے ہی میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ ان علوم سے جاہل ہیں جن کے رد کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے آپ کو اس قصہ کی اہل باطل کی کتابوں کا مطالعہ نہیں، اور اگر کسی کو نقطہ جاہل ناگوار ہو تو نا واقف کہہ دو۔

ایک دفعہ ایک شخص نے مجھ سے ایک بار یہ مسئلہ پوچھا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ اس مسئلہ کو کیسے سمجھ سکتے ان کو میرا یہ جواب سن کر غصہ آنے لگے اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے کہا تھا کہ آپ اس مسئلہ کو کیسے سمجھ سکتے ہیں آپ کی تعلیم کیا ہے آپ کا پیشہ کیا ہے آپ کیا کام کرتے ہیں آپ کیا جاننا چاہتے ہیں اور جس بات کا علم مقدمات اصلیہ پر موقوف ہو اس کا علم ان کے جانے بغیر کیسے ہو سکتا ہے آپ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے اور مقدمات اصلیہ سے بھی کچھ نہ سمجھ سکے تو آپ نے میرے بارے میں یہ فیصلہ کر لیا کہ میں نے آپ کو بیوقوف بنانے کے لئے یہ بات کہی ہے آپ کی اس شکل کو دیکھ کر میں نے آپ سے کہا کہ آپ مجھ سے مقدمات اصلیہ سیکھ لیں تو آپ کو اس مسئلہ کا جواب بھی مل جائے گا اور مقدمات اصلیہ سے آپ کو بہت سے دوسرے مسائل کا جواب بھی مل جائے گا یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے

اس مثال سے میں نے اپنے میں موقع میں یہ کہا تھا شاید آپ نے بھی وہ مضمون پڑھا ہو جو میں نے اپنے پاس سے لکھا تھا اس میں میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ میرے پاس آئیں میں آپ کو اس مضمون کا جواب بھی دوں گا اور اس کے مقدمات اصلیہ سے بھی آپ کو واقف کروں گا اس سے آپ یہ بھی معلوم کر سکیں گے کہ میرے پاس آپ کے سوال کا جواب ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کیا آپ اس جواب کو سمجھ سکتے ہیں اور آپ کس مقدمات سے اس جواب کو سمجھ سکیں گے چنانچہ میں آپ سے پہلے ان سوالوں کے بھی جواب کی تفصیل کروں گا اور اگر وہ آپ کے لئے بہت مفید ثابت ہوں گے تو میں ان کو بھی آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔

اس مثال سے مجھے یہ کہنے کا حق نہیں پہنچتا کہ آپ میرے پاس آئیں اور میرے مضامین کا مطالعہ کریں اور آپ کا ذہن جن سوالوں کی طرف منتقل ہو ان کے جواب بھی آپ کو دیئے جائیں گے اس سے آپ کو فائدہ ہو گا یا نہیں اس کا فیصلہ آپ کو خود کرنا چاہیئے۔

یہ بھی آپ کی خود غرضی کے لئے میں عرض کر دوں تاکہ آپ کا ذہن سلامت رہے جو مضمون کو سمجھ سکتے ہیں وہ مضمون کو سمجھ کر آپ جائیں آپ کا کام۔

حصول تعلیم جدید کا طریق

اس تعلیم جدید کو حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ اول اپنے مذہب کی تعلیم حاصل کرو۔ اس کی عام

کے مشورہ سے کورس مقرر کرو۔

دوسرے علماء کی صحبت میں آمد و رفت رکھو۔

تیسرے غیر جنس کی کتابوں سے احتراز رکھو اور علماء حقانی کی کتابیں مطالعہ میں رکھو۔ اس کے بعد تعلیم جدید حاصل کرنے کا مضائقہ نہیں۔ اور یہ جب ہے کہ تعلیم جدید کی ضرورت مان لی جائے۔ اور میں نے آپ کی خاطر سے اس کو مان کر یہ طریقہ بتلا دیا ہے۔ ورنہ علماء کا مذاق اس سے مختلف ہے آپ کو ایسے علماء بھی ملیں گے جو اس کی ضرورت ہی کو نہیں مانتے اور دلائل سے آپ کو ساکت کر سکتے ہیں مگر میرا یہ مذاق ہے کہ میں مناظرہ و مناظرہ نہیں کیا کرتا۔ اس لئے میں نے اس تعلیم کی ضرورت کو آپ کی خاطر سے تسلیم کر کے اس کی اصلاح کر دی ہے جیسے کہ طبیب مریض کو نمکین سے منع کرے اور مریض نہ مانے تو بعض طبیب تو اس حالت میں مریض سے جھگڑنے لگتے ہیں اور غصہ ظاہر کرنے لگتے ہیں اور بعض شفیق طبیب ایسے بھی ہیں جو نمکین کی اصلاح کر کے اجازت دے دیتے ہیں کہ اچھا اس کے اندر دہی اور پالک ڈال دینا اور کھا لینا۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ بحمداللہ زیادہ مسلمان تو ایسے ہی ہیں جو عقائد میں شبہات سے پاک ہیں کیونکہ وہ تعلیم جدید کے اثر سے محفوظ ہیں اور تھوڑے سے پسے ہیں جو تعلیم جدید سے متاثر ہو کر شبہات میں مبتلا ہیں اور ان کی صحبت میں بیٹھنے سے عوام پر بھی کچھ اثر ہونے لگا ہے۔ اس لئے اس کی روک تھام ضروری ہے اور اگر اس کی اصلاح نہ کی گئی تو مفسدہ عظیمہ کا اندیشہ ہے۔

دینی اور دنیوی منافع کا تفاوت

تو میں اس وقت اس دوسری جماعت کے ایک شبہ کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ وہ شبہ یہ ہے جو دلوں میں تو بہت لوگوں کے پہلے سے ہے مگر اب بعض زبان پر بھی آنے لگا ہے کہ اس حالت میں قرآن کے پڑھنے سے کیا نفع جب ہم اس کو سمجھتے ہی نہیں اور جسے ان معنوں سے اس کو پڑھتے ہیں کہ بچوں کو طوطے کی طرح قرآن کو رٹانے سے کیا مدعا وہ سمجھتے ہی نہیں؟ بات یہ ہے کہ قرآن کے پڑھنے میں جو فائدہ ہے اس سے یہ لوگ واقف نہیں۔ اگر وہ مدعا سے واقف ہو جاتے تو اس کے لئے کوشش کرتے۔ جیسا کہ تجارت کرنے والے آج کل کا مدعا جان کر آتے ہیں اور اس میں بڑی بڑی مشقتیں برداشت کرتے ہیں کیونکہ اس کے نفع سے واقف ہیں کہ ایک روپیہ کے دو ہو جائیں گے دنیا کے کاموں میں

لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب کسی تجربہ کار سے یہ معلوم کرلیا کہ فلاں چیز کی تجارت سے بہت نفع ہے تو اس کے قول پر اعتماد کرکے وہ تجارت شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ایک دو بار نقصان بھی ہو جائے تو ہمت نہیں ہارتے بلکہ پھر وہی کام کرتے ہیں۔ چنانچہ آم دنوں کو بعض دفعہ خسارہ بھی ہوتا ہے مگر خسارہ دے پھر وہی کام کرتا ہے اور گر خسارہ بھی نہ ہو بلکہ ہر بار معاملہ رہتا ہو کہ نہ نفع ہے نہ نقصان، جب تو اس تجارت کو چھوڑ ہی نہیں سکتے اور یوں کہتے ہیں کہ تجارت میں یہ بھی ایک قسم کی کامیابی ہے کہ نقصان نہ ہو۔ دوسرے اس نفع نہیں ہوا تو آئندہ تو امید ہے بلکہ خسارہ بھی ہو تب بھی اس امید نفع کو نفع سمجھ جاتا ہے۔

مگر افسوس! دین میں معلوم نہیں یہ اصول کہاں گئے۔ صاحبو! کیا یہ حیرت نہیں کہ تجارت کے کاروبار میں تو نقصان نہ ہونے کو بھی کامیابی سمجھا جاتا ہے اور دین کے کام میں نفع کی تاخیر کو بھی کامیابی نہیں سمجھا جاتا۔ زراعت، تجارت، ملازمت، سب میں کبھی نفع ہوتا ہے کبھی نہیں اور بعض دفعہ نقصان بھی ہو جاتا ہے مگر کون کیوں کر چھوڑ دیں۔ وہاں تو تجربہ کاروں کا قول ہے کہ ان کاموں میں فائدہ ہے۔ گو ہمیشہ نہیں، اکثر ہی ہو اور گو حاصل نہ ہو، موخر ہی ہو۔ مگر افسوس! کہ خدا اور رسول کا قول ان تجربہ کاروں کے قول سے بھی کم ہو گیا، جو صاف صاف قرآن کے منافع بیان کر چکے ہیں۔ پھر وہ بھی ہر حالت میں خواہ سمجھ کر پڑھو یا بدون سمجھے پڑھو۔

غرض پرستی و نفس پرستی

اور میں دو ٹوک قسم کہتا ہوں کہ جو لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ جب ہم سمجھتے نہیں تو قرآن کے پڑھنے سے کیا فائدہ، یہ محض حظوظ نفس کے بندے ہیں۔ ان کو عقل سے ذرہ بھر نہیں گو دعویٰ بہت کرتے ہیں اگر یہ عقل کے بندے ہوتے تو ایسی بے عقلی کی بات نہ کہتے۔ کیونکہ عقلی قواعد میں یہ نہیں ہوا کرتا کہ ایک دلیل سے ضدی اور عین شی دونوں پر استدلال ہو سکے۔ اگر یہ شبہ عقلی ہوتا کہ جب معانی نہ سمجھے تو الفاظ سے کیا فائدہ، تو بتلایئے اس قاعدہ عقلیہ سے کیا ثابت ہوتا۔ آیا یہ کہ الفاظ کو چھوڑ دو یا یہ کہ محض الفاظ پر کفایت کرو بلکہ معانی بھی حاصل کرو۔ ظاہر ہے کہ اس سے الفاظ کے چھوڑنے پر دلالت نہیں کیونکہ جب معانی کی ضرورت اس قاعدہ میں مسلم ہے اور معانی الفاظ کے تابع ہیں اور ضروری نامعوقوف علیہ ضروری ہوتا ہے تو اس سے تو خود علم الفاظ کی ضرورت پر دلالت ہو رہی ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ ہاں ہم الفاظ کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں مگر ان کو اس وقت حاصل کرنا چاہیے۔ جب کہ معانی کی فہم بھی ساتھ ساتھ حاصل

ہو سکے تو ہم بیٹے ہیں کہ آپ کی پیدائش اس وقت چل رہی تھی جب کہ آپ یہ لکھتے کہ آپ بچوں کو پیپل میں تو اس سے پڑھاتے کیونکہ اس وقت لکھیں گے اس سے ہوتا ہے اس وقت لکھیں گے، مگر ایسا نہیں ہوا تو یہ ہے کہ آپ پیپل میں پڑھاتے ہوئے ہمارے تو معلوم ہوا کہ اس قاعدہ کے الاطلاق جو ہمہ ضرورت الفاظ بھی استدلال کرتا پڑتے ہو وہ یہ والی بات ہے کہ ویسے سے صدقی پر اشد ان پڑھا ہے۔ اس قاعدہ کو ہمیں ٹی کی بھی شت ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ عقلیہ نہیں۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس کا علم محض نفس پرستی ہے۔ ان لوگوں نے اس قضیہ اغراض پرستی کا پیک بنا رکھا ہے۔ اور اس میں ان سے یہ ہے کہ یہ قرآن کے الفاظ کی ضرورت سے نہ معافی کی۔ گورنمنٹ سے معافی کی ضرورت چاہتے ہیں۔ مگر اس کا مثل نہ تا ہے کہ اور کسی کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور یہی وجہ تو قرآن کو معافی ملی نے ساتھ حاصل کرتے اور اپنے بچوں کو اس کی تعلیم دیتے۔ جس عمل پر سے تو ہمیں معافی کی حیثیت ہو [illegible] تعلق تو ہو جاتا ہے۔ مگر ہمہ وں طرح ہو گا ہو گے تو ہمہ ضرورت مصداق ہے اور تو ہمہ ہی ہی ہو جاتا ہے کہ قرآن کی تعلیم ہی کو طلاق سے قاعدہ سمجھتے ہو تو ہمیں الفاظ سے یا معانی سے ساتھ ہوں۔

خلق را گیر کہ [illegible] ☆ [illegible]

کارہا باخلق [illegible] ☆ باخدا نزویر [illegible]

کارہا [illegible] ☆ [illegible]

خدا کے ساتھ جھوٹ نہیں چل سکتا۔ عالم شیرانی فرماتے ہیں۔

ترسم کہ صرفہ [illegible] ☆ [illegible]

یعنی مجھے یہ ڈر ہے کہیں تمہارا آب حرام شیخ کے ناں حلال سے قیامت میں بڑھ جائے کیونکہ وہ مخلوق ہو کر کاہے کے تقوی اور پرہیزگاری کی صورت بنا کے، درہم اپنے کو قصور اور بھوکر گناہ میں مبتلا ہیں اور خدا کے یہاں جھوٹ نہیں چل سکتا۔ اس لئے اندیشہ ہے کہیں یہ کارمشائی کار یا ہماری ردی سے گفت نہ جائے۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ فاسق مسلمان جو اپنے کو گنہگار سمجھتے ہیں ان مجذوب لوگوں سے اچھے ہیں جو عقائد اسلام میں شبہات نکالتے ہیں اور عقل سے شریعت کا مقابلہ کرتے ہیں۔

قرآن خوانی سے گریز کا حیلہ

چونکہ یہ لوگ عام طور پر معانی نہیں سمجھتے اس لئے ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ قرآن پڑھنے کو مطلقاً ضروری سمجھیں چنانچہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا قرآن پڑھ لینا اس سے یہ قطعاً بہتر ہے کہ ہم اس کے معانی سمجھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب معانی نہیں سمجھتے تو الفاظ سے بھی کیا حاصل ہوا۔ آپ نے بچوں کو معانی بتلانے کی کوشش نہیں کی اور صرف الفاظ ہی رٹا دیئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بچوں کو معانی سمجھنے میں بہت دشواری ہوئی۔ اور بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ بچوں نے معانی سمجھنے کی کوشش ہی چھوڑ دی۔ اور اس طرح ان کے لئے قرآن کا سمجھنا اور بھی مشکل ہو گیا۔ کیونکہ بڑے ہو کر بچے معانی سے بھی زیادہ دلچسپی نہیں لیتے۔ یہ بچے اپنی بچپن کی صرف الفاظ کی یاد کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور معانی سے بالکل بے بہرہ رہتے ہیں۔ اس لئے بچوں کو صرف معانی کی ضرورت کا قائل کر دینا ہی کافی نہیں بلکہ ان کی تحصیل پر بھی زور دینا چاہئے۔

صاحبو! یہ تو تھا ان لوگوں کے لئے جو قرآن کے الفاظ پڑھنے کو معلوم ہوتا ہے بہتر سمجھتے ہیں۔ مگر اصل میں ان لوگوں کے لئے بھی کافی ہے جو قرآن کے الفاظ سے بھی بالکل بے بہرہ ہیں۔ اور جن کی نسبت حضور ﷺ کی یہ حدیث صادق آتی ہے کہ

[illegible]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو قرآن کے الفاظ سے بھی بالکل بے بہرہ ہیں۔ مگر ایسا ہے جیسے ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ یا کم از کم ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو قرآن کے الفاظ سے بھی بالکل بے بہرہ ہیں۔ مگر ان کی نسبت حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ [illegible] اس کی مثال ایسے ہے جیسے [illegible] اور میں کہتا ہوں کہ [illegible] کا مفہوم سمجھ میں آ جاتا ہے۔ اس لئے [illegible] سمجھ میں آ جاتا ہے۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہو سکتی ہے کیونکہ

[illegible]

تو حضرات معنی ہی میں جو مطالعہ سے حاصل ہوتے ہیں بہت سی سہولتیں ہیں جن کی ضرورت ہے کیونکہ معنی ہی میں بہت سے مواقع ہیں جن [illegible] کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر علم میں یہ بات پائی جاتی ہے جو بہت سے [illegible] حاصل ہوتی ہے

نہیں سمجھ سکتا۔ اسی طرح قرآن بھی وہی ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ اسی لفظ پر ہمیں ہے۔ اسی سے پڑھے ہوئے آدمی اس کو سمجھتے ہیں اس پڑھے کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ کتاب کا حقیقی مصداق قرآن ہے تو آپ تو لفظ کی وجہ تقدس بتلاتے تھے اور قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن بھی قابل حفاظت و مستحق تعظیم ہیں۔ یہ تو ٹی پڑی کہ گئے تھے نماز بخشوانے اور روزے بھی گلے پڑ گئے۔

مگر صاحبو! یہ گلے کیسے پڑے۔ کیونکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی بادشاہ کسی شخص کو شرفیاں اور جواہرات دے اس سے کہے اس کو حفاظت سے رکھو۔ قفل اور تالا لگاؤ۔ اس شخص کو روپیہ اور جواہرات کی قدر معلوم ہے وہ اس طرح قدر کرے گا۔

[illegible]

اس طرح وہ لوگ قرآن کی قدر کرتے ہیں جو اس کے الفاظ کی بھی قدر کریں گے کیونکہ یہ بھی اسی کی حفاظت کا سامان ہے اور جو قدر نہیں کرتے وہ اس کو پڑھیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ جو لوگ بلا لفظ قرآن سے پڑھتے ہیں وہ قرآن کی حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ حقیقت کو سمجھنے والے قرآن کی قدر نہیں کرتے اور اس کی حفاظت کے [illegible]

الفاظ قرآن کی حفاظت

صاحبو! الفاظ قرآن کی حفاظت میں بہت دخل ہے۔ لفظ الفاظ قرآن کا پڑھنے سے کہ [illegible] سے لفظ ہوتے ہیں کہ [illegible] سے یہ ہے [illegible] میں تو یہ بچہ الفاظ قرآن اپنی زبان سے [illegible]

مثلاً اگر کوئی قصے کہ [illegible] سے قرآن [illegible] میں لفظ [illegible] میں ایک آیت [illegible] مجمع [illegible] میں [illegible] چھوٹے بڑے سب کھڑے ہو جائیں مجھے یہ آیت [illegible] تو چاروں طرف سے آواز [illegible] دیکھ لو [illegible] یہ [illegible] کہ اس مجمع میں [illegible]

اس قدر حفاظ قرآن موجود ہیں۔ سب فیل کر دو کہ سارے شہر میں کتنے حافظ ہوں گے۔ پھر یہ اندرون ملک کے پورے ضلع میں کتنے ہوں گے۔ پھر سوچو کہ سارے ہندوستان میں کتنے ہوں گے اور دنیا بھر میں کتنے ہوں گے۔"

صاحبو یہ قرآن کا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ قرآن کی طرف رغبت کا کوئی سامان نہیں ہے اس کے حفظ کرنے والوں کو اس سے بڑھ کر اور کیا ہے کہ اللہ پاک کی توفیق اگر ہو تو پڑھنے کی طرف سے بھی قرآن مجید کی کوشش کرتے ہیں اس قدر حفاظ موجود ہیں کہ بچے بھی حافظ ہیں اور مرد بھی اور بعض قصبات میں عورتیں بھی حافظ ہیں۔ چنانچہ قصبہ پانی پت میں بہت عورتیں حافظ ہیں اور بعضی تو سبعہ قرأت کی حافظ ہیں۔

اس زمانہ میں ہدایت کر دی ہے صاف صاف کہوں گا کہ جو لوگ ہدایت معنی سمجھنے اور حفظ قرآن کے پڑھنے کو کیا کہتے ہیں وہ نعمت حق تعالیٰ کا ضائع کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن سے حافظ پیدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ محفوظ رہے اور یہ لوگ ہیں کہ حفظ قرآن دلانا چاہتے ہیں یہ تو ایسا ہے کہ حفظ قرآن بچوں ہی میں چھوٹا ہے۔ بڑے کو کر دیا حفظ نہیں ہوتا جیسا بچپن میں ہوتا ہے اور بچپن میں بے معنی قرآن سمجھنے سے قابل نہیں ہوتا۔ تو اب اگر ان لوگوں سے اشاعت قرآن پڑھا جائے تو اس کا کام ہی ہے۔ حفظ کا دروازہ بند ہو جائے مگر

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

یہ حضرات نور اللہ کو بجھانا چاہتے ہیں۔ بلکہ اپنے ہی منہ جائیں گے اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے سے باز نہیں آتے ہیں یہ مٹائیں یہ ہیں کہ ہوا میں۔ خدا کی قسم ان لوگوں کا نام و نشان تک نہ رہے گا۔ بالکل ختم ہو جائیں گے۔

بیائے ... ☆ ہر آں کو تف زند ریشش بسوزد

... نہیں سکتے

اور ہے

... چراغ مصطفوی ... ستیزہ

کس عارف سے یہ بات مل سکتے ہو رہے متحقق فرمائی ہے۔ توجہ الی اللہ کے ہوا کسی

کے مٹائے نہیں مٹ سکتے تو خود اللہ کا نور کس طرح مٹ سکتا ہے۔ بعض اہل اللہ پر ظالموں نے ستم کیا اور ان کو ذلیل کرنا چاہا۔ ان کی قبر پر گوڈا لوہا گرا اور ان کا نام اور ان کے انوار اب تک تابناک اور درخشاں ہیں۔ اور وہ ظالم گم نام اور ناپید ہو گئے۔ کوئی ان کے نام سے بھی واقف نہیں نہ ان کی قبر کا نشان باقی ہے۔ اور اہل اللہ کے مزارات اس وقت تک مرجع الخلائق بنے ہوئے ہیں۔ دوسرے یہ بات مشاہد ہے کہ اہل اللہ اپنے کو خود مٹانا، ناپید کرنا، گمنام کرنا چاہتے ہیں۔ اور اہل ظاہر طرح طرح سے اپنے کو ظاہر کرنا مشہور کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اہل اللہ یعنی اہل باطن ہی چمکتے ہیں اور اہل ظاہر شہرت چند روزہ ہو کر خاک میں مل جاتی ہے۔ بعض مصنفین نے اپنی کتابوں کے اندر اپنا نام تک ظاہر نہیں کیا مگر کتابیں ان کی مقبول اور مستدل ہیں اور اہل ظاہر بڑے بڑے حروف سے اپنا نام ظاہر کرتے ہیں۔ مگر ان کی کتابوں کو کوئی بھی نہیں پوچھتا۔ اس پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ ایک شخص نے کسی سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ تو اس نے نام کو بڑھانا چاہا، کہا میرا نام ابو عبداللہ السید العظیم الذی لا یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ۔ تو دوسرے نے ہنس کر کہا مرحبا بک یا نصف القرآن۔ کہ آ مرحبا قرآن کے گیارہ سے تو اہل ظاہر کا یہ رنگ ہوتا ہے کہ جس طرح بن پڑتا ہے اپنے کو بڑھاتے ہیں۔

اسی طرح مثنوی میں ایک اور ایسے ہی شخص کی حکایت لکھی ہے کہ وہ غریب تھا مگر اپنے کو بڑا امیر ظاہر کرتا تھا۔ گھر میں ایک چمڑے پر چربی لگا رکھی تھی۔ روزانہ چربی سے موچھوں کو چکنا کرتے، ہر آتا اور لوگوں سے کہتا کہ آج میں نے پلاؤ کھایا ہے، آج قورمہ کھایا ہے۔ ایک دن یہ شخص اسی طرح ڈینگیں مار رہا تھا کہ اس کا لڑکا گھر سے بھاگا ہوا آیا اور کہا ابا آج بلی دو چمڑے لے گئی جس سے تم موچھوں کو چکنا کرتے تھے۔ بیٹے نے پردہ فاش کیا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ دروغ جھوٹ بولتا ہے۔ چربی سے موچھوں کے بل چکنے کر کے پلاؤ قورمہ کھانے کا دعویٰ کرتا ہے۔

غرض اہل تصنع چلتے نہیں کسی دن ضرور بھانڈا پھوٹتا ہے اور سوائے عزت کے لوگوں کی نگاہ میں ذلیل ہو جاتے ہیں۔ اور اہل باطن کی یہ عادت ہے کہ وہ طرح طرح سے اپنے کو گمنام کرنا مٹانا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ چمکاتے ہیں۔

نہ کچھ شوخی چلی بادِ صبا کی ☆ بگڑنے میں بھی زلف اس کی بنا کی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ لباس ایسا پہنتے تھے جس سے

کوئی نہ سمجھ سکے کہ یہ عالم ہیں۔ سر پہ چوگہ سا عمامہ پہنے تھے۔ دبلا جسم، لمبا کرتہ زیب بدن کئے ہوئے تھے۔ لباس تھا اور ادائی بات سے آپ بڑے بڑے مجمعوں میں تشریف لے جاتے تھے مگر آپ کے سامنے سارے علما اور بڑے بڑے دبے دبے رہتے تھے۔ آپ ہی کا نام چلتا تھا، آپ ہی کو لوگ پوچھتا بھی تھا۔ چنانچہ مباحثہ شاہجہاں پور میں جو مجلس اسلام کے مقام میں۔ عظیم الشان منظر تھا۔ بڑے بڑے علما قادیانی موجود تھے۔ حضرت مولانا ہی مصروف کر رہے تھے مگر جب آپ نے تقریر کی ہے تو عوام پر اتنا اثر تھا کہ شاہجہاں پور کے سوداگر جس وقت یہ کہتے تھے۔ یہ لگی، یہ سودا میں جیت گیا۔ ایسی تقریر کی جیسے دریا بہتا ہے۔ کسی کو اس کی بات کا جواب نہیں آیا۔

یہ مولانا کی یہ بھی عادت تھی کہ مدرسہ میں اپنا نام کبھی نہیں لکھواتے تھے۔ اور ساتھیوں کو بھی ممانعت تھی کہ کسی پر نام ظاہر نہ کریں۔ اور اگر کوئی آپ ہی سے پوچھتا کہ حساب کا نام کیا ہے۔ فرماتے حوشید حسین کیونکہ آپ کا تاریخی نام یہی ہے مگر اس نام سے لوگ واقف نہ تھے۔ اس سے کوئی نہ سمجھتا کہ مولانا محمد قاسم صاحب ہیں۔ اور اگر کوئی دفتر آباد کا نام پوچھتا تو فرماتے نانوتہ کا نام نہ پوچھتے۔ رفقاء نے کہا حضرت آپ فاضل الہ آباد مدرسہ سے ہو گیا۔ یعنی یہ تو کذب ہے۔ فرمایا، نانوتہ بھی خدا کا آباد کیا ہوا ہے۔ پس جگہ ہر ہستی الہ آباد ہے۔ یعنی کذب نہ رہا بلکہ توریہ ہوا۔

وفی معارف مدونہ ص الکذب ۱۲ ظ) مگر باوجود اس قدر اخفاء کے چھپتے تھوڑی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو چمکاتے تھے۔

حضرت میں بندی عزت تبھی ہوتی ہے کہ اس کو ظاہری اسباب شہرت و سامان شوکت کی حاجت نہیں رہتی۔ یہ تو وہ ہے جس کو حقیقی عزت حاصل نہ ہو۔ وہ اسباب عزت و سامان شہرت اختیار کیا کرتا ہے۔ متنبی کہتا ہے۔

حسن الحضارۃ مجلوب بتطریۃ ☆ وفی البداوۃ حسن غیر مجلوب

الذی طلباء فلا قناع عرفن بہا ☆ مصنع الکلام ولا صنع الحواجیب

ولا بسرون من الحمام ماثلۃ ☆ اور کھن صقیلات العراقیب

کہ شہر والوں کا حسن تو بناوٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ دیہات کی حسینوں کا حسن فطری ہے جس میں بناوٹ کا کوئی دخل نہیں۔ بس اصلی حسن تو وہی ہے، جو حدود بناوٹ کے حسین معلوم ہوں۔ اس لئے جو

ہوں واقعی اہل کمال ہیں، وہ سادگی سے رہتے ہیں۔ اس میں کچھ اہل باطن ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ علوم دنیا میں بھی جو اہل کمال ہیں ان میں کمال کی وجہ سے سادگی آجاتی ہے۔ وہ ظاہری آرائش کی پروا نہیں کیا کرتے۔ آپ نے کیمیاگروں کو دیکھا ہوگا کہ کیسے شکستہ حال رہتے ہیں کیونکہ کمال مستی حیال مستی کو کم کر دیتی ہے جیسے بارات کا سامان کرنے والے تمام بارات میں سیدھے ہوتے ہیں اور بڑی بڑی بھڑکدار کپڑے پہن کر آتے ہیں۔ بات یہی ہے کہ بارات کے منتظم کو ایک خاص مستی حاصل ہے۔ جس نے اس کو زینت و آرائش سے مستغنی کر دیا ہے۔ پس اگر اہل اللہ کی باطنی حالت مستی کی وجہ سے شکستہ ہو تو اس پر تعجب نہ کیجئے بلکہ اگر شکستہ نہ ہو تو تعجب کیجئے۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ جب اس اللہ کے انوار کسی کے سینے میں نہ سما سکتے تو حق تعالیٰ کا کلام کیوں کر سما سکتا ہے۔ پس یہ خدا کی حفاظت ہے کہ قرآن کے اس قدر حفاظ ہر زمانہ میں ہوتے رہتے ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔

مرضی حق کی رعایت

اس پر بعض لوگ یوں کہہ دیا کرتے ہیں کہ جب خدا قرآن کا حافظ و نگہبان ہے تو ہمیں اس کے اہتمام کی کیا ضرورت ہے۔ اے صاحبو! یہ بات ایسے دل سے نکلی ہے جس میں خدا سے ذرا بھی علاقہ اور لگاؤ نہیں۔ کیا اگر جارج پنجم آپ کو کوئی تحفہ دیں، آپ اس کی بے قدری کر سکتے ہیں اور خصوصاً اس کی نگاہ کے سامنے؟ ہرگز نہیں، بلکہ اس کو سر و آنکھوں پر رکھا جائے گا اور اس کی جان سے زیادہ حفاظت کی جائے گی۔ اور اگر وہ کوئی تحفہ کھانے کے واسطے آپ کو دیں اور آپ کے سامنے آپ سے کہا جائے تو کیا آپ اس کا کوئی ریزہ گرنے دیں گے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس طرح شوق سے کھائیں گے کہ گویا کبھی یہ نعمت آپ کو ملی ہی نہ تھی اور اگر اس میں سے ذرا بھی زمین پر گرے گا تو فوراً اٹھا کر منہ پر رکھیں گے!

یہیں سے حضور ﷺ کے اس ارشاد کی حقیقت سمجھ لو کہ اگر کھانا کھاتے ہوئے لقمہ زمین پر جائے تو اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھا لو۔ آپ جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں۔ تو ان نعمت کی ان کے سامنے بے قدری کرنا بڑی بے حیائی ہے۔ تو صاحبو! خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں میں یہ قرآن دے دیا ہے۔ تو کیا عطیہ حق کی ہم کو قدر نہ کرنا چاہئے۔ کیا ہم کو اس کی حفاظت خود بھی نہ کرنا چاہئے صاحبو! جب قرآن حق تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں میں دیدیا ہے تو اب تو یہ آپ کا ہو گیا۔

تو کیا اپنی کسی قیمتی چیز کی حفاظت کے لیے آپ کو محافظ نہ رکھنا چاہیے؟ یقیناً رکھنا چاہیے خصوصاً جب کہ اللہ کی مرضی اس کی حفاظت میں ہے اور اس محفوظ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو بھی مرضی حق پر چلنا چاہیے۔

اس کی حقیقت انبیاء علیہم السلام سے پوچھو۔ ایک بزرگ شاہ تھے اس کی بستی کے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا حضور! یہ بستی برباد ہو رہی ہے۔ بستی کے غرق ہونے کا اندیشہ ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی دھار کو دوسری طرف پھیر دیں۔ فرمایا کل صبح کو سب کے بچوں کو لے کر حاضر ہونا ہم اس کا انتظام کر دیں گے۔ بچے جب لوگ حاضر ہوئے تو آپ مسجد کے دروازے پر گئے اور دریا کی بستی کی طرف کو اپنی لاٹھی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ لوگو! اس حصہ کو اس طرح تو اس کا پھیلاؤ ایک دن میں بستی کے اندر تک ہو جائے گا۔ فرمایا کہ دریا کا رخ بستی کی طرف ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کو بھی منظور ہے۔ بس جیسے ہی شاہ صاحب نے اشارہ کیا تو کھوجانا شروع کر دیا۔ لوگ بزرگوں کے اس زمانہ میں مطیع تھے۔ بستی ہی کی طرف کھوجانا شروع کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں پانی کا رخ بدل گیا اور دریا کی دھار دوسری طرف کو جاری ہو گئی بستی سے ہٹ گئی۔ یہ تو اللہ کی بات تھی کہ وہ مرضی حق کی کس قدر رعایت کرتے ہیں۔

اب انبیاء کی رعایت سنیے کہ وہ مرضی حق کی کس قدر رعایت کرتے ہیں۔ مجھے ایک عقدہ کشی سے یہاں کیا کہ ایک مقام پر میں پڑی ہوئی تھی۔ مگر یہ مجسٹریٹ اس کو درست کر رہا تھا۔ مگر جتنی مٹی ڈالتے تھے سب بہہ جاتی تھی اور کام بند ہوتا تھا۔ تو وہ افسر یہ ہے پر کوا اور لیٹ گیا کہ سب مٹی ڈالوں سے پانی کا رخ بدل دیا ہے۔ اس طاہب پر پیشتا تھا کہ بڑے بڑے اہل کار وہاں جا کر لیٹ گئے اور مزدوروں سے مٹی ڈلوانا شروع کی۔ دریا کی دھار میں پانی کا رخ کم ہو گیا اور دریا بند ہو گیا پھر آہستہ آہستہ وہ لوگ کھڑے ہوئے جو پانی کے زور کی جگہ لیٹے ہوئے تھے۔ تو یہ فطری قاعدہ ہے کہ دریا حاکم کی مرضی کی طرف بڑھنا چاہتی ہے۔ تو کیا حق تعالیٰ جیسے سنتے ہیں کہ جس طرف ان کی مرضی ہو ادھر توجہ کی جائے سو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو یہاں فرماتے ہیں۔

اے گرفتہ جاں خود را دید ستی مرا ☆ تا نگفتی کس نہ داند حید ستی مرا

خدا تعالیٰ سے بے تعلقی

[illegible] خدا تعالیٰ سے تعلق ہو تو [illegible] سے تعلق رکھتا ہے۔ یا کہیے کہ [illegible] سے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور جب روٹی مل گئی تو اب خدا کی یاد ضرورت ہے اور قرآن کی یاد ضرورت ہے۔ اسی وقت پوچھتی ہیں کہ مولانا کچھ قرآن پڑھنے سے یا نفع [illegible] جسے خدا خود قرآن کا حافظ ہے تو ہم کو اس کی حفاظت کی کیا ضرورت ہے۔ استغفر اللہ العظیم!

ہمارے قصبہ میں ایک بڑے زمیندار حافظ رمضان کا انتقال ہوا۔ وہ رمضان میں اعتکاف بھی کرتے تھے اور پھر سال کے بعد حج بھی دو تین کرتا تو اس کا پتہ کیسے لگا۔ وہ (سر ۱) اور پڑھ کر ہاتھ پھیلا پھیلا کر خدا سے کیا مانگتا ہے۔ اس کے گھر میں کس چیز کی کمی ہے۔ زمین اس کے پاس ہے، گھر اس کے پاس ہے، بیل گائے بھینس اس کے پاس ہے، یہ مانگنا سے مطلب اس ہے کہ خدا سے تو روٹی کے واسطے تعلق ہے۔ جب روٹی کا سب سامان موجود ہے تو اب خدا سے کیا [illegible] اللہ اللہ!

حضرت اس جاہل نے تو زبان سے یہ بات کہہ دی مگر لوگوں سے طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عام طور پر آج کل یہی حالت ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق، بہت کم ہے۔ اس کا سب مطلب سے دنیا سے تعلق ہے اور جس کام میں اپنا مطلب کچھ نہ ہو، اس میں خدا سے کچھ واسطہ نہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو پھر اگر کسی مخلوق کے ساتھ ایسا برتاؤ ہو کچھ بھی تعجب نہیں۔

ابھی چند روز کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے ایک رشتہ منظور کرنے کو لکھا اور یہ شخص میرا ملنے والا تھا۔ تو میرے نام دوسرے فریق کا خط آیا کہ آپ نے اپنے مریدوں کو یہی تعلیم دی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کی یہ حالت ہے کہ اگر اپنا مطلب نکل آیا تو دوسرے کو خوشامد اور قسمیں کھائیں گے اور اپنا مطلب نہ نکلا تو دنیا بھر کی برائیاں اس کے واسطے تصنیف کر لیں گے۔ نہ معلوم لوگوں میں سے تہذیب کہاں رخصت ہو گئی۔ بھلا اس تفصیل سے کوئی پوچھے کہ لڑکا تمہارا لڑکی دوسرے کی بچی میں مجھے گالیاں دینے کو کیوں رکھا گیا۔ اور خواہ لڑکی والے کو بھی برا بھلا کہنے کا اس کو کیا حق تھا کیونکہ اگر لڑکی والے منظور کرتے تو اس میں اس نے کون سا جرم کیا۔ تمہارا قرض دبا لیا، زمین چھین لی، آخر کیا کیا؟ اپنی اولاد کے واسطے ہر شخص بھلائی کا طالب ہوتا ہے۔ عمل ہے کہ اب اس سے رشتہ تمہارا پیار منظور کرنا مصلحت نہ رہا ہو۔ اس میں برا ماننے اور دوسرے کو برا کہنے کی کیا بات ہے۔ مگر لوگوں سے آج کل تہذیب رخصت ہو گئی۔

اپنے مطلب کے سامنے کسی کی تو ہین کچھ حقیقت نہیں رکھتے ہیں نہ یہ ارسانی کی پرواہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد ابھی ایک دوسرا خط ایک شخص کا آیا ہے جس میں کم بخت نے حق تعالیٰ کی شان میں بڑی گستاخی کی ہے۔ پھر ان سے پوچھتا ہے کہ میں کافر تو نہیں ہوا۔ کم بخت مردود اب بھی کفر میں شک کرتا ہے۔ اسلام کی سستی چیز ہے کہ تم اس کو ہلکے دوا اور دو پیسے ہی رہے۔ جب حق تعالیٰ کے ساتھ لوگوں نے تمسخر کا یہ حال ہے تو مجھ ناچیز کے ساتھ کروں بیباکی سے تو کیا شکایت کی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی کوئی نکتہ چینی کرے تو اس نکتہ چینی سے خوش ہیں اور اللہ میاں شکر کے بھی مستحق ہیں اور تعریف کے بھی۔ اور اگر ہم بندوں میں کوئی نکتہ چینی کرے تو نہ ہمیں عوذ باللہ نہ شکر کے مستحق ہیں نہ تعریف کے بلکہ اپنی شکایت اور گستاخی پر ترستے ہیں۔

ابھی اور سنیے یہاں ایک واقعہ ہوا ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اس کے ورثہ میں ایک بیوی تھی ایک بیٹی اور ایک حصہ جو دار تھا۔ اور جس سے مرنے والے کی مخالفت تھی۔ جب ترکہ نکلوا گئے تو مولویوں نے اس حصہ کا حصہ بھی نکلا۔ اس پر سارے ورثا نے فتویٰ کو اور سختی کو برا بھلا کہنے لگے کہ یہ بھی کوئی بات ہے کہ جس سے رشتہ دار کو وارث بنایا جائے۔ میں نے کہا کہ شریعت کی قدر کوئی اس حصہ کے ان سے پوچھے جس کو خلاف امید رقم مل گئی اگر تم شریعت کو برا کہو گے تو اس کے پاس رقم جائے گی وہ اچھا کہے گا۔ خلاصہ اگر تم کو کسی ایسی جگہ سے شریعت میراث دلوائے جہاں سے تم کو امید دو درہم بھی نہ ہو تو پھر اس وقت تم بھی شریعت کی تعریف کرنے لگو گے۔ غرض خدا کے ساتھ مال اور رزق کا تعلق ہے پیدا ہو جائے تو اللہ میاں سب کچھ ہیں اور نعوذ باللہ کچھ بھی نہیں۔

ایک اور خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا۔ شوہر اور بھائی وارث ہیں۔ مگر شوہر شیعہ ہے اور شیعہ کا نکاح سنیہ سے جائز نہیں۔ اس لیے تجہیز میں بھی وارث ہوں یعنی بھائی تو میں نے اس پر لکھا کہ سوال کے ساتھ یہ بھی تو لکھا ہوتا کہ میری بہن نے میں سال تک حرام کرایا اور میں اس پر راضی رہا۔ تم لاکھ تھیں تھی کہ چار پیسوں کے واسطے اپنی بہن کو عمر بھر کے لیے رانڈ بنائے اور اپنے کو ویوٹ قرار دینے لگے۔ جب تم کو معلوم تھا کہ شیعہ سے سنیہ کا نکاح جائز نہیں تو تم نے اپنی بہن کا نکاح بوجھ کر شیعہ سے کیوں کیا تھا؟ پھر میں نے لکھا کہ نکاح سے پہلے تجھ سے مسئلہ پوچھتے تو میں نکاح کو نا جائز ہی بتلاتا۔ باقی اب تو میں تمہارے چار پیسے سیدھے کرنے کے لیے ایک مسلمان عورت کو غیر

نہیں پا سکتا۔

[illegible]

تعلق باللہ کی صورت

صاحبو! اس کا نام تعلق نہیں۔ [illegible] سے کسی کو محبت ہو جاتی ہے تو یہ حالت [illegible]

[illegible]

صاحبو! محبت کا سب کمال اور احسان اور [illegible] اللہ تعالیٰ کا ہے اور کامل طور پر موجود ہیں۔ اس سے بھی محبت ہو تو چراغ سے ہوگی۔ جو بھی ہے خدا تعالیٰ ہوں ہیں۔ تمام حسن و جمال کے مبدء و منتہا ہیں۔ تو جب حق تعالیٰ ایسے محبوب ہیں تو ہم کو ان کی مرضی کی رعایت کرنا چاہیے۔ حق تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ قرآن محفوظ رہے تو آپ کو اس کی طرف جھکنا چاہیے اور اس کے الفاظ کا پڑھنا چاہیے۔ یہ کہ الفاظ اضافی، ہوں قائل، تمام ہیں مگر الفاظ میں اتنی بات زیادہ ہے کہ معانی کی حفاظت الفاظ کی حفاظت پر موقوف ہے کیونکہ معانی کا مدار الفاظ پر ہے۔

حضور ﷺ کا حافظہ اور قوت

دیکھئے سب سے پہلے معانی قرآن کا نزول حضور ﷺ کے قلب مبارک پر ہوا ہے مگر وہاں بھی بواسطہ الفاظ کے ہوا ہے۔ حضور ﷺ کو الفاظ کا اس قدر اہتمام تھا کہ جب وحی نازل ہوتی، تو آپ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔ حالانکہ حضور ﷺ کا حافظہ بہت قوی تھا بلکہ

سارے ہی قوی معصوم تھے کہ ہر شخص اس کی عمر میں بھی آپ کے ہم عمر اور ہم عصر تھے جو میں سے زیادہ نہ تھے باوجود یہ کہ حضور ﷺ اوائل سے زیادہ تھے۔ یہ کہ جس قوم میں آپ نے تبلیغ اسلام شروع کی ہے وہ سب کی سب جاہل تھی اور شریعت کے نام سے واقف بھی نہ تھی۔ آپ نے تنہا اس قوم میں توحید اسلامی کی دعوت شروع کی ابتدا میں سب کے سب آپ کے مخالف ہو گئے اور ابوطالب کے سوا کوئی موافق نہ ہوا۔ حتیٰ کہ ایسی حالت میں تنہا کسی کو کتنے بڑے فکر کا سامنا ہوتا ہے خصوصاً جب کہ وہ شفیق مہربان بھی ہو اور اپنی قوم کی صلاح کامل سے طالب بھی ہو۔ اس کو کسی جاہل قوم کی صلاح کی تدابیر سوچنے میں کتنے بڑے فکر کا سامنا ہوا ہوگا۔ جس پر قرآن شاہد ہے جہاں آپ کو فرماتے ہیں

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین

کیا آپ اس کی فکر میں اپنی جان دے دیں گے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اور کبھی فرماتے ہیں کہ آپ اس پر مسلط نہیں بھیجے آپ سے اس کے متعلق یہ سوال نہ ہوگا کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے اس آپ کے ذمہ صرف تبلیغ کرنا ہے۔ ان علیک الا البلاغ۔ اس آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو قوم کا بڑا غم تھا۔ اور سب سے بڑا فکر حضرت کا تھا۔ جس کو دل سمجھ سکتا ہے جس کو فکر آخرت کا کچھ ذوق حاصل ہوا ہو۔ حدیث میں اس کے متعلق یوں آیا ہے کہ

کان دائم الفکرۃ متواصل الاحزان

کہ حضور ﷺ ہمیشہ متفکر اور غمگین رہتے تھے۔ ایک لمحہ بھی آپ کو کمی نہیں ہوتی تھی۔

اور خود حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

واللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا ولخرجتم الی الصعدات تجئرون۔

بخدا اگر تم کو وہ امور معلوم ہوتے جو مجھے معلوم ہیں (یعنی احوال آخرت) تو تم بہت کم ہنستے اور زیادہ رویا کرتے اور چیختے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے۔ باوجود افکار عظیمہ کے پھر بھی آپ کے بال میں سے زیادہ سفید نہ ہوئے تھے۔ جو تمام قوی کے معصوم ہونے کی دلیل ہے۔ جس پر واقعات کثیرہ شاہد ہیں۔

ایک عارف اسی کو فرماتے ہیں ۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مقصود کی طرف غور کرتا ہوں۔

آخرت کے سکے

یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ مدوں معنی کے سمجھے قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ۔ کیونکہ ایک فائدہ تو یہی ہے کہ معانی کی حفاظت بدوں الفاظ کے نہیں ہو سکتی اور حفظ معانی کی ضرورت آپ کو بھی مسلم ہے۔ یہ جواب تو اس شخص کے موافق ہے اور جس کل عقل و حواس کی پرستش زیادہ ہے۔ اس سے یہ جواب تفہیم یافتہ جماعت پر زیادہ صحت سے وارد ہے کہ یہ جواب نقلی ہے جو دیندار پر حجت ہے حق کے سامنے عقل کی پروا حقیقت نہیں سمجھتے۔ وہ یہ کہ حضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ قرآن کے ہر لفظ پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ جس سے بعد مدت دراز کے خدا کے نام طویل میں اس وقت پچاس نیکیاں لکھی گئیں شاید عقل پرستوں کو یہ جواب چیستاں معلوم ہو مگر حقیقت میں یہ جواب قیمی نقد ہے اس کی قدر مرنے کے بعد معلوم ہوگی جب نیکیوں کی ضرورت ان کے سامنے پیش ہوگی

[illegible] کی دکان سے جیب کی پیسہ پاس ہو تو بڑے بڑے اور مجیدیاں بہت سی جمع ہوں [illegible] سے کہا جائے گا کہ تجھے کیا نفع ہوا اس سے تجھ میں کہتا ہے کہ ہاں مجھ کو نفع نہیں معلوم ہوتا لیکن یہ ہے کہ اس میں مجھ معلوم ہو جائے گا۔ پھر یہ مجھ دراس کا مضحکہ اڑائے اور کہے کہ ارے نادان مجیدیاں جمع معلوم ہوں گی۔ اب مجھ کس سے پاس ہوں گی مجیدیاں جمع تھیں وہ تو سب کی سب اس کے پاس سودا لینے کے واسطے چلے گئے تو یہ پیسے بہت ہیں مگر بالکل بے فائدہ ہیں۔ وقت پر ان سے کچھ نہ ہو سکے گا۔

[illegible] آپ کے ان منکروں کی کچھ قدر نہیں ہوتی [illegible] روپیہ کی قدر ہے [illegible] ان کی قدر ہے [illegible] ان کی [illegible] ان کی [illegible] ان کی

مگر بھی اس واسطے قدر نہیں کہ یہ بار دار اس لئے کا نہیں ہے یہاں یہ تسلی نہیں لیکن مگر آپ مسلمان ہیں اور آخرت وقیامت کے آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ پھر اس شئی کی بے قدری کس لیے ہے۔ واللہ وہاں جا کر آپ افسوس کریں گے کہ ہائے ہم نے دنیا میں قرآن کی تلاوت کیوں نہ کی جو آج مالا مال ہو جاتے۔ وہاں اس وقت اپنے ان غذاؤں اور بھاؤں پر افسوس ہوگا جو آج کل تحصیل قرآن میں کئے جاتے ہیں۔

عقلی اور طبعی محبت

مجھے بعد رطقوئی کی شکایت ہے کہ یہ طلقہ بھی تلاوت قرآن کا پوری طرح اہتمام نہیں کرتا بعض یہ عذر کرتے ہیں کہ ہمارے وقت نہیں ملتی۔ بعض اور عذر کرتے ہیں مگر یہ لچھے ہوئے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا کے دھندوں سے بہت سا وقت فارغ کر لیتے ہیں۔ اس وقت کو کہاں سے وقت مل جاتی ہے۔ پھر ان کو تلاوت قرآن کے لئے تھوڑا سا وقت کیوں دشوار ہوتا ہے

قلق اور بے چینی [illegible]

دوستوں سے راضی [illegible] ہونے کا مطلق اہتمام نہیں۔ بتلایئے اگر خدانخواستہ محبت میں یہ ہو جائے کہ محبوب کے ملاں اس دوست سے ایک گھنٹہ تک باتیں نہ کریں تو کیا گھنٹہ بھی باتیں نہ ہوں گی۔ ہاں بچا محبت تو یہ ہوگا کہ یوں سمجھے کہ ہم دو گھنٹہ تک محبت میں [illegible] دو چار منٹ آپ سے حساب کی بات کریں لیکن آپ یہ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ آپ احمد خان سے محبت کرتے ہیں اس لئے کہ آپ موحد ہیں اور موحد کی شان یہ ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں ۱۲)

اس آپ احمد خان سے صرف محبت ہے [illegible] محبت سے بھی تو محبت ہیں۔

بعض لوگوں کو شبہ ہوا ہے کہ [illegible] محبت سے عقلی محبت زیادہ معتبر ہوتی ہے مگر یہ صحیح نہیں [illegible] محبت سے عقلی محبت میں [illegible] عقلی محبت کو طبعی محبت پر [illegible] طبعی محبت ماں باپ کی محبت اولاد سے [illegible] یہ محبت بعض اوقات عقلی محبت کے ساتھ بھی ہوتی ہے [illegible] عقلی محبت کے [illegible] ہوتی ہیں۔

[illegible]

[illegible] کے لئے [illegible] اور معلوم ہوگیا کہ الحمدللہ مجھے حضور ﷺ کے ساتھ کس محبت سے
زیادہ محبت اور کس سے کچھ کمی ہے۔

جرم کا [illegible] کہ [illegible] ہے [illegible] مرا [illegible] ہے [illegible] روی

[illegible] سے [illegible] وقت معلوم ہوتا ہے کہ واقعی [illegible] ہیں۔ [illegible] کسی سے محبت
[illegible] ہوتا ہے کسی محبت کے پائے جانے [illegible] مثلاً خوص کر کہ ایک شخص [illegible] ہوں باپ ہونا
[illegible] ایک شخص [illegible] ہوں گی شان میں [illegible] آتا ہے [illegible] ہوں [illegible] ہوگا۔
[illegible] جس سے اللہ ہوں گی شان میں [illegible] ہے کس [illegible] ہوگا [illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہوگا۔ [illegible] ہوں [illegible] ہوں باپ
[illegible] ہوں گی شان میں [illegible] ہوں [illegible] ہوں [illegible] ہوں
[illegible] ہوں [illegible] ہو

باتیں کرتا ہے۔ پھر حیرت ہے کہ آپ عاشق ہو کر اپنے محبوب سے باتیں کرنا نہیں چاہتے۔ حالانکہ محبت وہ چیز ہے کہ عاشق طرح طرح سے اس کے بہانے ڈھونڈا کرتا ہے کہ محبوب سے باتیں کرنے کا موقع ملے۔

حضرت سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سوال ہوا تھا

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ۔ اے موسیٰ! تمہارے دہنے ہاتھ میں کیا ہے؟

اس کے جواب میں صرف اتنا کافی تھا کہ عصا کہہ دیتے مگر نہیں چونکہ اس کو محبت تھی تو اس وقت کو غنیمت سمجھا کہ محبوب سے باتیں کرنے کا موقع ملا ہے۔ لہٰذا بہت سے تفصیل سے جواب دیا

هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي ۔ یہ میری لکڑی ہے میں اس پر سہارا لگایا کرتا ہوں اور اس سے بکریوں کے لئے پتے جھاڑا کرتا ہوں۔

کتنی طویل کی ہے کہ کسی بڑھا دیتا متکلم کا صاد کیا آخر میں پھر اس بھی کے منافع دو جملوں میں بیان کئے اور اس کے بعد فرمایا۔ ولی فیہا مآرب اُخریٰ ۔ کہ اس میں میرے اور بھی مقاصد ہیں۔ یہ اس وسیلے بڑھایا تاکہ آئندہ بھی کلام کی گنجائش رہے کہ شاید حضرت حق ارشاد فرمائیں کہ ہاں صاحب وہ اور مقاصد کیا ہیں، ذرا وہ بھی بیان کیجئے۔ تو پھر اور باتیں کروں گا۔ یا خود ہی عرض کروں گا کہ حضور اس وقت اس کی شرح نہ ہوئی تھی، اب میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ غرض آئندہ باتیں کرنے کی گنجائش رکھ لی۔ یہ بات بھی دہن میں آئی۔

غرض عشاق کو محبوب سے باتیں کرنے میں عجیب مزہ آتا ہے اور یہ دولت مسلمانوں کو گھر بیٹھے ہر وقت نصیب ہے کہ وہ جب چاہیں اللہ تعالیٰ سے باتیں کریں یعنی قرآن کی تلاوت کرنے لگیں۔ پھر حیرت ہے کہ قرآن کے معنی سمجھے پڑھنے کو بے فائدہ بتلایا جاتا ہے۔ کیا یہ فائدہ چھوٹا کم ہے۔ ہاں یہ بہت بڑی دولت ہے مگر اس کی قدر محبت والے جانتے ہیں۔ اس محبت کی علامت ہے عشاق کی تو یہ حالت ہے کہ محبوب کا نام سننے میں بھی مزہ آتا ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے

الا فاسقنی خمرا وقل لی ھی الخمر ولا تسقنی سرا اذا امکن الجھر

کہ مجھ کو شراب پلا اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا رہ کہ شراب ہے شراب ہے۔ مزہ شراب کا منہ سے لگ جانے کے بعد اس کی کیا ضرورت ہے کہ نام بھی لیا جائے۔ اس کا بھی مزہ ہے کہ محبوب کا نام سننے میں

بھی مزہ آتا ہے۔ پھر خصوصاً جب کہ مسلمانوں کو حمد کا نام سنتے ہی مزہ آتا ہے۔ اور قرآن سے زیادہ خدا کا نام کس کتاب میں ہوگا۔ حدیث میں قرآن پڑھنے والے کا نام حامل اور حاملہ بھی رکھا گیا ہے اور حامل حمد ہی ہوتا ہے اس طرح کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ کوئی نہیں ہو سکتا اور گویا اللہ کے اوصاف لینے کی ہیں مگر ذکر اور تلاوت قرآن سے زیادہ کوئی طریقہ بہتر نہیں حدیث سے یہ بات تصریح کے ساتھ ثابت ہے۔

الفاظ سے عشق

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے الفاظ کا اس قدر عشق تھا کہ آپ خود تلاوت کرتے ہی تھے۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ انہوں نے عرض کیا اعلیک انزل وعلیک ارسل (اوکی قول) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سناؤں حالانکہ آپ ہی پر تو قرآن اترا ہے۔ فرمایا ہاں! میں دوسروں کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی سے یہ درخواست کیوں کی حالانکہ سب سے زیادہ قرآن آپ کو یاد تھا۔ اور اس کے معانی بھی آپ کے ذہن میں حاضر تھے۔ صرف اسی لئے کہ قرآن کے الفاظ سے آپ کو عشق تھا۔ اور دوسرے کی زبان سے سننے میں جو یکسوئی کے مزے زیادہ آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف الفاظ قرآن بھی بڑی حد تک مستقل مطلوب و مقصود ہیں۔

علاوہ اس سے بڑھ کر الفاظ قرآن کا نفع اور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کی قرأت کی طرف بہت توجہ فرماتے اور نہایت توجہ سے سنتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ اگر کسی عاشق کو کسی مخبر سے یہ معلوم ہو جائے کہ محبوب تیرا گانا سن رہا ہے تو بتلایئے وہ کیسے مزے لے لے کر گائے گا اور کس طرح بناسنور کر پڑھے گا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فضل اور اصدق کون مخبر ہوگا۔ سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے کہ حق تعالیٰ قرآن پڑھنے والے پر بہت متوجہ ہوتے اور نہایت توجہ سے اس کی قرأت سنتے ہیں۔ اس سے بھی الفاظ کا مقصود ہونا ظاہر ہے کیونکہ قرأت اور استماع، الفاظ ہی کے متعلق ہے نہ کہ معانی کے۔ اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب قرآن پڑھتے ہوئے اس امر کا استحضار کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ ہماری قرأت کو سن رہے ہیں۔ اس امر قلبی کا اثر یہ ہوگا کہ بہت احتیاط اور اہتمام کے ساتھ صحت کا لحاظ کر کے قرأت کی جائے گی اور بے پروائی کے ساتھ نہ پڑھا جائے گا۔

توجہ الی الفاظ کی ضرورت

[illegible]

لذت الفاظ و معانی

[illegible]

الفاظ قرآن ہے معنے کی ہو تے تو عاشق کے لئے یہی کافی تھے۔ کیونکہ محبوب کی ہر شئی ہر ادا عاشق کو پیاری ہوتی ہے چاہے تو وہ دشمن ہی ہو۔ ایک لذت محبوب کے ہاتھ سے مٹنے کی دوسری لذت اس چیز سے کھانے کی۔ اور جاہر ہے کہ عاشق کے قتل کے لئے تو یہی لذت کافی ہے۔ اس کو محبوب کے ہاتھ سے چیز ملی ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ اس چیز کو کھا بھی لیتا ہے۔ بعد محبوب کی یادگار سمجھ کر تبرک کے رکھ لیا جاتا ہے۔ جیسے حضور ﷺ نے ایک صحابی کو ایک قمیص دیا تھا۔ اس نے اس قمیص کو کفن میں پہنایا۔ اپنے پاس نہ رکھا۔ یہ عشق کے لئے الفاظ قرآن میں سے جس کے منہ سے جو لفظ نکلتا ہے وہ اس کی طرف سے ہدیہ ہوتا ہے۔ اس میں اصل کی ہو یا نقل کی ہو۔ معنی کے ساتھ ہو یا نہ ہو۔ یہ سب کچھ قبول ہے کیونکہ یہ سب محبوب کی طرف سے ہدیہ ہے۔ اور الفاظ قرآن اس حیثیت سے ہدیہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔ گویا یہ قصد کے معنی اصل میں وہ الفاظ ہیں کہ جن کے ساتھ اصل حیثیت سے اللہ تعالیٰ کا قصد ہو۔ اور اس حیثیت سے وہ قرآن ہے اور یہ ہدیہ ہے۔ اس کے معنی میں یہ بات ہے کہ یہ الفاظ ہیں کہ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قصد فرمایا ہے کہ ان کو محبت سے نکلے ہوئے الفاظ سے قرب حاصل ہو۔ تو و

ب اس مقصود کے لئے ہر عاقل دباغ عورت کافی ہے اور ایک صورت ہے کہ رنگ بھی اجلا ہو، ناک نقشہ بھی خوبصورت ہو اور عاقل بھی ہو۔ اگر صورت بیکار ہے تو یہاں صورت پر یوں مرتے ہو؟ دریوں اس کے لئے جائے چھوٹی ہوتی ہے؟

اسی طرح دوسری چیزیں بھی ہیں جو باہم یکساں خاصیت رکھتی ہیں مگر بعض دوسری کو صورت نوعیہ کی وجہ سے فضیلت دیا جاتا ہے۔ کیونکہ دوسری میں بعض موثر بالخاصہ بھی ہوتی ہیں جیسے تعویق کہ بعض حفظان کو نافع ہے۔ تو ایسی دوسری صورت نوعیہ کی وجہ سے مؤثر ہوتی ہیں۔ یہاں صورت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔

اسی طرح بہت سے الفاظ باہم متحد المعنی ہوتے ہیں مگر صورت کی وجہ سے ان میں بڑا فرق ہوتا ہے اسی لئے بعض الفاظ القاب و آداب میں اپنی صورت کی وجہ سے مطلوب ہوتے ہیں اگر ان کی جگہ دوسرے الفاظ لیے کے ہم معنی ہو سے جائیں تو سخت حماقت قرار دی جاتی ہے۔ مثلاً کوئی باپ کو برخوردار اور چشم لکھے تو پاگل شمار ہوگا۔ حالانکہ ان کے معنی چوتھی بار سے نہیں۔ برخوردار کے معنی دم ظلم کے ہے کہ ہمیشہ دنیا سے پھل کھاتے رہیں یا سب نصیب ہوں۔ اور چشم کے معنی ہیں آنکھ کی روشنی۔ تو باپ تو آنکھ اور کان سب ہی کا وسیلہ ہے۔ یہ آنکھ کی روشنی بھی اولاد کو باپ ہی سے ملی ہے۔ تو معنی تو برے نہیں مگر الفاظ کی صورت کی وجہ سے کاتب کو احمق اور پاگل بنایا جاتا ہے معلوم ہوا کہ یہ دعوی غلط ہے کہ معنی ہی ہمیشہ مطلوب ہوتے ہیں اور الفاظ مطلوب نہیں ہوتے۔

اس سے بڑھ کر اور سنئے۔ انسان کی ایک صورت ہے اور ایک معنی۔ چنانچہ معنی انسان روح انسانی ہے جس کی بدولت آدمی گدھے، کتوں سے ممتاز ہے۔ تو اگر یہ دعوی مان لیا جائے کہ صورت محض بیکار ہے تو ان مدعیوں کو چاہیے کہ اپنی اولاد کا گلا گھونٹ دیا کریں کیونکہ یہ تو محض صورت ہے۔ اس کی کیا ضرورت ہے بلکہ مقصود تو معنی سے یعنی روح اور وہ گلا گھونٹنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے کیونکہ موت سے ارواح فنا نہیں ہوتیں۔ تو کیا اس کو کوئی عاقل گوارا کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ معنی کی طرح صورت بھی مطلوب ہے۔ پھر قرآن ہی میں اس کے خلاف یہ نیا قاعدہ کیوں جاری کیا جاتا ہے کہ اس کی صورت یعنی الفاظ بدون معنی کے بیکار ہے۔ الحمدللہ ہم نے مختلف وجوہ سے مسئلہ کو ثابت کر دیا کہ الفاظ قرآن بدون فہم معنے کے بھی مطلوب ہیں اور ان کا پڑھنا ہرگز

بامحاورہ قرآن کا اردو ترجمہ

کو مواد بہ کر سکے گا۔

اردو میں نماز

خام میں کوشش کا نتیجہ حاصل ہو جاتا ہے۔

[illegible]

[illegible] اللہ اجران (ایک قال)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تفویض وطلب کی ضرورت

[illegible]

مولانا خلیل احمد صاحب کا پوری جو رسول نما کے لقب سے مشہور ہیں۔ کیونکہ ان کی یہ کرامت تھی کہ وہ ہر شخص کو بیداری میں سید عالم رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرا دیا کرتے تھے ان کا قصہ ہے

کر جو میں اس کے حمام کی تجھے خبر کروں وہ وعدے کروں۔ گر تجھے عشق کا محل نہیں تو عاشق ہونے کا دعویٰ ہی کیوں کیا تھا؟ جو پانا کام کر سودا تا آپ کو اب تک طلب ہی حاصل نہیں تو مطلوب کیوں کر حاصل ہو۔ طلب تو وہ چیز ہے کہ دل کے اندر پیوست ہو جائے جو کسی کے نکالے نہ نکل سکے۔ گر عاشق خود بھی اس کو نکالنا چاہے تو نکالے پر قادر نہیں ہوتا شاعر کہتا ہے۔

عدن حضوریں حوں قلبی لا تھر ☆ دعوی حبہ مع فی سودہ

اور جب آپ طلب کو دیوں میش و راحت حاصل کرنے کے لئے چھوڑ سکتے ہیں تو یقیناً آپ کے دل میں طلب نہیں بلکہ محض نام ہی نام ہے۔ عشق وہ چیز ہے کہ عاشق کو یقین ہو جائے کہ اس میں میری جان جاتی رہے گی اور اس سے پہلے کہ میں مروں گا جب بھی وہ عشق نہیں چھوڑ سکتا اور یوں کہے گا۔

گر شہید بدامت و بروں ☆ شرہ عشق ست و طلب ہر ں

عاشق موت سے بھی نہیں ڈرتا۔ یہاں کہ وہ تمنا رکھتا ہے کہ محبوب بھی دیکھے کہ یہ میری محبت میں جان دے رہا ہے تاکہ اس وقت محبوب سے حقانی کہہ سکے یوں کر سکے۔

بجرم عشق تو می زنند خونم چیست ☆ تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا ایست

بندہ عاشق سکے یہ محبوب کی طرف سے ہر ستم کی محبت میں جان دے دینا بھی کامیابی ہے اور حق تعالیٰ کا ہم کو اور ہی محبت کا علم دے جانا بھی ہے۔ پھر یہ لوگ کامیابی نہیں سمجھتے۔

میرے جواب کے بعد ان عالم صاحب کا دوسرا خط آیا کہ اب تو مجھے صاف ہی کہنا پڑا۔ [illegible] صاف صاف لکھوں۔ میں نے جواب دیا کہ [illegible] مجھے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص [illegible] معلوم صاف کہے پر آمادہ ہو جائیں گے [illegible] تو تا بھی یہ ہے جس کو میں نے جانا ہوں تفصیل سے یہ معلوم ہو جائے گا اس مجھے معاف [illegible] کسی ایسے شخص سے رجوع کریں جو میری طرح [illegible] کامیاب ہوئے [illegible] تو ایسے طالب کو کان پکڑ کے بھاگ جانا ہے جو عشق کے طلب میں ایسی شرطیں لگائے۔ طالب کی شان تو یہ ہونا چاہیے کہ

ناخوش تو خوش بود بجائے من ...

کیا طلاب حد کو کھ کے ساتھ تا تعلق بھی ہے سوچتا ہوں ہے ہوتا ہے کہ بعض اوقات ہم
بچوں کو مارتی بھی ہے دھکے بھی دیتی ہے مگر جیسے دھکے دیتی ہے بچا اتنا ہی ہو پتا ہے اس کو نہیں چھوڑتا
واللہ جو طلاب حق ہیں مگر ان کو دھکے بھی ایسے ملیں اور پورا یقین ہو جائے کہ ہمارے ہی رہیں
گے اور دور نہیں جائیں گے جب بھی وہ طلب کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔ مہربان ماں کی یہ ہے کہ وہ بچے
آقا کے راضی کرنے کی کوشش میں لگا رہے۔ اور میں قسم کھا کتا ہوں کہ عاشق حق اور طلب حق کی ناکامی،
عاشق غیر اور طلب غیر کی کامیابی سے ہزار درجہ بہتر ہے کس دن ہے کہ میں کامیابی سمجھ رہا ہے۔
مگر ناکامی دیکھ رہی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ حق کی ناکامی اور باطل کی کامیابی کبھی نہ ہوئی ہے نہ ہوگی
نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔

راحت طلبی کا نتیجہ

یہ ناکامی دنیا میں مکمل کامیابی راحت، طمینان کا ذریعہ ہے تو اہل باطل کامیابی کے لئے
اختیار کئے جاتے ہیں اور یہ طالب حق نے پایا ہے سے زیادہ ... پیشوا ... اصل وجہ تھی
ہے کہ کم سے چاہا تھا اور ہو گیا کچھ اور ... مل ... والا ...

ہمارے ... چاہنے کا سلسلہ ایسا ہے جیسے ... کھانے کی کوئی خاص ... ہے کہ ... کھانے
کا رہتا تھا۔ اس نے معتقدوں سے اصرار کیا کہ ... نگوٹی ... یہ ... اصرار
سے اس نے نگوٹی ... کھانا ... اس ... کا ... کھانوں
کو کھانے کا ... ہو ... اس ... کا ... کا ... کا ...
جب نگوٹی ... ہو ... کا ... ان ... معتقدوں ... ان ...
بلی پالی اور بلی کھانا ... ان ... کھانے ... کا ... کل
آئی ... ان ... نگوٹی ... ہو ... کا ... ہو ... کا ... ہو ...
... دیکھا کہ ایک مجمع ... ان ... طالب ... ان ... تفصیل ... ان
... معلوم ہوا کہ یہ ... نگوٹی ... ان ... نگوٹی ... ہو ... ہو ...
دیتے ہیں۔ ایک درہم کی نگوٹی کے لئے تاجر ... اسی طرح ہماری ... محبوب کی نگوٹی ہے کہ ...

میں شاں سے شاخ نکلتی جاتی ہے اور ہر پر شاخیں بڑھتی جاتی ہیں اس لئے اہل اللہ نے اس تحریر ہی کو رخصت کر دیا۔

اہل اللہ کی راحت کا راز

اس کی علامت سے تحریر کا شبہ نہ کیا جائے۔ وہ اہل اللہ بھی کرتے ہیں اور دیا دے بھی مگر اہل اللہ کی علامت حاصل ہے اور اس کی علامت جدا ہے۔ اور وہ حاصل ایک ایسی چیز ہے جس سے یہ لوگ بے نیاز ہو گئے ہیں اور تم نہیں ہو سکتے۔ گو ظاہر میں تم سے زیادہ کھاتے ہو اور گھنٹوں دعا میں مشغول رہتے ہو لیکن وہ نور جو ان کو حاصل ہے وہ تم کو حاصل نہیں۔

شاید اس بات کے سمجھنے میں [illegible] دشواری ہو [illegible] اور کہتے ہیں۔

[illegible]

[illegible]

وہ اس لئے کہ اہل اللہ عارف ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے سب کچھ مانگتے ہیں مگر رضا باللہ کے ساتھ۔ [illegible] باتوں کی [illegible] جب بھی اللہ تعالیٰ سے کسی طرح مانگیں گے جیسے دعا سے پہلے تھے۔ وہ محض حکم کی بجا آوری کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اس واسطے دعا نہیں کرتے کہ خواہ مخواہ مانگنا ہے اور ہی مل جائے بلکہ اس لئے دعا کرتے ہیں کہ حکم ہے اور اس لئے حکم ہے کہ بندہ کی عبدیت ظاہر ہو کہ بندہ ہر وقت اپنے مولیٰ کا محتاج ہے اور ہر وقت اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے اہل اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ کی حاجت ہوتی ہے۔ پھر جس وقت وہ حالت عبدیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو کر متوجہ ہوتے ہیں اس وقت ان کو راحت ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ تو اہل اللہ کا ہی کر سکتا ہے۔ اس واسطے اہل اللہ فرماتے ہیں۔

[illegible] ایک وقت ایسا ہوتا ہے [illegible] اس وقت ہم [illegible] فرماتے ہیں۔

[illegible]

یہ تو راحت کا حال تھا

عزت حکام و اہل اللہ کا فرق

عزت کو اگر دیکھو تو اہل اللہ کی عزت دنیا و حکام تک نہ قلوب میں ہوتی ہے جن کی دنیا والے خوشامد کرتے پھرتے ہیں پچھلے دنوں الفقیہ گورنر مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب کی زیارت و ملاقات کو حاضر ہوئے تھے۔ یہ عزت نہیں تو اور کیا ہے۔ کوئی ماتحی پر چڑھنے کا نام عزت تھوڑی ہے پھر اہل اللہ کی عزت محبت و اشرح کے ساتھ ہوتی ہے دنیا والوں کی عزت خوف ضرر و التماس کے ساتھ ہوتی ہے اگر محفل میں بھی بیٹھ جائیں تو وہیں قلوب مجتمع ہو جاتے ہیں [illegible] جہاں پہنچ جائیں لوگ ہوئے پھرتے ہیں کی نہ کسی بھی عزت نہیں ہوتی۔ [illegible] کی اپنی مجلس میں بھی عدل و انصاف کو کوئی نہ سلام بھی نہیں کرتا۔ یہ حاکم ان کو خوف خلق کا سلام کرتے ہیں یہ اصل میں ان کے کوٹ پتلون کو سلام ہوتا ہے۔ وہ یہ کوٹ پتلون کو چھوڑ کر معمولی لباس میں نکلیں پھر دیکھیں کہ کوئی سلام کرتے ہیں۔ اہل اللہ کی حالت یہ ہے کہ جس بستی اور جس مجلس میں بھی وہ بیٹھ جائیں ان کی عزت ہوتی ہے۔ کیونکہ عزت ان کی وجہ سے نہیں بلکہ اس ذات عظیم کی وجہ سے ہے جس کا نور ان کی پیشانی سے ظاہر ہوتا ہے اور ہر شخص کو نظر آتا ہے۔

نور حق ظاہر بود از روئے او ☆ ہیچ نبود ماشی از اہل دل

اور کسی نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔

مرد خدا کی پیشانی کا نور ☆ سب سے چھپا ہوا ہے پیش ولی شعور

یہ ایمان کی وہ قسم ہے جس کا نام ہے عزت و محبت وہ جاں حق سے وہ کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے جب مدعی بیت [illegible] ہوتا ہے وہ ہے اوہ ہے اوہ ہے اور حسن کو وہ بڑھاتا رہتا ہے [illegible] ہوتا ہے

نشناسد [illegible] تسلیم را ☆ ہزاراں از غیب جانِ دیگرست

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی [illegible] ہے ثابت ہوتے کہ اہل اللہ کا نام وہ ہے جس کی وجہ سے دلوں میں [illegible] ہے مجھے حضرت [illegible] رحمۃ اللہ علیہ کا نام سب سے زیادہ معلوم ہے۔ سب کے دلوں میں ان کی عظمت تھی نام ہے۔ حضرت شیخ [illegible] رحمۃ اللہ علیہ کا خرقہ [illegible] جس میں صدہا پیوند لگے ہوئے ہیں آج تک تبرک ہے بادشاہوں کے قیمتی تاج بھی آج معدوم

ہو گئے۔ یہاں ایک بات قابل تنبیہ ہے وہ یہ کہ حضرت شیخ کے خرقہ میں صدہا پیوند اس وسلے لگے ہیں کہ شیخ نے سالہا سال تک اس کو پہنا تھا جہاں سے پھٹا وہاں کبھی کسی قسم کا بھی کسی طرح کا پیوند لگا دیا۔ مگر آج کل جو درویشوں کا خرقہ تیار ہوتا ہے اس میں قصداً رنگ برنگ کے پیوند لگائے جاتے ہیں جس سے محض خوبصورتی اور نام مقصود ہوتا ہے۔

چنانچہ کانپور میں ایک درویش نے خرقہ بنایا تھا جو کانپور والوں میں سل کر تیار ہوا تھا۔ ظاہر ہے اس میں قیمتی کپڑوں کے پیوند رنگ برنگ کے لگے تھے۔ اور وہ بھی اور یوں سے مانگ مانگ کر جس میں کثرت سے چوری کے تھے۔ سو یہ خرقہ کیا ہے، خرقۂ گدائی ہے، خرقۂ گداگری ہے جو حالا رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کا ٹھیک مصداق ہے ؎

خدا صوفی را ہمہ سالی بیش باشد [illegible] ے ساعتی کہ مستعد جمع باشد

یہ حمد خدا تھا۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ اہل اللہ کے ہاں کسی کو لمبی عمر بھی مطلوب نہیں۔ اس کی عمر دنیا میں تو بے ہی عمر سے خدا کی یاد کرتی ہے

تعظیم اولیاء کی صورت

چنانچہ ایک مگر یہ سیاح نے سیاحتان کے متعلق اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ میں نے ہندوستان میں ایک عجیب منظر کو دیکھا کہ تمام میں ایک مرد قوم میں پایا جو تمام ہندوستان پر بادشاہت کر رہا ہے کہ چاروں طرف سے لوگ آتے اور اس کے سامنے ادب تعظیم کے ساتھ دست بستہ کھڑے ہوتے اور سر جھکاتے ہیں اور جو صرف نہیں ان کے قلوب بھی عظمت سے پر ہیں۔

مگر اس سے اس فعل کی وہ اعلیٰ عظمت کے حق [illegible] ہیں ہوسکتا۔ یہ فعل حرام ہے۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ قبروں کو چومنا، ان کے آگے [illegible] کہ جس عظمت کا وہی عزت و عظمت ہے جو فلک عالم میں جانے سے [illegible] کا عظمت ہے۔ سو جس کی قبر پر برسوں کوئی جا کر بھی نہیں پھرتا۔

اس طرح حضرات اولیاء اللہ کے مزارات ایسی تعظیم کی جگہ سے بڑے عالی شان پختہ بنائے جاتے ہیں یہاں بھی غشاء وہی عظمت ہے مگر اس کا ظہور بوں طرح ہو کہ یہ شرعاً تعظیم اولیاء کی یہ صورت حرام ہے اہل اللہ کی تعظیم کچھ اسی میں منحصر نہیں کہ ان کے مزار پختہ بنائے جائیں وہ تو کچی قبر میں

بھی ویسے ہی معظم و محترم ہیں جیسے کہ کسی قبر میں۔ بلکہ کسی قبر میں پڑے ہوئے مردہ سے تو زندہ ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ مختار رحمۃ اللہ علیہ کی کسی قبر پر ایسی ہیبت نہیں ہے جو سلاطین کی قبروں پر خاک بھی نہیں۔ اگر کسی کی آنکھیں ہوں تو اس کو معلوم ہو جائے کہ کسی قبر پر تو انوار ہیں وہ پختہ قبر ہیں اور اگر کسی کی آنکھیں بند ہوں تو وہ اس دلیل ہی سے سمجھ لے کہ اول تو انوار رحمت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور یہ پختہ مزارات تو مرتزوں، وزراء اور سلاطین کے بنائے ہوئے ہیں۔ بزرگوں کے بنائے ہوئے نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ مرتزوں اور سلاطین کی بنائی ہوئی چیزوں میں [illegible] ہوا پھر وہ کب تک کی تو پروا نہیں پھر یہ پختہ قبروں کے پتہ اور نشانات بنانے سے بھی کیا فائدہ ہے۔ یقیناً یہ بزرگوں کا کام نہیں بلکہ سلاطین و امراء کے پیچھے ہیں ہی دنیا میں رہنے والے ہیں۔ جو سلاطین کو ان سے ناشناس ہیں اور دنیا کی طرح ان سے تعلق رکھتے ہیں وہ ان سے جو تعلق اور دنیا والوں سے محبت ہے اس کی بنا پر ان کے مزارات سے بھی محبت رکھتے ہیں۔

جیسے یہ رئیس حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت رکھتے تھے اور ان کی [illegible] پوتیں [illegible] حضرت کی [illegible] کریں۔ مولانا نے ایک [illegible] صاحب کو آپ پس بلائے۔ آپ نے [illegible] کی [illegible] کے موافق قیمتی ہوگا اور میں حج کا [illegible] ہوں [illegible] کا۔ پھر اس کی حفاظت کیسے ہوگی۔ مجھے اپنی [illegible] اس [illegible] اس [illegible] جس [illegible] جب [illegible] کے [illegible] پسند [illegible] تو [illegible] کو [illegible] کو ناپسند کریں گے

اخلاص کی قدر و قیمت

[illegible] صاحب [illegible] ہیں [illegible] صاحب یا حوض [illegible] کوئی قیمتی ہدیہ [illegible] ہیں [illegible] یہاں [illegible] کی قیمتی چیزوں [illegible] قیمت نہیں [illegible] اخلاص کی قدر و قیمت ہے۔ اخلاص سے ساتھ [illegible] چیز بھی [illegible] ہوتا [illegible] اخلاص [illegible] اور [illegible] ہاتھ [illegible] ہوتا [illegible] بھی قدر کریں گے۔ اور بدون اخلاص کے ہزاروں کی بھی اس کی نظر میں کچھ وقعت نہیں۔

[illegible]

زیارتِ قبور کی غرض

اور مولانا نیاز فرماتے ہیں۔

[illegible] میں ان لوگوں سے یہ تسلیم [illegible] کہ [illegible] پختہ قبر بنانا یہ سب [illegible] حلال ہے [illegible] ہیں۔ کبھی تو قبر میں [illegible] کی قبر پر پیش کرتے جس کو وہ [illegible] سمجھتے اور کہتے کہ یہ [illegible] اس بات سے کہ یہ [illegible] ہیں یہ جواب دیتے ہیں مگر کچی بات تو [illegible] سے نکل ہی جاتی ہے اور [illegible] انصاف تو صاف صاف [illegible] ہی [illegible] کہتے ہیں۔

چنانچہ میں ایک بار حضرت شاہ [illegible] میں [illegible] کے [illegible] حاضر ہوا اس وقت وہاں پر [illegible] کا [illegible] میں [illegible] تھا [illegible] کہ [illegible] سے مجھے [illegible] کہ آپ [illegible] میں [illegible] ہیں [illegible] آپ [illegible] ہیں [illegible] میں [illegible] کہ میں [illegible] کہ [illegible] میں [illegible] صاحب [illegible] تھے [illegible] میں [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہی

[illegible]

فیوض قبور کی نوعیت

یہ خاص جلسہ میں بھی بیان کیا تھا۔ اس وقت بہت لوگوں کا خوش عقیدہ ہونا ان کے طہارت سے معلوم ہوا۔ خیر یہ تو شر التعلیم یافتہ جماعت کا تھا جس کا جواب مذکور ہوا۔

جاہل درویشوں کی غلطی

ایک شبہ درویشوں کا ہے جو بدقسمتی سے اس جاہل طبقہ ہے اور مسلمانوں کو عموماً درویشوں کی طرف میلان بھی زیادہ ہے حتیٰ کہ تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس سے رجوع کرتا ہے اور وہ بھی اس کے متعلق میں جو اوہام بے اصل روشن خیال لوگوں کے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان کو کارخانہ الٰہی میں دخیل سمجھتے ہیں اور اس کے لئے ایک شعر مشہور کر رکھا ہے ؎

اولیاء راست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز نگردد ز راہ

مگر اس کے حقیقی علم لوگوں نے سمجھے ہیں وہ باطل غلط ہیں کیونکہ اس میں جو سند مذکور ہے معلوم ہوا کہ اصل مدار قضاوقدر پر ہے۔ تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ ہی سے پالا پڑا جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ تو ان میں سے کسی درویش یوں کہتے ہیں کہ شریعت کا ایک ظاہر ہے ایک باطن۔ ایک صورت ہے ایک معنی اور اصل مقصود معنی ہے صورت مقصود نہیں۔ اور قرآن کے الفاظ اور اس طرح نماز روزہ کے ارکان یہ سب صورت سے لبد مقصود نہیں۔ اسی سے وہ اس کے بعد معتقد ہیں کہ جب معنی اور حقیقت تک رسائی ہو جاتی ہے۔ تو عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ شریعت کا ہے اس میں کسی کا قول اور کشف معتبر نہیں اور شریعت کا حکم ہے کہ

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ

جس سے معلوم ہوا کہ موت تک عبادت ضروری اور عبادت صورت و معنی دونوں کے متعلق ہے بلکہ زیادہ حصہ عبادت کا ظاہر ہی جو رہ جاتا ہے۔ قلب سے صرف نیت شرط ہے اس سے یہ قول غلط ہے کہ مقصود صرف معنی ہے ظاہر مقصود نہیں۔ مگر ان جاہل درویشوں نے ایک اور گل کھلایا کہ خود اس نیت ہی کے معنی بدل دیئے اور یہ کہا کہ یقین سے مراد ایک خاص درجہ ولایت کا ہے جب عارف اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو عبادت معاف ہو جاتی ہے۔ اور اس سے پہلے پہلے عبادت کا مامور ہے۔ اس مقام پر پہنچنے کے بعد صرف باطن سے عبادت کا مامور ہوتا ہے کہ دل سے خدا کا ذکر کرتا رہے۔ نماز روزہ کی صورت باقی نہیں رہتی اور اس کا نام ان لوگوں نے طریقہ قلندری رکھا ہے مگر یہ ساری خرابی فن کے نہ جاننے کی ہے۔

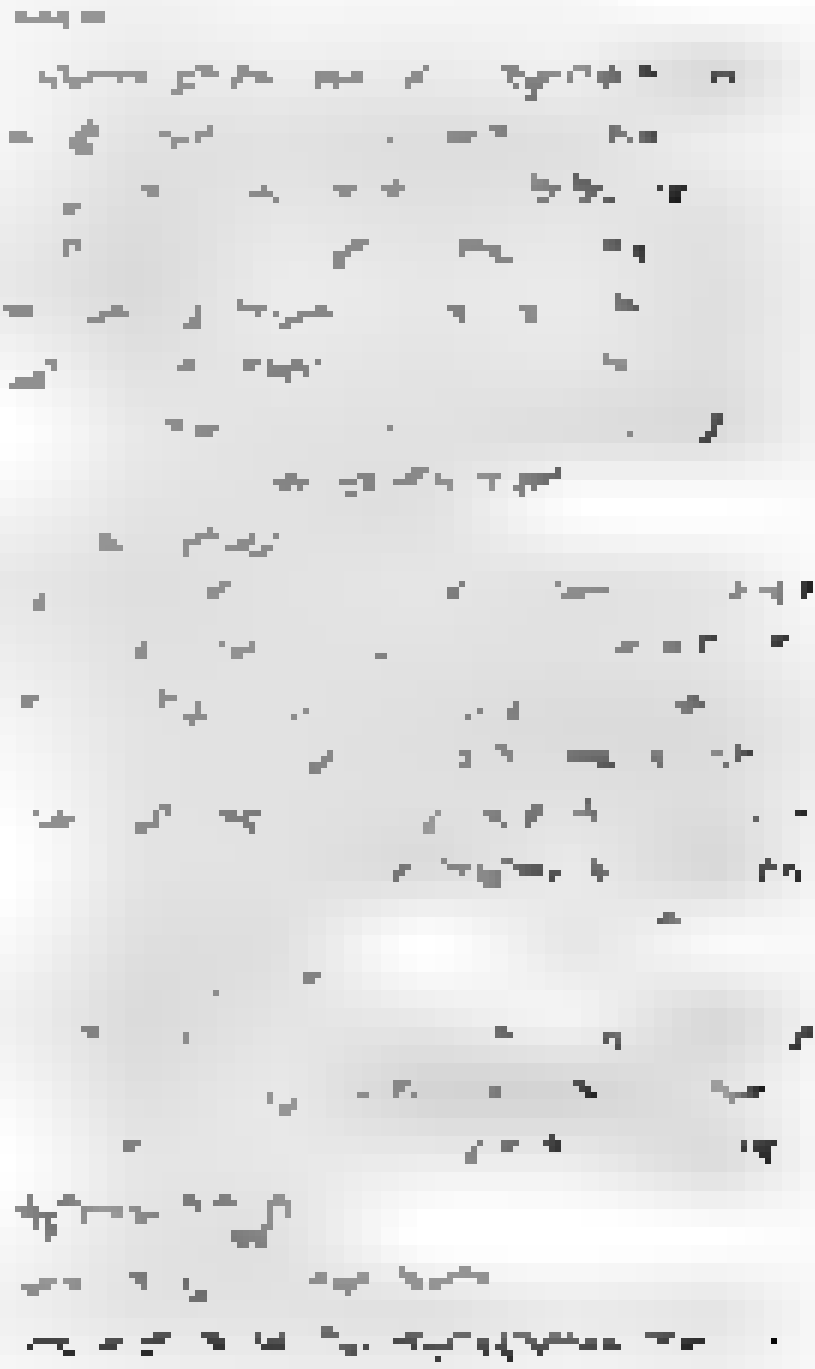

حقیقت قلندری

[illegible]

[illegible] کی وضاحت کر دی ہے کہ ان کی ذمہ داریاں [illegible] ہیں۔ یہ بات [illegible] کہ عبادات اطاعات خاصہ کی مقام پر مطلوب ہوتی ہیں۔ بلکہ معاملہ برعکس ہے کہ جس قدر قرب بڑھتا ہے اتنی ہی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ عوام سے ترک مستحبات بلکہ بعض غیر موکدہ کے ترک پر مواخذہ نہیں ہوتا اور مقرب سے اس کی اطاعت ست پر مواخذہ ہوتا ہے۔ یہاں اس کی نظیر موجود ہے کہ لوگوں سے مقام کے اجلاس میں سے تیری کی [illegible] تو [illegible] مواخذہ نہیں کیا جاتا اور [illegible] کے موقع ایک بات بھولنے پر [illegible] اس کی معصیت ہوتی ہے۔ [illegible] ایک [illegible] بڑا حیرانی

پھر حیرت پر حیرت ہے کہ [illegible] کل [illegible] ہو جانے پر بھی نہیں ہو سکتا۔

[illegible] اگر یہاں بھی یہ جائے [illegible] بلکہ معنی مقصود ہے جب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام [illegible] ہو جائے [illegible] کی نوع مختلف ہیں۔ جیسے شیرینی کی اقسام مختلف ہیں۔ ایک شیرینی مرادی ہے ایک نارنگی، ایک آم کی، ایک گنے کی۔ ظاہر ہے کہ شیرینی کی جنس مشترک ہے مگر انواع مختلف ہیں اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ کس چیز سے نارنگی اور آم کی شیرینی حاصل ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں اسی طرح میں کہتا ہوں کہ جس معنی کو آپ مقصود سمجھے ہوئے ہیں اس کی انواع مختلف ہیں۔ ایک روح نماز کی ہے، وہ نماز ہی سے حاصل ہوگی۔ ایک روح صوم کی ہے، وہ روزہ ہی سے حاصل ہوگی۔ ایک روح تلاوت قرآن کی ہے وہ تلاوت قرآن ہی سے حاصل ہوگی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ صرف ذکر قلبی سے نماز کی روح بھی حاصل ہو جائے روزہ کی بھی اور تلاوت قرآن کی بھی۔ پس میں نے مانا کہ معنی مقصود ہیں مگر وہ معنی مدوں ان خاص صورتوں کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اب جو شخص بدون نماز کے یہ دعویٰ کرے کہ مجھے نماز کی روح حاصل ہے وہ جھوٹا ہے۔ اس کی بالکل وہی مثال ہے جیسے کوئی شخص چوں کر یہ کہے کہ مجھے نارنگی آم کی شیرینی کا مزہ حاصل ہے۔ پس درویش کان کھول کر سن لیں کہ نماز اور تلاوت قرآن کی روح نماز پڑھنے اور قرآن پڑھنے ہی سے حاصل ہوگی۔ بدون اس کے قیامت تک ان کی روح حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان کو بھی تلاوت قرآن لازم ہے۔ اس کا خاص طور سے اہتمام کریں اور محض ذکر پر کفایت نہ کریں۔ یہ درویشوں کی غلطی تھی۔

جماعت علماء کی غلطی

اب میں اختصار کے ساتھ اپنی جماعت کی بھی ایک غلطی ظاہر کرتا ہوں۔ یعنی ہماری یہ وہ خوش فہمی ہوں کہ ہم سب سے اچھے ہیں بلکہ وہ بھی ایک غلطی میں مبتلا ہیں۔ وہ یہ کہ علماء نے محض کتابی علم پر اکتفا کر رکھا ہے۔ یہ علم حاصل کرنے کے بعد عمل کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ حالانکہ مقصود اصلی عمل ہی ہے۔ ہاں یہ بات ہے کہ کون کے اخلاق باطلہ درست نہیں ہیں اس کی فکر ہے۔ جس میں واقعی مجھے سخت ناکامی ہے میں اس کیا چیز ہوں۔ خدا تعالیٰ کو اس سے محبت ہے۔

ایک شیخ جن کے ساتھ ایک [illegible] کی وجہ سے بڑا تعلق ہے بڑا تعلق کی یہ حالت ہے کہ گاہے گاہے خط لکھتے ہیں۔ یہ بات [illegible] کی مدرسہ کھولنے کی ہے [illegible] مدرس پر لکھا ہوا کہ [illegible] تنخواہ [illegible] طلباء [illegible] تعلیم [illegible]

[illegible] کی حالت [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] ضروریات میں [illegible] ضروریات میں ہو کیونکہ [illegible] اس فعل سے [illegible] ضروریات میں [illegible] کر مال پر مال بچاتے پھریں۔

[illegible] ہر شخص پر ایک حد جماعت بنانے کی قسم ہے [illegible] ہے۔

[illegible] اپنی تقریری [illegible] کہ [illegible] اٹھائیں اور یہ باتیں [illegible] سے کہا ہے۔

چنانچہ ایک بادشاہ کسی بزرگ کی زیارت کو گئے [illegible] دیا کہ میں [illegible] گھر جانے سے [illegible] بادشاہ [illegible] سخت ناگوار ہوئی مگر چونکہ مقتدا تھا اس لئے خاموش رہے [illegible] بادشاہ

سلامت زیارت کو آتا چاہتے ہیں وہاں سے اجازت ہوگئی۔ تھا یا ہوا تو تھا ہی بزرگ کے سامنے جاتے ہی برجستہ یہ مصرع پڑھ کر ؎

درِ درویش را دربان نہ باید

بزرگ نے فی البدیہہ جواب دیا۔

بباید تا سگ دنیا نیاید

بادشاہ اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔

اسی طرح جب شاہ جہاں حضرت شیخ سلیم چشتی کی زیارت کو گئے تو شیخ پہلے تو پیر پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے۔ بادشاہ کے پہنچنے پر پیر سمیٹ کر بیٹھ گئے۔ بادشاہ نے ساتھ کیا تھا۔ انہوں نے اس حرکت سے اعزت ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ آپ سے پیر سمیٹے کہ سے [illegible] جو سے دیا کہ جب سے ہاتھ سمیٹ لیے۔

[illegible] حضرت بھی حضرات سے تبدیلی کے پابند نہیں ہوتے اسی وجہ حضرت عارف فرماتے ہیں ؎

[illegible] یہ تو حسب حال سے متعلق رشتہ تھا۔ آگے حب جاہ کے متعلق فرماتے ہیں ؎

[illegible] مجنوں سے عرض حال کی ہاں کہ محمل نشیں قدم سنبھال کہ محمل نشیں

مجنوں سے عرض حال کی ہاں کہ محمل نشیں قدم سنبھال کہ محمل نشیں

مجنوں سے عرض حال کی ہاں کہ محمل نشیں قدم سنبھال کہ محمل نشیں

عاشق بدنام گو پروائے ننگ و نام کیا ☆ [illegible]

حضرت عارف فرماتے ہیں ؎

[illegible]

[illegible]

عشق کی عظمت کو چوں [illegible] ☆ [illegible]

علامہ میر یہی بڑی بات ہے کہ یہ کس وقت عشق کو حاصل نہیں کرتے ہی سے دل میں حب جاہ باقی رہتا ہے۔ جی سے دل میں حب جاہ باقی رہتا ہے۔ جی سے دل میں حب جاہ باقی رہتا ہے۔ ج

جیسے کوسل کی عمری نے اوٹ سے چاتے ہیں۔ صاحبو اس میں چھپانے کی بات نہیں۔ ہماری عادت تو یہی ہے کہ ہم ضیافت میں سب سے پچھلی صف میں کھڑے ہوں اور دوسروں کو بھی آگے نہیں آنے دیتے۔ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے کہ ہم دوسروں کو پیچھے دھکیلنا چاہتے ہیں اور ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ اور کوئی اس وقت سے بچا ہوا ہو تو اس دوسری وقت سے تو ہوں بھی چھوا نہیں ہوں۔ اور کہ آج اس کی بستی میں لوگوں سے ملاقات ہو جائے جو اس سے چھوٹے ہیں یا ہتھا ہو یا ولی وسط آجائے تو اس سے چھوٹا ہوا ہو یا ملاقات ہو جائے میں کوئی دوسرا ملاقات کر جائے جو اس سے چھوٹا ہوا ہو تو اس سے ملتے ہیں حسد رکھتے ہیں وہ اس میں گھلتے ہیں۔ چاہے ہاں سے کچھ نہیں حالانکہ حاصل دراصل اس کا ہم سے اپنے سامنے ان کی عزت کرنے والے ہر آدمی کو جانچیں تو ہمارے ہوشیاں کی جائیں کہ اخلاقیات کی اشاعت کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی۔

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص نماز جماعت کبھی پڑھتا ہے یا قاعدہ بندھا پڑھتا ہے تو وہ بھی ہمارا کام بنا دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہم ساری مخلوق کو تعلیم دینے سے عاجز ہیں اور تمنا یہ ہے کہ دین کا چرچا گھر گھر ہو جائے۔ تو جس جس جگہ بھی دین کا کام ہو رہا ہے وہ ہمارے معاون اور مددگار ہے۔ اس سے ہم کو یہ سن کر خوشی ہونا چاہیے کہ یہ بندی طرح سہارنپور میں بھی عربی مدرسہ قائم ہو گیا ہے۔

علماء کو انتباہ

میں علماء سے خاص طور پر کہتا ہوں کہ بے مدرسہ مدارس قائم کر دو اور اپنے علمی و اخلاقی کو [illegible] ان کے ذریعہ سے [illegible] کی اصلاح کرو۔ [illegible] کی اصلاح کرو۔ [illegible] کی اصلاح کرو۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تو وہ ڈاک میں جس وقت بھی ایک خط آئے میرے نام تو اس دن سے لگا تار اس وقت سے لگ بھگ ہو جاؤں گا کہ اس دن میں اس وقت سے لگ ہو جاؤں گا۔ تو مجھے [illegible] اور مجھے [illegible] وعظ [illegible] کا کام لے لیں اور ایک خط مجھے لکھ جائیں اس [illegible] ہوں۔ اور اگر خط بھی چھپ جائے تو مجھے اس سے کوئی [illegible] میں اپنے گھر میں یا محفل میں بیٹھ کر اپنے خدا کو یاد کرلوں گا۔

دنیا و دین کی راحت کا راز

[illegible] اس [illegible] سے [illegible] میں لکھی جاتی ہے تو [illegible] میں [illegible] ہوں [illegible] پڑھ کے [illegible] ہے تو [illegible] ہو [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

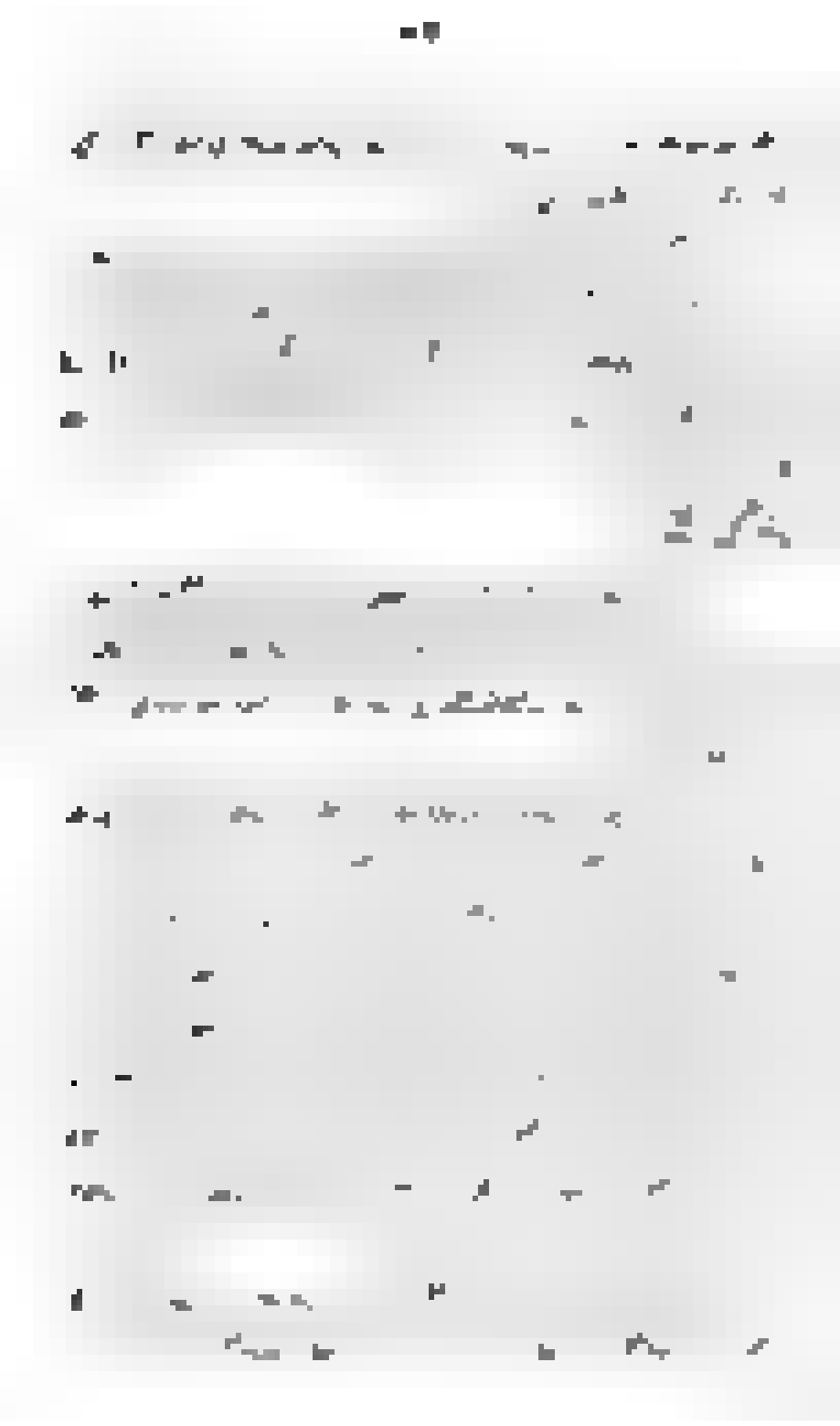

میں کہ اس میں تدبر زیادہ ہوتا ہے۔ الفاظ سے معانی کی طرف التفات ہوتا ہے، رقوش سے التفات کم ہوتا ہے۔ اور بعض نے تعجب سے پوچھا ہے کہ اس سے کیا فائدہ ہے کہ اس میں کل قرآن متعدد ہوتے ہیں۔ الفاظ تو واحد ہیں اور معانی واحد الفاظ میں متعدد ہوتی ہے۔ تعدد تو بشمار دلوں کے ہے اور ان کے اعتبار سے بھی تعدد ہے ایک قول کے اعتبار سے بھی ہے اور الفاظ کے اعتبار سے بھی متعدد ہیں۔ پس ان میں احادیث صحیح وارد ہیں [illegible] هو المصحوبة بالحديث بظاهر لفظه، وهو قوله عليه السلام اقرءوا القرآن في عهر المصحف الف درجة وقرأته في المصحف خمسة عشر درجة وقرأته في المصحف درجة واحدة البيهقي والاول صحيح بصورته غير رجل [illegible] كما في الملمعات على الموطا [illegible] يحصل له من التدبر والتفكر وجمع الخاطر ما لا يحصل بالنظر في المصحف فان [illegible] الحفظ القصوى [illegible] المصحف فقس عليه [illegible]

اور ایک نکتہ اور سمجھ لینا چاہیے کہ وہ یہ ہے کہ جن الفاظ میں [illegible] کہ الفاظ [illegible] صحیح مصاحف تک [illegible] ان میں [illegible] ہونقوش کو زیادہ دخل ہے کہ حذف کے وقت حذف کی طرف اور اثبات کے وقت اثبات کی [illegible] اس کے بعد کہیں کی قید ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کی طرف [illegible] کی [illegible] دونوں واضح اور ظاہر ہونی چاہئیں اور ان کے نقطے اور [illegible] کے ساتھ ضبط [illegible] بلکہ مستحب یہ ہے کہ [illegible] نقطے [illegible] ہوں [illegible] نقطے کا [illegible] جیسے حمال کی تنقیط ہے کہ اس سے سوا میں کوئی [illegible] ہاں یہ [illegible] تنقیط شائع ہوگئی ہیں سو بے شک مکروہ ہے۔

نکات متعلق حروف مقطعات

[illegible] حروف مقطعات کا نکتہ [illegible] ان کو [illegible] سے بھی اپنا [illegible] جیسا کہ میں نے شروع میں [illegible] حروف مقطعات میں سے نکات میں ایک نکتہ یہ ہے کہ یہ اسرار ہیں درمیان اللہ تعالیٰ اور رسول [illegible] کے۔ جس [illegible] ان کے

واقف تھے [illegible] واقف نہ تھے [illegible] واقف ہو گیا [illegible]

[illegible] ہو گئے [illegible] آپ بچ جاتے ہیں۔ [illegible] ہوتے ہیں [illegible] ہو جاتا۔ میں نے [illegible] آپ [illegible] ہو گئی [illegible] میں یہ بات [illegible] ہو گئی [illegible] ہو گئی [illegible] ہو گئی

صاحب کا یہ قول مرجوح عرفی ہے جس سے علامہ صاحب نے جدید معنی رجوع کا لیے ہیں قول سے مستدل ہوتے ہے۔ عرض ایسی کھینچ دی ہے جو صورت معنی ہاں پائی جاتی ہے۔ یہ قرآن میں بھی یہی شان ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

بہار عالم حسنش ہر آں زمان تازہ دیدہ ہر رنگ ایں چنیں صورت رہ بود تا بہ معنی رسد

میں نے شاید پہلے بھی عرض کیا ہو اب پھر عرض کرتا ہوں کہ آپ جو کلام سنتے ہیں تو کیا ہی صرف سیرت ہی دیکھتے ہیں یا صورت کا بھی لحاظ ہوتا ہے۔ یقیناً صوت و سیرت ہوں کی رعایت کی جاتی ہے پھر دین حق میں صوت کیوں ہوتی۔ بعض لوگوں نے اس کے خلاف علامہ زمخشری کی طرف ایک شعر منسوب کر رکھا ہے۔

من رقص معہ را دیدہ ام بشنوں پیش کہ کند شعر

سو خوب سن لیجئے کہ یہ شعر مشکوک ہے نہ معلوم کس کا شعر ہے اس سے استحقاق نہیں ہو سکتا۔ پھر دلائل شرعیہ کے سامنے شعار سے استحقاق کا باب چلانا خود کسی کا بودہ خود اس شعر میں تاویل کرنا واجب ہوگا اگر کسی معنوں کا ہو ورنہ وہ شعر ہی مردود ہے۔ اور قرآن میں سب معنی ہے، لفظ بھی معنی بھی، اس میں پھنکا گھنگھرو کچھ نہیں اس کی تو یہ شان ہے۔

رفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ☆ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

حسین آدمی کی ہر ادا ہر بات ہوتی ہے۔ اس کی کوئی چیز بیکار نہیں ہوتی بلکہ ایک چیز بھی کم ہو جائے تو حسن میں کمی ہو جائے گی۔ بس اب میں ختم کرتا ہوں اور میں نے آپ حضرات کا بہت وقت لیا اس کی معافی چاہتا ہوں (مجمع سے آواز آئی مرحبا مرحبا جزاک اللہ جب تک جی چاہے بیان فرمائیے ہم سب مشتاق ہیں۔ فرمایا) بس اب میں ختم کرچکا حق تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ ہم کو عمل کی توفیق ہو اور فہم سلیم عطا ہو۔

وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین و آخر دعوٰینا ان الحمد للہ رب العلمین

عمر فاروق@ون اردو

تعمیم التعلیم

تعلیم کو عام کرنا

تعلیم کو عام کرنے کے متعلق یہ مضمون ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں
سرسید مظفر نگر میں ہونے والی ایک کانفرنس میں ۱۹۰۰ کے قریب علماء و فضلاء
اور تعلیم یافتہ حضرات موجود تھے۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نے
اسے قلمبند فرمایا جو سات صفحے پر مشتمل ہے۔

عوام کے علم دین کو عربی کے ساتھ مخصوص سمجھ لیا ہے اور عربی پڑھنے کی
ہر ایک وقت یہ تھی تو اب انہوں نے اردو میں بھی مسائل نہ سیکھے کیونکہ
اردو میں مسائل پڑھ لینے کو وہ علم ہی نہیں سمجھتے (حالانکہ) اردو میں علم دین
پڑھ لینے سے بھی وہ فضائل حاصل ہو سکتے ہیں جو احادیث و قرآن میں علم
کے لئے وارد ہیں۔

خطبۂ ماثورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم وَيَعْلَمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

تمہید

ان آیتوں میں جزو اول ایک بڑی آیت کا ٹکڑا ہے جس میں ایک قصہ مذکور ہے۔ پوری آیت میں نے اس لئے نہیں پڑھی کہ جو مقصود اس وقت قابل بیان ہے وہ اس میں مذکور نہیں بلکہ وہ صرف اسی جزو میں مذکور ہے جس کو میں نے تلاوت کیا ہے۔ اگرچہ وہ قصہ بھی جو پوری آیت میں ذکر کیا گیا ہے ضروری ہے۔ اور قرآن کا کوئی جزو ایسا نہیں ہے جو ضروری نہ ہو مگر خاص وقت اور خاص محل کی وجہ سے کسی ایک جزو کو بیان کے لئے اختیار کر لیا جاتا ہے۔ اسی لئے میں نے پوری آیت کی تلاوت نہیں کی بلکہ اخیر جزو پر اکتفا کیا اور تبلیغ کے موقعہ پر ایسا کرنا جائز ہے چنانچہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے بھی بعض وفد موقع استشہاد میں جزو آیت کی تلاوت پر کتفا کیا ہے۔ لیکن نماز میں یہ نہ کرنا چاہیے کہ ایک آیت کو بیچ میں

سے پڑھنا شروع کرے یا وسط میں سے قطع نظر اس سے کہ پوری آیت ملے چاہے سورت پڑھنی چاہیے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ لمبی لمبی سورتیں پڑھی جائیں۔ ہر رکعت جس سے مقتدیوں کو تکلیف ہو بلکہ ہر وقت کے مناسب حسب مقدار فقہاء نے بتلائی ہے اس کے موافق سورتیں پڑھنا چاہیں۔ ہمارا کو یہی حکم ہے مگر تبلیغ میں اس کا مضائقہ نہیں کہ ایک آیت وسط میں سے شروع کرے یا وسط میں قطع کرے۔ یہ وجہ تھی جزو آیت پر اکتفا کرنے کی۔

رہا یہ کہ میں نے اس جزو پر اس وقت کیوں اکتفا کیا۔ سو ہر چند کہ مضامین قرآن سب ہی ضروری ہیں اور اسی بناء پر وہ قصہ بھی ضروری ہے جو پوری آیت میں مذکور ہے لیکن اس وقت یہ بیان ایک علمی مدرسہ میں ہو رہا ہے جو کہ علماء ہی کی تعلیم کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے مناسب ہوا کہ علم کے متعلق کچھ بیان اور بحث کی جائے اور طلبہ کو علم کے متعلق سے آگاہ کیا جائے اور اس میں جو غلطی کی جا رہی ہے اس کی اصلاح کر دی جائے۔

علم سحر

علم کا بیان جس خاص طریق پر میں اس وقت کرنا چاہتا ہوں وہ اسی جزو آیت میں مذکور ہے جس کو میں نے پڑھا ہے۔ چنانچہ جزو سے یہ بات واضح ہو جائے گی۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ

اور یہ لوگ سیکھتے ہیں اس علم کو جو ان کے لئے مضر ہے اور نفع نہیں دیتا۔ ان لوگوں سے مراد یہود ہیں اور اس علم سے مراد سحر ہے۔ اور یہ یہود کی مذمت مختلف طریقوں سے مذکور ہوئی ہے۔ چنانچہ اسی ضمن میں ان لوگوں کی بھی مذمت بیان کی گئی ہے جو سحر میں مبتلا تھے اور اس کے متعلق ہاروت ماروت کا قصہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ ہر چند کہ اس قصے کو مختصر وعظ کے ساتھ زیادہ تعلق نہیں مگر بات سے اس کا ذکر کر دینا مناسب ہے۔

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

اس کے بعد آیت کا باقی حصہ ہے جو میں نے تلاوت کیا تھا۔ مقصود ان آیوں سے یہودی مذمت بیان کرنا ہے کیونکہ ان میں سحر کا بہت چرچا تھا اور ان میں بڑے ماہر تھے۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر بھی سحر کیا تھا جس کا اثر بھی حضور ﷺ پر ہوا تھا۔ پھر وحی کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا گیا کہ آپ پر فلاں شخص نے سحر کیا ہے۔ چنانچہ سورہ الفلق میں اس کی طرف اشارہ ہے وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثٰتِ فِی الْعُقَدِ۔ اور (آپ کہئے کہ) میں پناہ مانگتا ہوں بدی سے ان عورتوں کی جو گرہوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونک مارنے والی ہیں۔ گرہوں پر پھونک مارنے کی تخصیص اس لئے ہے کہ حضور ﷺ پر جو سحر ہوا تھا وہ اسی قسم کا تھا کہ ایک دھاگے سے گرہ لگائی گئی تھیں اور ہر گرہ پر کلمات سحر کو دم کیا گیا تھا۔ اور عورتوں کی تخصیص اس لئے ہے کہ اس واقعہ میں عورتوں ہی نے یہ عمل کیا تھا۔ دوسرے کچھ تجربہ سے اور جدید علم طب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا سحر مردوں کے زیادہ موثر ہوتا ہے کیونکہ سحر میں قوت حیوانی کو زیادہ دخل ہے خواہ وہ سحر حلال ہو یا سحر حرام۔

نیت کا اثر

سحر دو قسمیں ہیں۔ ایک سحر حرام کہ عموماً اس میں اکثر شرکیہ سحر کا اطلاق ہوتا ہے۔ دوسرا سحر حلال جیسے عملیات اور علم اور تعویذ وغیرہ کہ بعض یہ بھی سحر میں داخل ہیں اور اس کو سحر حلال کہا جاتا ہے لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تعویذ اور عزائم وغیرہ مطلقاً مباح نہیں بلکہ اس میں بھی تفصیل ہے کہ اگر اس میں سماوی سے استعانت ہو اور مقصود بھی جائز ہو تو جائز ہے۔ اگر مقصود ناجائز ہو تو حرام ہے۔ اور اگر شیاطین سے استعانت ہو تو مطلقاً حرام ہے خواہ مقصود اچھا ہو یا برا۔ بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ جب مقصود اچھا ہو تو شیاطین کے نام سے بھی استعانت جائز ہے یہ بالکل غلط ہے خوب سمجھ لو۔

یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ انما الاعمال بالنیات کا حکم مطلق نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اچھی نیت سے ہر کام بھی جائز ہو جائیں امور محرمہ کی نیت سے بھی کئے جائیں وہ حرام ہی رہیں گے بلکہ یہ حدیث امور مباحہ و طاعت کے ساتھ مخصوص ہے۔ یعنی اگر کوئی کام اچھی نیت سے کیا جائے تو ثواب پڑھ جاتا ہے اور بری نیت سے کیا جائے تو گناہ ہوتا ہے۔ یہ محض وہ جزئیات ہیں نیت سے صحیح نہیں ہوتے۔

خلاصہ یہ کہ [illegible] یہ ہے کہ [illegible] سے

استعانت ہو تو پھر مقصود کیا ہے۔ اگر مقصود محمود ہے تو اس صورت میں تو ہر شیطانیت کو جائز کہا جائے گا اور اگر مقصود ناجائز ہے تو اس کو ناجائز کہا جائے گا اور اگر مقصود جائز ہو جیسے استعانت بالشیاطین تو اب مقصود چاہے کیسا ہی ہو وہ جائز ہی رہے گا۔ اس کی مثال ایسی ہوئی جیسے کوئی شخص مسجد کے لئے لوگوں کو جمع کرنا چاہے اور اس کو اس نے ناچ گانے کے شوقین سب جمع ہو جائیں اور مسجد بن جائے تو مقصود اگرچہ بہت اچھا ہے مگر چونکہ اس کے لئے جو ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اس سے اس صورت میں حرام ہی کہا جائے گا۔ سو آپ سے یہ بات ہو چکی تھی کہ جو ذریعہ فی نفسہ حرام ہو اس سے لے کر جس مقصد کو ذریعہ بنایا جائے تو اس کی شرعیت ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہوئی جو تعویذ و عملیات کو نفع رسانی کے لئے جائز سمجھتے ہیں۔ مگر ان میں شیاطین کی سے استعانت ہوتی ہے اور وہ یہ جواز کرتے ہیں کہ مقصد تو نفع پہنچانا ہے۔ چاہے اس میں شیاطین سے مدد لینی پڑے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ان کے مقاصد میں سے کوئی شے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ کے مقاصد سے ہر مقصد مجبوب ہے۔ جب ان کیلئے ذریعہ ناجائز ہے تو دوسروں کے لئے شیاطین سے استعانت کیونکر جائز ہو۔

مسلمان کا صادق تو یہ ہونا چاہئے کہ ہر کام میں سب سے پہلے یہ دیکھے کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہیں یا نہیں۔ جس کام میں خدا تعالیٰ ناراض ہوں باطل ہے۔ چاہے اس میں کوئی نفع ہی ہو۔ مسلمانوں سے واسطے حق کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے

غور کیجئے کہ اگر کوئی شخص اپنے محبوب کے گھر میں رہتا ہو اور ناگہاں اس کو اپنے محبوب کا اس وقت عاشق پائے تو کیا ہوگا۔ یقیناً عاشق محبوب کی ناراضی کو اپنے حاصل رہنے کیلئے کبھی گوارا نہ کرے گا۔ بلکہ وہ نہایت خوشی سے گھر میں رہنا ترک کر دے گا۔ کیونکہ محبوب کی رضا میں ہی ہر طرح عاشق کا نفع ہے۔ محبوب کی ناراضی سے کبھی نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے عاشق صادق کہا کرتے ہیں۔

ناخوش تو خوش زخاں ہر دو عالم من
ہر گہ دلبر بود خرم دلش فوق ہر دو عالم من
[illegible]

مقام عشاق

یہاں تک کہ عشاق تو رضائے الٰہی کے سامنے جہنم کی بھی پروا نہیں کرتے۔ گر خدا تعالیٰ اسی میں راضی ہوں کہ ان کو جہنم میں بھیج دیا جائے تو وہ اس پر بھی خوش ہیں اور اس وقت وہ دوزخ ہی ان کے واسطے جنت بن جائے گی۔ مولانا اسی کو فرماتے ہیں۔

بے تو جنت دوزخ است اے دلربا ☆ با تو دوزخ جنت ست اے جانفزا

کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ شاعرانہ مبالغہ ہے ورنہ اگر دوزخ میں ان کو بھیج دیا جائے تو ساری بہادری کرکری ہو جائے۔ سو محبوب مجھ لو کہ یہ مبالغہ نہیں بلکہ سچی بات ہے اور اس وقت بھی اللہ کی ایک مخلوق ایسی ہے جو خدا کی رضا کے سامنے جہنم کی پروا نہیں کرتی۔

دیکھو! فالحمد جو خدا کے مطیع و فرماں بردار اور طالب رضا ہیں، ان میں ایک جماعت وہ بھی جہنم کی بھی ہے جو دوزخ کی داروغہ اور کارکن ہے اور وہ ہر وقت دوزخ ہی میں رہتے ہیں اگرچہ دوزخ میں ان پر عذاب نہیں ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ ان کے سامنے ہر وقت آگ اور دھواں ہے۔ خون اور پیپ کا منظر ہے بڑی بڑی ڈراؤنی صورتیں ہیں۔ سانپ، بچھو اور ڈھانچے ہیں۔ اور ایک جماعت جنت کی کارکن ہے جہاں ہر وقت ان کے سامنے مناظر جنت ہیں۔ باغ اور پھول پھلواری ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں ہیں حسین جمیل عورتیں ہیں، پھر جنتیوں کی صحبت ہے۔ جو سب کے سب مہذب اور شائستہ ہیں۔ اور زبانیہ جہنم کو دوزخیوں سے پالا پڑتا ہے جن کی باتوں میں لہنا نہیں۔ ہر وقت لعن طعن اور گالم گلوچ ہی ہوگی۔

كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا

تو کیا دوزخ اور جنت کے محافظوں کے ان خارجی حالات میں کچھ تفاوت نہیں ہے؟ ضرور ہے مگر کیا زبانیہ جہنم کو وہاں کچھ کلفت ہے ہرگز نہیں۔ مگر اس سے یہ کہاں جانا۔ کہ خدا کی مرضی تو نہیں لیکن اگر تم چاہو تو تم کو جنت کا محافظ بنا دیا جائے جہاں ایسے ایسے مناظر حسنہ ہیں۔ باغات اور نہریں ہیں۔ مہذب آدمیوں کی صحبت ہے لیکن مرضی خدا کی اسی میں ہے کہ تم دوزخ میں رہو، جہاں ایسے مناظر کریہہ ہیں تو وہیں کہیں گے۔

بے تو جنت دوزخ ست اے دلربا ☆ با تو دوزخ جنت است اے جانفزا

پھر جب ملائکہ میں ایک ایسی جماعت موجود ہے جو دوزخ میں رہنے پر ویسے ہی راضی ہے

جیسا کہ حسن کے محافظ حسن ہے، ہے پر تو انسان میں عشق کی حالت اس شان کی ہوتو اس پر تعجب کیا ہے۔ کیونکہ انسان میں تو عشق و محبت کا وجود سب سے بڑھ کے ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ عشق و محبت انسان ہی میں ہے۔ الغرض یہ مصرعہ شاعر کے تخیل سے بلند پیمانہ ہے، عشق کا کلام ہمیشہ عشق ہی ہوتا ہے۔

مصرعہ شاعر پر مجھے ایک حکایت یاد آئی۔ جب میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا تو اس وقت ہم لوگ مثنوی حضرت سے پڑھا کرتے تھے ایک مرتبہ مطالعہ میں یہ شعر آیا جس میں توحید کا مضمون ہے۔

حملہ شاں پیدا و ناپیدا ست ہا ☆ گچہ ناپیدا ست ہر گز کم مباد

اس شعر میں ہست چہ بلکہ گچہ ناپیدا ست سے معلوم ہوتا ہے کہ شیر میں حق تعالیٰ ہیں۔ چنانچہ پہلے اشعار سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مولانا اس سے پہلے یہ بیان فرما چکے ہیں کہ عالم میں جو کچھ ہوتا ہے۔ اس کے فاعل حقیقت میں حق تعالیٰ ہیں اور انسانی شان ایسی ہے جیسے شمشیر کی تصویر ہوتی ہے جب ہوا سے جھٹکا ملتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شمشیر حملہ کر رہا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں وہ شمشیر حرکت کر سکتا ہے نہ حملہ بلکہ ہوا کی وجہ سے اس کو حرکت ہوتی ہے اور حرکت کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شمشیر حملہ کر رہا ہے لیکن ہوا ہم کو نظر نہیں آتی بلکہ ظاہر میں وہ قصور جن کا فاعل معلوم ہوتی ہے یہی شان ہے کہ ہم حقیقت میں محض بیچ ہیں مگر حق تعالیٰ کے فعل کی وجہ سے ظاہر میں کچھ فاعل معلوم ہوتے ہیں۔

باد حملہ شیر ہا و شیر علم ☆ حملہ شاں از باد باشد دم بدم

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

حملہ شاں پیدا و ناپیدا ست ہا ☆ گچہ ناپیدا ست ہر گز کم مباد

یعنی شیروں کا حملہ ہوا سے ہے مگر ہوا میں حرکت سے رہنے سے ناپید ہے پھر بھی مخفی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ جو چیز مخفی ہے وہ اس سے موجود ہے اس میں ناپید سے مراد حق ہیں۔ اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے یہ لفظ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ہر مسلمان تو یہی سمجھا ہوا ہے محبت کے جوش میں محض شاعرانہ طریقہ پر یہ لفظ آ گیا ہے۔ جیسے شاں مولیٰ علیہ السلام کے قصیدہ میں ہے بعض مضامین ایسے ہوتے ہیں کہ وہ محض علم محبت میں حق تعالیٰ کی شان میں بھی بولے جاتے ہیں مگر خواص محبین کے

صاحب ہوتی ہیں اور حق تعالیٰ کی ہے پاک ہیں۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی رضا سے بھی مستغنی ہیں مگر محض رحمت میں سوچا ہے یہ بات کہ جو چیز تجھی ہے خدا کے دوست ہو یعنی اللہ میاں ہمیشہ سلامت رہیں عوض میں اس شعر میں تاویل کرتا تھا لیکن ولی بات دل کو نہ لگتی تھی کیونکہ یہ سب تاویلیں مولانا کے مرتبہ سے بعید تھیں۔ مولانا تو پہنچے ہوئے صاحب حال ہیں گرشن سوکی کی طرح ایسے مطلب حال بھی نہیں ہیں۔ جب حضرت حاجی صاحب کے سامنے یہ شعر پڑھا ہوا تو آپ نے اس شعر کو اس کے ظاہر تفسیر کے ایک نکتہ ایسا بتلایا جس سے سارے اشکالات ختم ہو گئے اور معلوم ہوا کہ یہ مضمون شاعرانہ نہیں بلکہ سچی بات ہے۔

محمد شاں پیدا و پیدا ست ☆ ہر چہ او پیدا ست مثل ما و شما

حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ایک کلمہ سے شعر میں جان پڑ گئی بلکہ یوں ہونا چاہیے کہ شعر میں تو جان پڑی ہوئی تھی مگر ہم سمجھے تھے۔ حاجی صاحب کے ارشاد سے حقیقت ظاہر ہوئی یعنی مطلب یہ ہے کہ جو چیز فنا ہے خدا کے سوا سب دنیوں سے ہم ہو۔ اب کوئی اشکال نہ رہا اور معلوم ہوا کہ تحقق کا ادراک تحقق ہی ہوتا ہے اللہ کو سمجھنے کے لیے بھی محقق ہونا ضروری ہے اسی طرح اس شعر میں بھی صادق ہیں ہے۔

ہے وحدت وجود کا دنیا ☆ تو وجود حق ست اے جاہل

یعنی ہماری توجیہ ہو کہ وجود حق میں ان وجود بھی ہو اور اس تحمل کے لیے رضا بھی کے تحت وجود حق میں عذاب ہی سہی کیونکہ دل کے ایک تو جب عذاب ہا موافق کا ہے اور جب حق تعالیٰ کی رضا وجود حق میں بھی حاصل ہے تو موافق ہوں یا نہ ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا جب تکلیف کا نام عذاب ہے ہی نہیں تو وصف موافق و نا موافق محسوب و عذاب کہتے ہے۔ حضرت عارف شیرازی فرماتے ہیں۔

شنیدہ ام سخن خوش کہ پیر مغاں گفت ☆ کہ ناموافق یا رہاں ہم مدار تنہاں گفت

حدیث ہوس نیست کہ گفت و شنود شود ☆ بہ نیست کہ بر دفتر ما نقش جہاں گفت

اور اس میں بھی یہ ہے کہ اس تعریف محبت و معیت کی بدولت میں وہ تکالیف ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ ان کا معتد بہ محسوس نہیں ہوتا۔ پس گر فرشتوں کو جہنم میں عذاب ظاہری بھی

ایک صاحب کہنے لگے کہ میں سود کے مذموم ہونے کی علت یہ نہیں تسلیم کرتا کہ اس سے دوسرے میں جانا ہوگا بلکہ میں اس وسطے اسے حرام سمجھتا ہوں کہ اس میں بے مروتی بہت زیادہ ہے۔ بھائی بھائی کو سب تو نہیں سو روپے قرضے کے لئے دیتا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ علت ایسی ہے جس کو رائے تامل سے بعد ہر عاقل تسلیم کرتا ہے یوں کہ ہر عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسی بے مروتی یا تجارت میں ہے مثلاً ہم سے ایک پیسہ بھر تو ہمارے باپ سے میں دوا لیتا ہوں اور اس دوا سے ہمارے لگے ہیں۔ باپ میں یہ بھی بے مروتی ہے۔ ایک مکان کم سے تیار ہا دوسرے میں اور بیچنے لگے اس ہوا میں یہ بھی بے مروتی ہے اسی طرح ایک عالم دوسرے عالم سے بیان کی دوا میں دوا لینے لگے پھر دوا میں سب وہ فرق جو سونے کی صورت میں کوئی فرق عقلی ہیں ہے سو ہر گز وہ کوئی فرق عقلی نہ بیان کر سکے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی شان بیچش آیا تھا۔ اس کو بھی یہی حیرت تھی وہ کہتے تھے اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا اور بیع میں کوئی فرق نہیں پاتے ہیں۔ دونوں جانب میں یکساں نفع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کا جواب دیا گیا ہے وہ یہ ہے قابل ہے فرق جان لے عقلی وجدانی نہیں دینی بلکہ یہ فرق بیان فرمایا۔

احل اللہ البیع و حرم الربوٰا

کہ ان میں یکساں یوں کر ہو سکتے ہیں بلکہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع اور تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ مالک ہیں ایسی اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں اور جس کو چاہیں حرام کر دیں۔ کسی کو مجال دم زدن نہیں کہ کرے کا کوئی حق نہیں۔

علماء کو چاہیے کہ ایسے موقعہ سے جواب میں قرآن کا طرز اختیار کیا کریں عقل کو دخل نہ دیں جواب کر دیا کہ جس کسی سے ایسے سوال کیے جاتے ہیں تو وہ عوام کی مرضی کے موافق جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ سوچا رکھو جو لوگ علتیں گھڑتے ہیں وہ شریعت کی کھوج لگاتے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ جو علت وہ بتلائیں اس کو دنیا میں کوئی محدث ایسا پیدا کر دے جس میں وہ علت نہ پائی جاوے اور حکم ثابت ہو جاوے کہ یہ علت نہیں ہے۔ اس سے محدث کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ میں جو کہتا تھا کہ یہ علت نہیں ہے۔ دیکھ لو اس میں یہ حکم ثابت ہو گیا۔ اس سے ان کو بڑا حوصلہ ہوتا ہے اور اس کو بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ اس لئے علماء کو چاہیے کہ علت نہ بتلائیں۔ اگر بتلائیں تو یہ کہہ دیں کہ ہم نے جو علت بتلائی ہے یہ ہمارا اجتہاد ہے اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو ہم اس سے رجوع کرتے ہیں۔ اس سے محدث کا منہ بند ہو جاوے گا۔ اور اگر کوئی محدث یہ کہے کہ میں نے جو علت بتلائی ہے وہ اجتہاد ہے اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ اس سے بھی ہم کہہ دیں گے کہ ہم نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہم نے جو علت بتلائی ہے وہ اجتہاد ہے اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو ہم اس سے رجوع کرتے ہیں۔ تم نے کیوں نہ کہا تھا۔ اس سے بھی محدث کا منہ بند ہو جاوے گا۔ اور اگر کوئی محدث یہ کہے کہ میں نے جو علت بتلائی ہے وہ اجتہاد ہے اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ اس سے بھی ہم کہہ دیں گے کہ ہم نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہم نے جو علت بتلائی ہے وہ اجتہاد ہے اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو ہم اس سے رجوع کرتے ہیں۔ تم نے کیوں نہ کہا تھا۔ اس سے بھی محدث کا منہ بند ہو جاوے گا۔

اصول شریعت

بعض لوگ سوال میں یہ قید لگا دیتے ہیں کہ ثبوت قرآن سے دو۔ حالانکہ علماء بھی خود کوشش کرتے ہیں کہ ہر مسئلہ کو قرآن ہی سے ثابت کیا جائے۔ حالانکہ اصول شریعت چار ہیں، کتاب، سنت، اجماع امت، قیاس، تو ہر عالم دین کہے کہ وہ کسی مسئلہ کو قرآن سے ثابت کرے یا حدیث سے یا اجماع سے یا قیاس مجتہد سے۔ تمام مسائل قرآن سے آپ میں تک ثابت نہیں کئے۔ کہ تمام مسائل قرآن سے معلوم ہو سکتے تو پھر ہر مسئلہ شریعت کی ضرورت باقی نہ رہتی۔

بعض لوگوں کا دعوی ہے کہ قرآن میں ہر چیز ہے۔ یہاں تک کہ دلائل اور تاریخ وغیرہ کا ثبوت بھی قرآن سے دینے لگے۔ حالانکہ قرآن میں ہر چیز کے بیان ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہر چیز کے لئے تفصیلی دلائل بتائے گئے ہوں گے قرآن میں ہونا چاہیے۔ تو پھر قرآن میں ہر صنعت کی کتاب ہونی چاہیے اور اگر کوئی شخص طب کہے کہ میں یہ کتابیں گی بھی ہونی چاہیے تو اس کا طب کی کتاب کہنے طب و کیمیا میں کیمیا باتوں کا ہونا اس کے لئے ضروری ہوگا۔ اسی طرح قرآن میں جو طب روحانی کی کتاب ہے کیمیا تصوفیات کا ہونا اس کے لئے ضروری ہوگا بلکہ عیب ہوگا۔

قرآن میں دین کی سب باتیں مذکور ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ سب صراحۃ مذکور ہوں بعض میں تو قواعد کلیہ مذکور ہیں جن سے مجتہدین مسائل جزئیہ مستنبط کرتے ہیں چنانچہ ایک قاعدہ قرآن میں یہ بھی مذکور ہے

مَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

رسول اللہ ﷺ تم کو جو حکم دیں اس کو لے لو اور جس بات سے منع کریں اس سے باز رہو۔ تو اس قاعدہ کلیہ سے ثابت ہوا کہ آپ کی احادیث بھی حجت ہیں اور اس قاعدہ کی رو سے بہت سے احکام ثابت ہوتے ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں پھر قرآن میں ایک قاعدہ یہ بھی مذکور ہے

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ

اس سے معلوم ہوا کہ بعض احکام قیاس سے بھی ثابت ہوتے ہیں جن کو قیاس کی پابندی کی ضرورت ہے کہ مسئلہ کا جواب قرآن ہی سے دیں۔

آج کل ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو قرآن کے سوا کچھ نہیں مانتے۔ یہ بچہ مقلدوں سے بھی بڑھ گئے۔ وہ تو قیاس ہی لڑاتے تھے انہوں نے حدیث بھی ماننا شروع کر دی۔ ایک عالم سے یہ پوچھا گیا کہ عدد رکعات کا ثبوت قرآن سے دو۔ یہ تو فرض ہے قرآن میں تو مطلق نماز کا حکم ہے۔ بعض آیات میں نماز کے اوقات بھی اشارۃً مذکور ہیں لیکن عدد رکعات کسی صبح کی دو کہیں ظہر میں اور ظہر کی چار اس کا بیان قرآن میں کہیں بھی نہیں تو تم نے یہ عدد کہاں سے سیکھے ہیں۔ احادیث سے سیکھے ہیں تو احادیث کا حجت ہونا مسلم ہو گیا ورنہ قرآن میں دکھلاؤ کہ یہ عدد کہاں مذکور ہیں۔ میں نے ایک دن کی مہلت مانگی۔ جس سے اس کے مذہب کا باطل ہونا معلوم ہو گیا کہ ابھی تک عدد رکعات کی دلیل بھی معلوم نہیں وعمل پہلے ہی سے شروع کر دیا۔ عرض کیے دیتا ہوں اس سے ہمت بڑھ جائے گی یہ آیت پڑھی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ

تمام حمد کے لائق ہے وہ خدا جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے فرشتوں کو پیغام رسانی کا ذریعہ بنانے والا ہے دو دو تین تین اور چار چار بازو والے فرشتوں کے ثبوت کی یہ عقلی دلیل ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ مثال ہوائی جہازوں کی بیان فرما رہے ہیں۔ عدد کا ذکر آیت میں فرشتوں کے بازوؤں کے شمار کا کر رہے ہیں رکعات صلوٰۃ کے عدد کا کر رہے ہیں۔ عدد کا ذکر ہی اس کے لئے کافی ہے تو ایک سچی آیت کیا اور بھی آیتیں کیوں نہ مل جائیں گی۔ چنانچہ ارشاد ہے

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ

یہاں بھی وہ عدد کا ذکر ہے جو پچھلی آیت میں ہے۔ باقی اس سے تو غرض ہے ہی نہیں کہ یہ عدد کس چیز کا ہے۔ رکعات کا یا فرشتوں کے بازوؤں کا یا منکوحہ عورتوں کا۔ واللہ العظیم۔

غرض علماء کو یہ طرز اختیار کرنا چاہیے کہ ہر مسئلہ کا قرآن سے ثبوت دینے کی کوشش کریں یا مسئلہ عقلی ملت یا ہیں۔ یہ بعض جگہ آپ کو محنت تو بہت کرنی پڑے گی مگر کامیابی ہوگی۔ قوم کے طرز سے دیکھ آپ شریعت کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔

یہ صاحب مجھ سے اپنا قصہ بیان کیا کہ ایک شخص کو میں نے نصیحت کی کہ تم نماز بھی پڑھتے ہو اور سود بھی لیتے ہو اس سے توبہ کرنی چاہیے۔ وہ کہنے لگے کہ نماز کی ثبوت تم قرآن سے اگر

دے دو تو میں بھی توبہ کروں گا۔ میں نے کہا کہ قرآن سے داڑھی کا ثبوت میں دے سکتا ہوں چنانچہ میں نے آیت پڑھی قال یبن اُمّ لا تأخذ بلحیتی ولا برأسی

(اس علیہ السلام نے (موسیٰ علیہ السلام سے) کہا کہ اے میرے ماں جائے میری داڑھی اور سر کو نہ پکڑ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہارون علیہ السلام کے داڑھی تھی ورنہ موسیٰ علیہ السلام اسے کس طرح پکڑتے۔

میں نے ان حضرات سے یہ کہا کہ اگر وہ مجھ تم سے یہ سوال کرتا کہ اس آیت سے تو داڑھی کا وجود ثابت ہو کہ ہارون علیہ السلام کے داڑھی تھی وجوب تو ثابت نہ ہوا۔ اس کا رد بھی واجب ہے۔ تو تم کیا جواب دیتے۔ اور وجود ثابت کرنے جیسے تم نے قرآن کریم کی تکلیف ان اپنی داڑھی دکھلا دی ہوتی کہ دیکھو ہماری داڑھی دیکھو اس سے وجود ثابت ہو گیا۔

وہ ہنسے کہ کہنے کی اس وقت عقل تھوڑی تھی کہ وہ یہ جواب دے سکتے۔ میں نے تو اس کا رد کر دیا۔ میں نے کہا اس پیلی لڑکی ہے ہم طالب علموں میں اور آپ میں۔ ہم کیسی کیسی کھیل کھیلتے تھے اور ہمارے ہاں بھی کھیل ہوتی ہے۔ ہماری ماں بھی کیسی پھلتی۔ ہم تو حتی الامکان وہی بات کہنے کی کوشش کرتے ہیں جو دیانتداری سے ثابت ہو سکے۔ گو تم طب سے مذاق سے سوال کرتے ہو۔ ہاں جب تمہارا یہ طریقہ ثابت کرنے کا ہے بہت ہی صحیح ہے۔ یہ لوگ بچے اس میں خوش ہوتے ہوں گے کہ ہم نے ثابت کے ساتھ داڑھی دکھا دی ہے جیسے بچوں کی دائی مشہور ہے۔

ایک مجلس سے ایک بچہ پانچ سال سے کچھ تھوڑا سا بڑا تھا۔ جب آقا سویا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ بچہ تھا کہ بیٹھنا جانتا تھا۔ مجلس والوں سے کہا گیا کہ یہ بچہ ہے اس کو بٹھاؤ۔ اس نے کہا کہ حضرت یہ بچہ ہے اس کو بٹھانا چاہیے۔ جو بڑا ہو جائے اس کو کیا بٹھائیں۔ حضرت یہ تعلیم یافتہ ہے (یعنی اب یہ مہذب ہو گیا ہے اس کو کیا بٹھائیں) اب اس سے کچھ خطرہ نہیں۔ ایک دن یہ آقا صاحب کے پاس سے اٹھ کر چلے۔ بچہ حسب معمول پیچھے چل دیا۔ ایک مکھی اس کے ناک پر آ کر بیٹھی۔ بچے نے اسے زیادہ پھر بیٹھی۔ بعض مکھی ایسی بچہ ہوتی ہے کہ جتنا اس کو اڑاؤ وہ بار بار آتی وہ بار بار اڑا دیتا چنانچہ اس مکھی سے بچہ لڑنے لگا۔ وہ بار بار اڑاتا تھک گیا مگر وہ پھر آ موجود ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ بچہ غصہ ہو گیا اور اس نے مکھی کو ایک چانٹا مارا کہ اب کبھی تو ناک پر بیٹھے گی تو میں اس

پتھر سے اس کو مار ڈالوں گا۔ چنانچہ وہ مکھی آئی اور بچھو نے ناک کر یک بڑا سا پتھر آقا کی ناک پر مارا۔ مکھی تو نہ معلوم مری یا نہیں مگر آقا کے دماغ کا بھرتہ ہو گیا۔

جس طرح اس بچھو نے ایک تو آقا کی خدمت ہی کی تھی اور اس کا ارادہ سوءی کو مارنے کا تھا۔ اس نے آقا کو ہلاک کرنا چاہا تھا۔ مگر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ واقعی حقیقت میں آقا کے ساتھ دشمنی تھی۔ اسی طرح آج کل ہمارے یہ نادان بھائی شریعت کے ساتھ بچھو کی سی دوستی کر رہے ہیں۔

عجب وکبر

اصل مرض ایسے گستاخانہ خیالات کا یہ ہے کہ لوگوں میں آج کل عجب وکبر غالب ہے۔ التقلید کا مادہ مفقود ہوتا جاتا ہے۔ اسی سے احکام شرعیہ کو محدثیت کے طور پر ماننے پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی۔ اور یہ ایک حکام شرعیہ ہی میں کیا اس مدعا انتہا، اور عجب وکبر فائق ہر معاملہ میں جھلک رہا ہے۔ حتی کہ اگر کسی امر میں اپنی کوئی غلطی بھی محسوس ہو جائے اور اس غلطی کے اعتراف کے لئے آمادہ بھی ایسا تجویز کیا ہے جس سے وہ برابر ندامت وتواضع نہیں معلوم ہوتی۔ بس چند الفاظ صاف کے دہرا لینا کافی سمجھتے ہیں اور شاں کی اس میں بھی مخالفت بھی جاتی ہے۔ چنانچہ آج کل کی تہذیب میں معافی چاہنے کا یہ بھی عجیب طریقہ مشاہد ہے کسی کم بخت کا اس کے ہاتھ سے یہ بھی نقصان ہو جائے۔ بس اتنا ہی کہہ کر چھوٹ گئے کہ میں نہایت افسوس کرتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ کا نقصان ہو گیا۔ سبحان اللہ کسی کے جوتے مار لئے اور یہ کہہ کر رنگ ہو گئے کہ میں افسوس کرتا ہوں۔

مجھے اس پر ایک حکایت یاد آئی۔ ایک شخص کی داڑھ میں درد تھا۔ وہ ڈاکٹر کے پاس گئے کہ اس داڑھ کو نکال دو۔ نہ معلوم ڈاکٹر سے کیا غلطی ہوئی کہ اس نے وہ داڑھ تو نہ نکالی اس کی بجائے ایک اچھی داڑھ نکال دی۔ جس کے نکالتے ہی یہ شخص فوراً اندھا ہو گیا۔ اس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب آپ نے یہ کیا کیا۔ وہ بولے کہ میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ اس غریب کی تو آنکھ گئی اور یہ بے افسوس کر کے بزعم خود اس کی تلافی کر دی۔ پھر عجب یہ کہ افسوس دل سے نہیں کرتے۔ ان کا بھی افسوس میں بھی ایسا ہوتا ہے جس سے فرعونیت ٹپکتی ہے۔

کانپور میں ایک طالب علم نے ایک مدرس کی شان میں گستاخی کی تھی۔ مقدمہ میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ استاد سے معافی مانگو ورنہ تم کو مدرسہ سے نکال دیا جائے گا۔ وہ معافی چاہنے پر راضی ہو مگر معافی کی یہ صورت تھی کہ آپ روبرو ہاتھ کمر کے پیچھے کر کے تن کر کھڑے ہو گئے اور زبان سے کہا میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے یہ صورت دیکھ کر غصہ آ گیا۔ میں نے دو تین طمانچے لگائے کہ گستاخ یہ طریقہ ہوتا ہے معافی چاہنے کا۔ آگے ہاتھ جوڑ پیر پکڑو ورنہ ابھی مدرسے سے نکال دوں گا۔ یہ آج کل کی تہذیب کا اثر ہے جو افسوس ہے کہ طلباء اور علماء میں بھی سرایت کر گیا ہے۔ معافی اس طرح چاہتے ہیں جس میں ندامت نام کو بھی نہیں ہوتی۔

خیر یہ تو اضطراراً آ گیا تھا۔ میں یہ بیان کر رہا تھا کہ آج کل لوگوں میں یہ خبط ہے کہ ہر چیز کو قرآن میں ٹھونسنا چاہتے ہیں۔

ایک قصہ یاد آیا کہ اہل سائنس نے یہ تحقیق کیا ہے کہ انسان کی منی میں ایک قسم کا کیڑا ہوتا ہے اس سے حمل قرار پاتا ہے۔ ایک صاحب کو اس کی فکر ہوئی کہ قرآن سے اس مسئلہ کو ثابت کیا جائے۔ کیونکہ سائنس والوں کی تحقیق تو غلط ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ تو یقیناً صحیح ہے۔ بس کسی طرح اس کو قرآن میں ٹھونسنا چاہیئے۔ استغفر اللہ العظیم۔ غرض انہوں نے کھینچ تان کر اس کو قرآن سے ثابت کیا۔ اب سنئے کیا خوبصورت استدلال ہے آپ نے اس آیت سے ثبوت دیا۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ

علق کے معنی لغت میں خون بستہ بھی ہیں اور جونک کو بھی علق کہتے ہیں۔ آپ نے یہ تفسیر کی کہ حمل سے پیدا کیا کہ انسان کو جونک سے۔ کیا واہیات ہے۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ اس تفسیر سے سائنس کا مسئلہ کیوں کر ثابت ہو گیا کیونکہ وہ لوگ اس کے قائل نہیں ہیں کہ انسان کی منی میں جونک ہوتی ہے۔ ہاں اس پر ایک حاشیہ اور لگانا چاہیے کہ جونک سے مراد وہ نہیں ہے جسے عام لوگ جونک کہتے ہیں بلکہ مطلق کیڑا مراد ہے۔ بس یہ تفسیر کر کے وہ صاحب خود بھی اپنے جی میں خوش ہو لیے ہوں گے تو آپ نے دیکھا کہ اس طرز میں شریعت کی کس قدر تحریف لازم آتی ہے۔ اور اس سے احتراز کس قدر ضروری ہے کہ اگر کوئی ایسے مسائل کو ثبوت قرآن سے مانگے تو اس سے صاف کہہ دینا چاہیے کہ قرآن علم تشریح کی کتاب نہیں ہے۔ اسی طرح جب کسی چیز کے حرام ہونے کی وجہ دریافت کی جائے تو کس یہی جواب دو کہ خدا نے اس کو منع کیا ہے۔ خواہ مخواہ اپنی طرف سے علتیں نہ گھڑنا چاہئیں۔

عقلی علت

بعض لوگ کلموا الناس علی قدر عقولھم سے استدلال کرتے ہیں کہ حدیث میں اس کا امر ہے کہ لوگوں کی عقل کے اندازہ سے کلام کیا کرو اور جب آج کل طبائع کا یہ حال ہے کہ بدوں عقلی علت معلوم کئے ان کو تسلی نہیں ہوتی۔ تو ہم کو اسی طرز سے کلام کرنا چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ نے حدیث کا مطلب صحیح نہیں سمجھا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کے سامنے ایسی دقیقات اور باریک باریک مضامین نہ بیان کرو جو ان کی سمجھ میں نہ آسکیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ان کے مذاق فاسد کی رعایت کیا کرو۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ امور محرمہ کی علت واضح اور سہل کونسی ہے اور باریک اور دقیق کون سی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جو سہل ہے وہ سہل یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے۔ اس لیے یہ حرام ہے۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے اس لئے ایسا کرنا گناہ ہے۔ اور جو علتیں اور حکمتیں آپ اپنی طرف سے گھڑتے ہیں درحقیقت وہی عوام کی عقول سے باہر ہیں۔ تو اس حدیث سے بھی میری ہی تائید ہوتی ہے۔

رہا یہ کہ عوام کی اس جواب سے تسلی نہیں ہوتی۔ تو آپ اس کی تسلی کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ آپ کو وہی جواب دینا چاہیے جو اصلی اور حقیقی جواب ہے کہ خدا نے ہم کو اس سے منع کیا ہے۔ یہ ایسا جواب ہے کہ قیامت تک اس پر کوئی جرح نہیں ہو سکتی۔ اور اگر عقلی جواب دینے کا ایسا ہی شوق ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس حقیقی جواب کو بیان کرو اور کہہ دو کہ جواب اصلی تو یہی ہے۔ پھر اس کے بعد تبرعاً عقلی جواب بھی بیان کر دو تاکہ اگر کوئی اس پر جرح کر دے تو پہلا جواب تو جرح سے سالم رہے گا۔ اور حکم شرعی کا مدار آپ کی بیان کردہ علت پر تو نہ ہوگا۔

ایک مرتبہ میں ریل میں سفر کر رہا تھا۔ اتفاق سے ایک عیسائی صاحب بھی گاڑی میں اسی درجہ میں رونق افروز تھے۔ ایک اسٹیشن پر پہنچ کر ان کا ایک ملازم ایک کتا ان کے سپرد کر گیا۔ جس کو انہوں نے ایک سیکچ سے باندھ دیا۔ جب گاڑی چلی تو میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شریعت نے کتا پالنے سے کیوں منع کیا ہے حالانکہ اس میں ایسے ایسے کمالات ہیں۔ انہوں نے اس کے وہ کمالات بیان کئے جو خود آقا صاحب میں بھی نہ تھے۔

میں نے اس کے دو جواب ہیں۔ ایک جواب عام اور ایک جواب خاص۔ جواب عام تو یہ ہے کہ بھئی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور حضور ﷺ ہم سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اس لئے ہم کو اس کی تلاش کی ضرورت نہیں کہ حضور ﷺ نے کیوں منع کیا۔ اس کو سن کر وہ ساکت ہو گئے۔ مگر ان کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ اس جواب سے ان کی تسلی نہیں ہوئی۔ پھر کہنے لگے میں خاص جواب سننے کا بھی مشتاق ہوں۔ میں نے کہا۔ خاص جواب یہ ہے کہ کتے میں جہاں بہت سے کمالات ہیں وہاں اس پر ایک عیب بھی اتنا بڑا ہے جس نے اس کے سارے کمالات کو دھو دیا ہے۔ وہ یہ کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں ہے۔ اپنے آقا کے ساتھ چاہے کیسا ہی وفادار ہو مگر اپنی قوم سے اس کو ایسی نفرت ہے کہ جہاں دوسرا کتا اس کو نظر پڑا اور یہ اس کو پھاڑ کھانے کو دوڑا۔ پس جس میں قومی ہمدردی نہیں وہ پاس رکھنے کے قابل نہیں۔ یہ جواب چونکہ اس کے مذاق کے موافق تھا کیونکہ یہ لوگ قومی ہمدردی کا سبق رات دن سنا کرتے ہیں گو اس پر عمل کی توفیق نہ ہو۔ اس جواب سے پھڑک اٹھے اور کہنے لگے کہ جواب یہ ہے۔ حالانکہ یہ جواب کچھ بھی نہیں محض لغو ہے۔

پھر ریل میں میں نے ایک تحصیلدار صاحب سے سنا کہ کالج علی گڑھ میں اس جواب کا بڑا چرچا ہے اور طلبہ کہتے ہیں کہ واقعی امت کو ایسے علماء کی ضرورت ہے جو ایسی تحقیقات بیان کریں۔ پڑیں پتھر! میں کہتا ہوں کہ وہی لوگ اس جواب سے خوش ہوں گے ورنہ ہمارے نزدیک یہ جواب خاک بھی نہیں۔ میں اس جواب پر خود جرح کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ ایک کتا خود دوسرے کو دیکھ کر بھونکتا ہے تو غور کرنا چاہیے اس کا منشا کیا ہے۔ آیا اس کا سبب اپنی قوم سے بے وفائی ہے یا آقا کی وفاداری سو ظاہر آقا کی وفاداری اس کا سبب ہے۔ وہ یہ سمجھ کر اس پر بھونکتا ہے کہ یہ میرے آقا کا دشمن ہے۔ چنانچہ اگر ایک شخص کے گھر میں دس کتے پلے ہوں تو وہ آپس میں ایک دوسرے پر نہیں بھونکتے۔ بلکہ وہ ہمیشہ اجنبی کتے پر بھونکتا ہے اور وہ بھی اس وقت تک کہ مالک اس کو روک نہ دے۔ اور جہاں اس نے روکا فوراً خاموش ہو جاتا ہے کیونکہ اب سمجھ جاتا ہے کہ میرے مالک کا دشمن نہیں۔ اسے اس سے کچھ خوف نہیں۔ پھر اس کے بعد مالک کے پیروں کو کرید جاتا ہے۔ دراصل وہ شادیں کرتا ہے جیسے کوئی بہت ہی بڑا عاشق ہوتی کہ اس کی اس محبت سے طبیعت گھبرا گئی ہے کتے کی دشمنی بھی بری اور دوستی بھی بری۔

پھر جس جواب پر یہ لوگ اتنے خوش ہوئے تھے اس کو میں نے خود ہی مجروح کر دیا۔ بخلاف

پہلے جواب کے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کے پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ اس جواب پر کوئی حرج ہو ہی نہیں سکتی۔ اب اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیوں منع فرمایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تم کو ہم سے اس سوال کا کوئی حق نہیں یہ ہوں اگر تمہارے اندر ہمت ہے تو خود رسول اللہ ﷺ سے کر لینا۔

ایک جج کے سامنے مقدمہ پیش ہوتا ہے اور وہ قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ اس سے یہ سوال کرنے کا کسی کو حق نہیں کہ یہ قانون کیوں وضع ہوا۔ اور اگر کوئی بیوقوف سوال کرے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میں عام قانون دان واضع قانون نہیں ہوں۔ یہ سوال تم کو پارلیمنٹ یا مجلس وضع قانون سے کرنا چاہیے اور جج کے اس جواب کو تمام عقلاء معقول سمجھتے ہیں۔ پھر اس کی یہ وجہ ہے کہ یہی جواب اگر علماء دیں تو وہ معقول نہ ہو۔ اس پر تعجب کیوں کی جاتی ہے علماء نے اس کا کب دعویٰ کیا ہے کہ ہم واضع قانون ہیں بلکہ وہ تو صاف کہتے ہیں ہم صرف قانون کے جاننے والے ہیں۔ ہم سے یہ سوال کر سکتے ہو کہ یہ قانون کہاں ہے۔ ہم تم کو قرآن و حدیث یا فقہ میں وہ قانون دکھلا دیں گے۔ باقی وضع قانون کی علت کو ہم نہیں جانتے۔ یہ سوال واضع قانون سے کرو اور واضع قانون حق تعالیٰ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ بھی واضع نہیں ہیں۔ آپ بھی صرف مبلغ ہیں۔ آپ کی تو یہ شان ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔۔۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اور حضور ﷺ کے سامنے تو ادنیٰ یہ حالت ہے۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ☆ آنچہ استاد ازل گفت بما می گویم

حکمت احکام

اس کے یہ معنی نہیں کہ ان احکام میں حکمت نہیں ہے۔ حکمت ہے اور ضرور ہے اور اس کو علماء جانتے بھی ہیں۔ مگر یہ کیا ضرور ہے کہ تم کو بتلا بھی دیں۔ ہمارے پاس گئی ہے مگر ہم تم کو نہیں دیتے کسی کا کیا اجارہ ہے۔ غرض ہم واضع قانون نہیں ہیں۔ جو قانون کی علتیں ہمارے ذمہ ضروری ہوں ہم تو اتنی بات جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے سود کو حرام کیا ہے اس لئے وہ حرام ہے۔ اگر یہ سوال کرو کہ کہاں حرام کیا ہے۔ اس کا جواب البتہ ہمارے ذمہ ہے۔ ہم کہہ دیں گے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

میں اوپر یہ بیان کر رہا تھا کہ ایک صاحب نے سود کے حرام ہونے کی علت یہ سمجھی تھی کہ اس

میں سے ایک ہے۔ وہ صفحہ کہ جس پر [illegible] کا نام لکھا ہو

بد قسمت ہے۔

[illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے [

جواب دیتے ہیں۔ آخر دونوں صورتوں میں وقت کے ساتھ کل اور آج میں فرق کی بات کرنا کہاں تک درست ہے؟ اس کے بارے میں ہمارا خیال ہے کہ یہ دلیل عقل سے عاری ہے۔ اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا مقصود یہ ہے کہ ہمارے لئے اصول یہ وضع کیا گیا ہے کہ کل عرب اونٹ سے چرانے والے وحشی لوگ تھے ان کے مسلہ پر غور و فکر پیشانی کی چھیلیں بھی پڑی تھیں۔ اس لئے ان کو حکم دیا گیا کہ نماز سے پہلے وضو کیا کرو۔ چنانچہ وضو میں بھی اعضاء کا دھونا وضو بھی کیا گیا جو شاید کہ ان میں ملوث ہوتے ہیں۔ باقی سب لوگ تو مہذب ہیں شاید کہ ہمارے ہاتھ پیر وغیرہ کبھی بھی آلودہ نہیں ہوتے اس لئے ہم پر وضو نہیں ہیں۔

یہ دلیل ایسی ہی ہے جیسے ایک صاحب سے یہ کہا گیا تھا کہ ایک صاحب پنکھا جھل رہے تھے تو اس نے کہا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ ایک صاحب پنکھا جھل رہے ہیں اور دوسرے نہیں۔ جب ان سے کہا گیا کہ بھائی گرمی لگتی ہے اس لئے پنکھا جھلتے ہیں تو اس نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس کو گرمی لگے وہ پنکھا جھلے۔ اس نے کچھ نہیں سوچا کہ پنکھا جھلنے سے گرمی کا احساس کم ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہے گا کہ نہیں یہ ٹھنڈک ہمارے لئے ہی نہیں ہے۔ ہمارے لئے تو پندرہ سیر ریاضت کے بعد ٹھنڈک ہونا چاہیے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے پندرہ سیر ریاضت کا جو قانون بغیر مقرر کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس قدر ریاضت کی بلا تکلف خو ڈالی جا سکے وہ معاف ہے۔ اور ہماری آج کی پندرہ سیر ریاضت ہے اس سے کل پندرہ سیر لکھ دیا اور ہم دوڑ اٹھ سکتے ہیں۔ اس لئے ہمارا ایک پندرہ سیر ہے۔

تو یہ اس حوالے اور دلیل کا تجزیہ تھا۔ ہم نہیں کہتے کہ ہمارا قانون ہی درست ہے۔ کچھ نہیں جانتے کہ ہمارے پاس کتاب میں کسی قانون کے بارے میں کہ پندرہ سیر سے زیادہ ریاضت کی جانی چاہیے جس میں سہولت اور آسانی کی وجہ تخصیص یہ تھا کہ اس سے اس کا حاصل مہذب لوگ صحیح پائیں گے۔

ہماری طرح ہمارے دلیل سے بات کرتے ہیں کہ جس قانون کے اصول و فرض یہ ہے جس میں مہذب لوگ کا ذکر ہی نہیں ہے۔ ہمارے قانون میں ہم نے وضو کی بات کی ہے تو ہمارے لئے وضو کا حکم ہے۔ ہم کو نہیں کہ ان کے حکم کی علت کیا ہے۔

نسبت مع اللہ

یہ مضمون اس پر لکھا گیا تھا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم سے بچے کیلئے یا کسی دعا کی مغفرت کیلئے تو بہ وغیرہ کا مطلقاً جائز ہے خواہ اس میں شیاطین ان سے متعلق ہو یا نہ ہو کل غلط ہے اور میں نے یہ بیان کیا تھا کہ دنیوی مصیبت کا علاج کیسی۔ اصل معصیت حق تعالیٰ کی ہے اسی سے ڈرنا چاہیے ان کو لوگ ملکا سمجھتے ہیں یہ جان رہے ہے کہ جس حق تعالیٰ سے ملاقات تھوڑی دیر کی ہے گناہ کر کے توبہ کر لیں گے پھر بالکل صاف ہو کر حق تعالیٰ سے ملیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو حق تعالیٰ سے ملنے کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ شاید ہمیں کسی نفس کو ایسی ہی زندگی پھر دوسرے تو یہ بڑی عقلمندی ہے تو ہے سبب کا ہوں کا انکاب یا جائے۔ تو اس کی جگہ وہ مثال ہے جیسے کوئی ترياق کے بھروسے کھایا چاہیے یا مقدم ہونے کی وجہ سے سانپ سے ڈرنا چاہیے کہ ہم کھا کر ترياق کھا لیں گے یا سانپ کے کاٹنے کے بعد منتر سے جھاڑ دیں گے۔ تو یہ جو لوگ توبہ کے بھروسے گناہ کرتے ہیں وہ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ جس اعتماد پر حق تعالیٰ کے ساتھ محبت کا تعلق بھی تو ہے تو کیا اس کا مقتضا یہی ہے۔

صاحبو اگر کسی عاشق کو یہ معلوم ہو جائے کہ میرا محبوب فلاں کام سے ناراض ہوتا ہے تو اس کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ ابھی تو محبوب کی ملاقات میں دیر ہے۔ اور اس کام کو میں کر لوں۔ صاحبو عاشق سے یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس کی محبت ہرگز محبوب کے خلاف رضا کام کرنے کی جرأت نہ دے گی۔ گو ملاقات میں کتنی ہی دیر ہو بلکہ گو ملاقات بھی ہونے والی نہ ہو۔ پھر افسوس ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہم اس کے خلاف برتاؤ کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پوری محبت ہی نہیں ہے۔ تو اس صورت میں شکایت اور زیادہ ہو گئی کہ ہم کو بیوی اور ماں بچوں سے تو کبھی محبت ہے جو ان حسین صورت سے ہم کو کیسا تعلق ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ سے کہ جو اس درجہ کی محبت کا مستحق ہے جو ہر جہاں ہر مکان ہر زمان میں سب سے بڑھ کر کامل ہے اور جو کچھ حسن ہم نے سب ان کا عطا کیا ہوا ہے۔

اے کہ حسنت میست بر رخ ہر [illegible] حسن چوں [illegible] رخ [illegible] حسن

اے کہ حسنت میست [illegible] حسن چوں [illegible] رخ [illegible]

حرمت کا مدار

اکبر من نفعهما

ان میں ایک گناہ بھی ہے۔

[illegible] فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے [illegible] میں تو جمع کا صیغہ استعمال فرمایا یعنی منافع لیکن [illegible] میں صیغہ واحد [illegible] کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ [illegible] کے لیے یہاں بھی جمع کا صیغہ استعمال فرماتے [illegible] اللہ تعالیٰ نے اس جگہ صیغہ واحد استعمال فرمایا جس سے اس حقیقت پر [illegible] کہ [illegible] میں [illegible] گناہ بھی ہیں اور شاید اسی وجہ سے [illegible] کو [illegible] میں ایک گناہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

[illegible]

[illegible] ساتھ موصوف کر دیا گیا ہے۔

[illegible]

[illegible] بلکہ [illegible] واثمھما [illegible]

[illegible] ہے کہ [illegible] میں [illegible] ہے [illegible] ہے کہ [illegible] میں [illegible] ہے [illegible] میں [illegible] واثمھما [illegible]

[illegible] سے [illegible] ہیں [illegible] سے [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

لوگوں کے نزدیک ایک شخص بظاہر بہت سے منافع میں مگر پھر بھی یہ ہم ہیں، کیوں؟ محض اس لئے کہ خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتے، اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ اب یہ مسئلہ بالکل حل ہو گیا کہ حرمت کا مدار حق تعالیٰ کی ناراضی پر ہے۔

پس معلوم ہو گیا ان الاعمال بالنیات کا حکم کہاں میں نہیں۔

گناہ کسی نیت سے بھی جائز نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا مطلب وہ ہے جو میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ بعض اعمال نیت کے بغیر موجب ثواب نہیں ہوتے جیسے مباحات اور بعض بغیر نیت کے صحیح نہیں ہوتے جیسے نماز روزہ وغیرہ۔

بے وضو نماز

چنانچہ اگر کوئی شخص نماز کی صورت بنائے لیکن نماز کی نیت نہ کرے تو وہ نماز نہیں ہے۔ یہاں سے میں آپ کو ایک بات بتلاتا ہوں اگرچہ اس کے بیان کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ لیکن صرف اس لئے بیان کرتا ہوں تاکہ تنگی کے وقت لوگ اپنے ایمان کو محفوظ کر لیا کریں اور کفر سے بچ جائیں۔ وہ بات یہ ہے کہ بعض دفعہ ایسی صورت پیش آتی ہے کہ کوئی بے نمازی نماز یوں میں جا پھنستا ہے۔ نماز کا وقت آ گیا اور سب لوگ نماز کے لئے تیار ہو گئے۔ اب یہ بے نمازی آدمی بڑا پریشان ہوتا ہے۔ نماز نہ پڑھے تو سب لوگ اس کو ملامت کرتے ہیں۔ برا بھلا کہتے ہیں۔ اور نماز پڑھتا ہے تو یہ مصیبت ہے کہ اس کو غسل جنابت کی ضرورت ہے۔ سب کے سامنے غسل کرے تو زیادہ بدنامی ہوتی ہے۔ اب ایسی صورت میں یہ بے نمازی بدنامی سے بچنے کے لئے نماز میں شریک ہو جاتا ہے۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ بے وضو نماز پڑھنا کفر ہے، تو میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بے نماز شخص نماز پڑھے تو اس کو چاہیے کہ نماز کی نیت نہ کرے بلکہ محض نیت کے بغیر نماز کی نقل کرتا رہے۔ اس طرح یہ شخص کفر سے بچ جائے گا۔ اگرچہ ترک نماز کے گناہ کے ساتھ بغیر وضو کے نماز پڑھنے کا بھی گناہ ہوگا کہ لوگ اس کو نماز پڑھتے دیکھیں گے اور اس سے نماز کی مگر کفر سے تو بچ جائے گا۔

دیکھئے شریعت میں کس قدر رعایت ہے کہ مجرم بھی اس سے محروم نہیں پھر بھی افسوس ہے کہ لوگ شریعت کو تنگ بتلاتے ہیں مگر خدا کے واسطے اس ترکیب سے ہمیشہ کام نہ لینا اور نہ اس حالت میں امامت کرنا ورنہ سارے نمازیوں کی نماز کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا۔ عرض عیب کرنے کیلئے بھی

بہ چاہیے۔ اگر کوئی شخص ہمارے سے بچتے کہتے ہے وضو کی سنتیں شروع ہو جاتی ہیں تو اس سے پہلے پہلے ہی بیت کر لینا چاہیے۔ آج کل سنت آدمی ہے ہیں جو ظاہر میں ہی معلوم ہوتے ہیں مگر ہے وصوفی خاتے ہیں یا باہر ارکان کو اڑا دیتے ہیں۔ اور ہوں یہ ہے کہ ایسے لوگ مقتدا اور پیر بھی ہو جاتے ہیں۔

لیڈر کی نماز

چنانچہ آج کل ایسے پیر ہیں جو پہلے تو ہے ہی تھے مگر اب چند اور سے وہ ہماری ہو گئے ہیں۔ مگر حالت یہ ہے کہ ایک مرتبہ ہمارا وقت ہوا میں سوار ہوئے۔ ہمارا وقت تھا تو سوزی میں بیٹھے بیٹھے آپ نے نماز شروع کر دی۔

ہمیں لیڈر کا ایک قصہ یاد ہے۔ ایک مرتبہ ہمارا وقت آیا۔ پانی موجود نہ تھا تیمم کی ضرورت ہوئی۔ آپ کو تیمم کا طریقہ تو معلوم نہ تھا اور کسی سے اس لئے نہیں پوچھا کہ لیڈر اور مقتدا ہو کر کسی سے پوچھنا عیب کی بات ہے۔ لوگ کہیں گے کہ یہ پھر لیڈر ہے جسے تیمم کا قاعدہ بھی معلوم نہیں۔ غرض خود ہی تیمم شروع کر دیا۔ سب سے پہلی حرکت تو آپ نے یہ کی کہ ہاتھ دھوئی جس طرح پانی کو مارا کرتے ہیں۔ حالانکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ مٹی پر ہاتھ مار کر مٹی کو جھاڑ پھونک دینا چاہیے۔ شریعت نے مٹی کو ضائع ہونے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ مشابہ ہے جس سے انسان کی صورت بگڑ جاتی ہے۔ یہاں تک اس قدر رعایت ہے کہ تمہاری صورت بھی بگاڑنا نہیں چاہتے تو ان لیڈر صاحب نے اول تو مٹی کو پانی کی طرح ہاتھ پر بہایا پھر منہ میں بھی مٹی دی گویا آپ نے مٹی سے کلی کرنا چاہی۔ اس پر سب لوگ ہنس پڑے اور سب کو ان کی جہالت معلوم ہو گئی۔ اس سے تو یہی اچھا ہوتا کہ وہ پہلے سے پیچھے سے کسی سے پوچھ لیتے کہ تیمم کا طریقہ کیا ہے۔ یہ جہالت ظاہر ہوئی تو ایک آدمی کی ظاہر ہوئی یا دوسروں سے تیمم دیکھ لیتے۔ مگر آپ نے اجتہاد سے کام لیا جس سے سب کو معلوم ہو گیا کہ بالکل ہی جاہل ہے۔ اس پر بھی وہ مسلمانوں کے پیشوا اور لیڈر بنے ہوئے ہیں۔

ایک اور صاحب کی حکایت ہے کہ انہوں نے سوچا میں مقتدی کی نماز پڑھاؤں تو جماعت پر سلام پھیر دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت کی ہے۔ کہنے لگے میں مسافروں کی نماز میں سے ہوں۔ ایک صاحب نے سفر میں مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب امام تیسری رکعت کے لئے

[illegible] ہوں اس لئے میں نے تقریر کی ہے۔

[illegible]

مولوی کی تعریف

[illegible]

بسم اللہ پڑھنا

ی ہونے میں بتاؤں ۔ حضرت ۔ اس مسئلہ کا مطلب یہ ہے کہ جو مال یقینی حرام ہوں میں بسم اللہ نہیں پڑھ سکتا ہے جیسے کوئی شخص رشوت کا روپیہ لیتے وقت یہ کہتے ہے کہ بسم اللہ اس میں حرام اور حلال روپوں ملے ہوئے ہوں اور حلال غالب ہو، وہ یقینی حرام نہیں وہ مشتبہ ہو گیا۔ اس میں بسم اللہ کہنا حرام نہیں مگر بسم اللہ کہنے سے اس کی کراہت زائل نہ ہوگی جیسا کہ بعض جاہلوں کا خیال ہے۔ اسی طرح بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ رشوت اور سود کے روپیہ میں سے کچھ خیرات کر دیا جائے تو حلال ہو جاتا ہے۔ یہ بھی بالکل غلط ہے۔ میں بھی کہہ چکا ہوں کہ حرام مال سے صدقہ کرنے میں کچھ ثواب نہیں ہے۔ غرض کوئی حرام کام کسی نیت سے یا بسم اللہ کہنے سے جائز نہیں ہو جاتا۔ بعد اپنے کاموں میں خدا کا نام لینے سے یہاں پر اندیشہ ہے کیونکہ اس میں خدا تعالیٰ کے نام کی بے تعظیمی ہے جیسے دل میں پاخانہ جانے کے وقت بسم اللہ کہنے کے لئے فقہاء نے اس کو مکروہ لکھا ہے اور جو حدیث میں آتا ہے کہ پاخانہ میں جاتے ہوئے بسم اللہ کہو اس کا مطلب یہ ہے کہ پاخانہ کی حد سے باہر بسم اللہ کہو۔ یہ مطلب نہیں کہ خدا کا نام خوب یاد رکھو۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ پاخانہ میں حدیث شیاطین ہوتے ہیں۔ جب آدمی نکلتا ہوتا ہے تو اس کے دل کو دیکھتے ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ نے اپنی امت کے لئے شیاطین سے چھپانے کے لئے یہ تعلیم فرمائی کہ پاخانہ میں جانے سے پہلے

بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث

کہہ لیا کرو۔ اس کے بعد نہ وہ تمہارے بدن کو دیکھ سکیں گے نہ ایذا دے سکیں گے۔

یہ سب مضمون اس رکوع کی وصیت کے پڑھنے سے متعلق استطراد آ گیا تھا۔ اس سے اوپر اصل مضمون یہ تھا کہ نفع میں حق تعالیٰ کی ناراضی ہوا وہ نفع ہی نہیں۔ دیکھو کسی عاشق کے پاس سونے چاندی بھرا ہوا ہو محبوب کی نظر میں نہ آتا ہو تو کیا عاشق اس کو نفع کی چیز سمجھے گا۔ نفع کی چیز وہی ہے جو محبوب کو بھا جائے۔

چہ [illegible] روخاک یکساں نماید ورت

نفع کی چیز

اسی طرح مسلمان کے لئے نفع کی چیز وہی ہے جس سے خدا راضی ہو۔ اور جس چیز سے خدا ناراضی نہ ہو ہرگز نفع کی چیز نہیں۔ اگر تمہارے پاس سلطنت بھی ہو مگر خدا راضی نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں۔

[illegible] یہاں [illegible] ہے تو [illegible] ہیں [illegible] ہوں [illegible] ہو [illegible] ہو [illegible] ہو

توجہ و مسمریزم کی حقیقت

لوگ عطری طور پر بدوں مشق ہی سے صاحب تصرف ہوتے ہیں۔ یہ کچھ جان نہیں۔ کیونکہ جو کام بلا فکر بھی کر سکیں وہ مشق سے کیوں نہ ہو جائے گا۔ مجھے ساری عمر میں ایک شخص ایسے ملے ہیں جو اس حقیقت کو بخوبی سمجھے۔

شاہجہاں پور میں ایک شخص صاحب سماع تھے۔ بہت مخلص آدمی تھے عقائد بھی عمدہ تھے صرف اتنی سر تھی کہ صاحب سماع تھے مگر اہل کمال نہ تھے صاحب دل ضرور تھے۔ ایک بار میرے پاس ان کا خط آیا۔ ایک شخص میرا دشمن تھا مجھے بہت ستاتا تھا۔ ایک بار میرے منہ سے ان کے حق میں بد دعا نکل گئی کہ الٰہی اس کو ہلاک کر دے۔ اسی عرصہ میں وہ ہلاک ہو گیا۔ اب شک پڑا ہے۔

کس تجربہ دریں دیر مکافات ☆ باور نشاں ہر کہ دلے دارد و خدا

اہل اللہ کا دل دکھانا بڑے وبال کا سبب ہے۔ حدیث قدسی جس میں اس امر کو بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں بھی آیا ہے۔ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔ جو میرے ولی سے عداوت رکھے میں اس کو اپنی طرف سے علان جنگ دیتا ہوں۔ پھر جس کو حق تعالیٰ سے علم دیں۔ اس کا کہاں ٹھکانا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ارحما چوں تو لیق ادب ☆ بے ادب محروم ماند از فضل رب

سب ادب تنہا نہ خود را داشت بد ☆ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

پس حذر خواہد کہ پردہ کس درد ☆ عیش اندر طعنۂ پاکاں برد

غرض ان بزرگ نے لکھا کہ میں نے بددعا کی تھی جس کے بعد وہ شخص ہلاک ہو گیا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ واقعہ اگر کسی دوسرے کو پیش آتا تو وہ اپنے مریدوں میں بیٹھ کر ڈینگیں مارتا کہ دیکھو! ہماری بددعا سے ہلاک ہو گیا۔ بھلا ہماری بددعا خالی جا سکتی تھی۔ مگر ان بزرگ میں اس کی بجائے دوسری حالت پیدا ہوئی۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ قتل کا گناہ ہوا ہو۔ سبحان اللہ خوف خدا کی کیسی شان ہوتی ہے۔ میرے اوپر اس خط کا بہت اثر ہوا۔ اور اس سوال سے مجھے سائل کی بہت قدر ہوئی۔ کیونکہ ایسا سوال عمر بھر مجھ سے کسی نے نہ کیا تھا۔ اور سوال بھی ایسے واقعہ کا جو ظاہر میں مشاہدۂ کرامت کے معلوم ہوتا ہے۔

میں نے جواب لکھا کہ واقعی آپ کا اندیشہ درست ہے مگر اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ بددعا

کے وقت دو حالتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ شخص مرتد ہی جو حق تعالیٰ سے رجوع مت کرے اور اپنے دین کو اور غیروں کو اس کے ملاک کرنے کی طرف متوجہ نہیں کیا۔ اس صورت میں اگر وہ شخص ہلاک ہو جائے تو یہ بددعا کرنے والا قاتل تو نہ ہوگا کیونکہ بددعا سے ہلاک ہونے میں اس کا دخل نہیں بلکہ اس میں شخص حق تعالیٰ سے درخواست ہے اور حق تعالیٰ اپنی مشیت سے اس کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ پس یہ شخص قاتل تو نہیں۔ البتہ وہ شخص اگر بددعا کے قابل تھا تب تو گناہ بھی نہیں ہوا اور اگر بددعا کے قابل نہ تھا تو قتل کا گناہ تو نہیں ہوا مگر بددعا کرنے کا گناہ ہوا۔ اس سے توبہ و استغفار کرنا رہے۔

اور ایک صورت بددعا کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے درخواست کرنے کے ساتھ اپنے دل کو بھی اس کے ہلاک کرنے کی طرف متوجہ کیا اور اپنے تصرف سے کام لیا۔ اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس شخص کو تجربہ سے اپنا صاحب تصرف نہ ہونا معلوم ہے۔ مثلاً بار بار تصرف کا قصد کیا مگر ہاتھ نہیں ہوا۔ اس وقت بھی قتل کا گناہ نہیں ہوا۔ البتہ اگر وہ شرعاً قابل قتل نہ تھا تو اس کی ہلاکت کی تمنا کا گناہ ہوگا۔ اور اگر تجربہ سے اپنا صاحب تصرف ہونا معلوم ہے تو یہ شخص قاتل ہے کیونکہ تلوار سے قتل کرنا اور تصرف سے قتل کرنا برابر ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ وہ قتل عمد ہے اور یہ قتل شبہ عمد۔

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ شخص جس کے ہلاک کرنے کے واسطے تصرف کیا گیا ہے قتل کا مستحق ہے یا نہیں۔ اگر مستحق تھا تو صاحب تصرف قاتل تو ہوا مگر گناہ نہیں ہوا کیونکہ تصرف کا استعمال اپنے محل میں ہوا اور اگر مستحق قتل نہ تھا تو صاحب تصرف کو قتل کا گناہ ضرور ہوا۔ اس صورت میں اس کو علاوہ دیت کے ایک غلام کا آزاد کرنا اور اس کی دسعت نہ ہو تو دو مہینے کے روزے رکھنے چاہئیں اور توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔

اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ توجہ کی یہ حقیقت ہے۔ یا در رکھو کسی کو توجہ سے ہلاک کرنا یا ضرر پہنچانا علی الاطلاق جائز نہیں بلکہ اس میں وہ تفصیل ہے جو میں نے بیان کی مگر جہاں تو اس کو کمال سمجھا جاتا ہے۔ کسی کو بھی التفات نہیں ہوتا کہ اس میں بعض دفعہ گناہ بھی ہوتا ہے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے تو محض توجہ کی تھی۔ ہم نے قتل کہاں کیا۔ خوب سمجھ لو کہ توجہ سے قتل کرنا بھی ویسا ہی ہے جیسے تلوار سے قتل کرنا۔ اس لئے ایسے مواقع میں توجہ سے بچنا چاہیے اور کوئی شخص توجہ کا مشاق بھی نہ ہو اس سے بھی ایسے مواقع میں توجہ سے کام نہ لینا چاہیے۔ کیونکہ بعض لوگ بطور صاحب تصرف ہوتے ہیں لوگوں کو خبر نہ

ہوتا محض سے ہم آپ وہ صرف سے لکھتے ہوگا۔ فی میں تم سے تصرف ہو تو اس حالت میں مرے کی بوصر چاہے قاصد یا ہو وہ اس کا حق ہو اور صر کیجئے کہ تو تم گناہ ہوگا۔ اور یہی علم عملیات ہلاک کرنے کا ہے۔

چنانچہ یہ عمل ہوتی ہے کہ جس کو ہلاک کرنا منظور ہوتا ہے اس سے پہلے ایک کچی اینٹ پر عمل پڑھتے ہیں۔ پھر اس کو کفن وغیرہ سے اس پر کچھ جنازہ پڑھ لیتے ہیں اور اس کے بعد وہ اینٹ گھلنا شروع ہوتی ہے۔ جوں جوں وہ گھلتی ہے اسی قدر یہ شخص گھلنا شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اینٹ بالکل گھل جاتی ہے۔ یہ شخص بھی گھل گھل کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ بہت ہی سخت عمل ہے۔

اب جو یہ بچھو مرا کر وہ شخص مستحق قتل ہوگا تو تم پر قتل کا گناہ نہ ہوگا بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم نے تو قرآن سے مارا ہے۔ پھر ہمیں گناہ کیوں ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر تم کسی کو تلوار سے قرآن ہی سے سر پر مارو اور اس سے اس کا سر پھٹ جائے اور مر جائے تو کیا تم پر گناہ نہ ہوگا۔ ضرور ہوگا۔

علوی عمل کی حدود

علوی عملیات میں ایک بات تو یہ جاننے کے قابل ہے کہ مقصود جائز ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ کلمات طیب ہیں یا نہیں اگر علوی عمل میں خبیث الفاظ نہ ہوں مگر طیب بھی نہ ہوں، وہ بھی ناجائز ہے چنانچہ بعض لوگوں نے موکلوں کے عجیب عجیب نام گھڑے ہیں۔ کلکائیل۔ ہردائیل۔ اسی طرح اس کے قابلیہ پر بہت سے نام ہیں اور غضب یہ ہے کہ ان ناموں کو سورۂ فیل کے اندر ٹھونس ہے۔

الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل یا کلکائیل الم یجعل کیدھم فی تضلیل یاھزدائیل وعلی ھذاالقیاس

یہ سب خرافات ہے۔ اول تو نام ہی سے ہتے ہیں۔ نہ معلوم کلکائیل کہاں سے ان لوگوں نے گھڑا ہے۔ اس پر تو کسی دلیل میں نہیں ہتے ہوں گے۔ پھر ان قرآن میں ٹھونسنا یہ دوسرے بے ہودگیاں ہے۔ نہ معلوم یہ جاہل ان لوگوں نے کہاں سے تجویز کئے ہیں۔ بعض خبیث میں اور کچھ بھی نہیں۔ ان کا مصداق معلوم ہوتے ہیں ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واٰباؤکم ما نزل

میں فیصلہ ہو گا مگر یہ وہ شیں عورت ہی تو ہے عرفی نہ ہو

کس سے میں اس دوسرا ری سمجھتا ہوں کہ عورتیں اپنے ہاتھ سے پڑھ کر یا سنیں۔ تو کسی کو عورتوں کی تعلیم کا بہت ہی شوق ہو، اس بوں باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

غرض چونکہ عورتوں کی معلومات عموماً وسیع نہیں ہوتیں اس لئے ان کا تخیل صحیح و کامل ہوتا ہے اور کمال تخیل ہی پر ہے اس لئے عورتوں کا حکم زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اس لئے لَقَّنْتُ فِی الْعُقَدِ میں عورتوں کی تخصیص کی گئی۔

عجائب پرستی

یہود خرافات میں بہت مبتلا تھے۔ ان کی عورتیں بھی خرافاتی تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بعض عورتیں سے خرافات میں مبتلا تھے۔ حضور ﷺ نے اس کے سدباب کے لئے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کو عجائب و خرافات کا علم نہ بتاؤ۔ یہ قاعدہ ہے کہ علم جب بگڑتا ہے تو سب سے پہلے عورتوں تک پہنچتا ہے۔ عام مرد کو تھوڑا بہت حصہ ہی تک پہنچ کر رہتا ہے۔ چنانچہ آج بھی لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو علماء کے ہاتھ میں سے جس عرف چلی ہیں۔ جس پر وہ چیزیں ترک کر دیں اور جس وجہ میں عام لوگوں کے قبضہ کی رہتے ہیں۔ میں بتاتا ہوں کہ علماء کرام نے کیا ہیں تو ان کا بھی قصور نہیں۔ واقعی فضل اہل علم ہی کا ہوتا ہے۔

تو یہود کے علماء کی یہی عادت تھی۔ یہود سے کہ وہ خرافات و عجائب کا علم نہ پڑھائیں اور اس کے متعلق ایک عجیب قصہ ہے۔ وہ لڑکوں سے کہا کرتا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ بھی عجائب پرست تھے وہ لڑکوں سے کہتا تھا کہ بیٹے سے سنے کہ قصے سناتے ہیں جس میں ٹھیک

چنانچہ اس قبیل کی بعض باتیں بعض علماء کے متعلق بھی مشہور ہیں کہ وہ [illegible] کا علم نہ پڑھاتے تھے۔ [illegible] بیان کرتے ہیں کہ [illegible] پڑھاتے ہیں۔ [illegible] بعض علماء نے [illegible] کا علم نہ

[illegible] تو طلسم ہوش ربا میں طلسم آئے گا۔ پرانی باتوں میں یہ لطف آئے گا۔

دیکھئے اقوال کا طریقہ ہے۔ اس میں بعض مضامین کو بار بار بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً صبر اور شکر کا قصہ قرآن میں متعدد جگہ مذکور ہوا ہے مگر ہر جگہ نئے انداز سے اور نئے طرز سے بیان ہوا ہے۔ تو یہی طریقہ واعظ کا ہونا چاہئے کہ وہی پرانی باتیں مختلف طرز سے بیان کی جائیں۔ موقع کے مناسب مضامین درج کئے جائیں۔ ان پرانی باتوں میں وہ لطف ہے جیسے کہا گیا ہے ؎

ہر چند پیر دستہ و کس ناقوال شدہ ☆ ہر گز نظر بردے و آرام جاں شدہ

اس سے اس میں نور و رونق پیدا ہوتی ہے اور اس کی نئی حکایات سے نصیحت یعنی سے وعظ تو وہی ہے جس میں حکمت و موعظت کی باتیں تلاش کی جائیں۔

غلوفی الدین

حلال و حرام طلب کرنے کے متعلق یہ قصہ بیان کرتے ہیں۔ یہ شخص لوگوں کی طلب تھی۔ لوگوں نے اس سے [illegible] کل حلال و حرام یہ شخص کے پاس ہے جو ہمیشہ مسجد میں رہتا ہے۔ اس کے سوا حلال و حرام یقینی طور پر کسی کو نہیں۔ چنانچہ وہ بصرہ پہنچا اور ہر ایک سے حلال و حرام کے متعلق اپنا قصہ بیان کیا کہ میں حلال کی طلب میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کی روزی بالکل حلال ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ لوگ یہ سن کر رونے لگے اور کہا کہ اب تک تو ہماری روزی بالشبہ حلال تھی لیکن اب نہیں رہی کیونکہ میرے بیل ایک شخص کے کھیت میں گھس گئے تھے اس سے کھیت کی مٹی سے چند گز کی زمین میرے کھیت میں مل گئی۔ اب مجھے شبہ ہو گیا

یہ حکایت قواعد شریعت کے بالکل ہی خلاف ہے یہ غلو تھی کہ بیل سے [illegible] ہو گئی اس کا مقدور چیز نہیں جس سے شبہ ہو سکے۔ یہ محض غلو ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص [illegible] کے متعلق لوگوں سے پوچھتا پھرے کہ یہ کس کا ہے تو اس کا [illegible] ہو جاتے۔ اس شخص کو سزائے تعزیر دے جائے۔ یہ مقدور نہیں ہے اس کی تعریف کی ہے تو یہ شخص بلا وجہ شریعت سے تجاوز کرتا ہے۔ غرض یہ حکایت سراسر خلاف شریعت ہے۔ مگر واعظین اس کو بڑے شوق سے بیان کرتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کہنے والے نے کہا ہے یا سننے والے نے اس حکایت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ حلال روزی بہت دشوار ہے جو ہم کو میسر نہیں ہو سکتی۔ اس سے وہ طلب حلال

سے اجتناب کرتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب کے بیٹے تھے مولانا ان کے لئے کوئی کھانا بھیج دیتے تھے تو انہوں نے ایک بار عمل یہ حضرت آپ تحقیق بھی کر لیتے ہیں کہ کھانا جو آپ کے والد صاحب نے بھیجا ہے وہ کہاں سے آیا ہے کیا کھایا ہے۔ آپ ہمیں ایک مسئلہ سے بتا دیں ہمارے والد کی آمدنی کا ذریعہ تو مسئلہ ہے کہ اس کی آمدنی حرام ہوگی۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ضرورت نہیں اس کو حال ہی کچھ مگر سن کل عوام کی نظر میں اس شخص کی ہست اہمیت ہوتی ہے، جو شہرت میں ہوتا ہے۔ اور اس کا یہ ہے کہ عوامی سطح سے نیچے ہوتا ہے اور اگر عقل سے کام لیا جائے تو اس سے کچھ فرق نہیں ہوتا شہرت کا کام سے ہوتی ہے جو یہ ہو۔

عوام کا اعتقاد

گزشتہ میں ایک شاہ صاحب آئے اس کی یہ عادت تھی کہ جس دن کی آمدنی ہوتی اس دن کچھ پہلے آپ مراقبہ کرتے۔ کبھی تو مراقبہ سے اٹھتے کہ تیج سے یہاں آمدنی ہوئی ہے میں اس سے نہیں کھاؤں گا، کبھی یہ کہتے کہ فلاں تیلی کی آمدنی ہے تیلی کی آمدنی کھانے سے طبیعت مکدر ہوتی ہے۔ اس طرح کی بہت سی باتیں کرتے۔ واقعی شاہ صاحب کی آمدنی بھی ایسی ہی ہوتی تھی جس کو وہ مراقبہ سے معلوم کر لیتے ہیں کہ آمدنی کیسی ہے۔ مگر چند لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ مراقبہ نہ کیا جائے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان شخص حلال ہی کما کے کھلاتے ہوں مگر شاہ صاحب کے یہاں کسی کی آمدنی ہوتی ہے وہ اس شخص کے دشمنوں سے یہاں شاہ صاحب کی آمدنی ہوئی ہے جس میں شبہ ہوتا ہے کہ یہ حلال نہیں ہے۔

چنانچہ ایک دفعہ ایسا ہی ہوا کہ شاہ صاحب کے یہاں سے کہ تیج سے پاس روپیہ کی آمدنی کا ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک اور شخص نے آکر عرض کیا کہ حضرت آج میرے یہاں سے ایک روپیہ کی آمدنی ہوئی ہے۔ شاہ صاحب نے مراقبہ کیا اور سر اٹھا کر کہا کہ بھائی اللہ تعالیٰ کی آمدنی میں سے ایک حلال ہے اور ایک حرام ہے۔ اس کے بعد شاہ صاحب نے حرام کی آمدنی والے شخص کو بلا کر کہا کہ تم نے آج کیا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ شاہ صاحب آج میں نے کچھ نہیں کیا۔ شاہ صاحب نے پھر مراقبہ کیا اور کہا کہ تم نے آج کچھ نہ کچھ ضرور کیا ہے۔

واقعی جب امتحان پر نظر پہنچے تو لے سانس ہی رہ جاتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی معاملہ ان صاحب کا بھی ہوا جو ایک صاحب نظر شہادت خدا سے کہتے ہیں کہ

ہمارے صاحب نظر سے گو ہر خود ☆ میسی خوش گشت تعریف ترے چند

واعظین کا مذاق

آج کل ہماری یہ حالت ہے کہ جس چھوٹوں سے ہاتھ پر چوسے شروع کر دیے تو ہم خود بھی پیر معتقد ہو جاتے ہیں کہ واقعی میں بڑا ہوں تو یہ لوگ میرے ہاتھ ہی چوستے ہیں۔ عوام کے عقائد بھی ایک ہی رہتے ہیں کے اعتقاد کی تو یہ حالت ہے کہ گنگو میں ایک واعظ تھے جس کا شیر قاف بھی درست نہ تھا۔ جسم کو جسد کہتے تھے مگر عوام کے عقائد کی یہ حالت تھی کہ جس لوگ یوں کہتے تھے کہ یہ فضل بہت بڑے عالم ہے۔ مولوی رشید تو بارہ برس پڑھا ہے۔ واقعی جی ہاں سولہ تو بارہ برس کے بعد بھی یہ حالت معلوم ہوتے کہ وہ جسم کو جسد کہتے۔ یہ عوام کی تو یہ حالت ہے کہ جو محض دعوی علم کے قصے بیان کرتا ہوں سے معتقد ہو جاتے ہیں۔ چاہے اسے خاک بھی نہ آتا ہو۔

کانپور میں ایک واعظ آئے۔ منبر پر بیٹھتے ہی سوں سے یہ دعوی کیا کہ میں یہ بات ہوں گا جو کسی نے نہ کہی ہوگی وہ یہ کہ خدا عالم الغیب نہیں ہے۔ اس پر چاروں طرف سے لوگ ہوں پڑھنے لگے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہ کر آپ نے یہ کہا کہ صاحبو یہ بات میں کہ آپ سے مجھے پہلے ہی میں کافر و زندیق کہہ لوگا مگر میں نے حقیقت سمجھنے کے بعد آپ سے کہہ دیں گے کہ میری بات سچی ہے بات یہ ہے کہ غیب کہتے ہیں پوشیدہ کو اور خدا تعالی سے کوئی چیز چھپی نہیں تو خدا تعالی عالم الغیب کیوں ہو سکتے ہیں۔ ان کو کس چیز کا بھی علم ہے دوں نے کہا ہے۔ آپ نے یہ نکتہ پایا اور اپنے دل میں بڑے خوش ہوئے کہ میری بات سچی ہے یہ سمجھے کہ میں نے قرآن کے ایک لفظ کو اس سے بیکار اور لغو بنا دیا۔ جب قرآن میں خدا تعالی کی صفت عالم الغیب موجود ہے تو اس کا انکار کرنا کیوں صحیح ہوگا۔ سے یہ کہنا چاہتے تھے کہ خدا تعالی کی صفت جو عالم الغیب ہے وہ مخلوق کے علم سے ہے کہ جو چیزیں مخلوق سے غائب ہیں خدا تعالی کو اس کا علم بھی ہے اور ذات خداوندی نے اتنے علم میں ایک بڑی قسم

ہے یعنی علم حضوری۔

غرض آج کل اعلیٰ حضرت کی ہی سے جو یہ دعا مانگی جاتی ہے، تیل بیچا کرتے ہیں جو عورت بیچارت میں دن میں پانچ مرتبہ اعلیٰ حضرت کے دعائیہ شہادت نامہ خوب پڑھتے ہیں تاکہ لوگ دیکھیں اور اس کی کچھ پروا نہیں کرتے کہ دعا صحیح ہوں یا غلط کس جوتی میں آ رہی ہیں۔ یہ کیونکہ ان کا مقصد تو گفل دلانا ہے۔

ایک شخص نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ میں شہادت نامہ پڑھا کرتا ہوں۔ آپ وجہ بتا دیں۔ فاضل بریلوی کی تصنیف میں شہادت نامہ پڑھا جاتا تھا۔ میں نے اس حضرت سے کہا کہ یہ دعا سنت ہے جو حضور ﷺ نے بتائی تھی جس کے وہ سے صحابہ کرام میں مست مئی سے ماتھوں شہید ہوئے تھے۔ پس پڑھا کرو۔ یہ بات سن کر فرمانے لگے کہ دعا پڑھا کرتا ہوں۔ میں سمجھا ہوں کہ دعا میں غلط ہے جس کی وجہ سے یہ ساری محنت قابل ضبط ہے۔ مگر یہ بات بھی نہیں کہ قاعدہ کی رو سے غلط مشہور معنی مراد ہیں بھی یہ ہیں قابل ہے کہ اس دعا کی میں ان پڑھا جائے شامت بدی جائے۔ اعلیٰ کہ اس کا نام ہے تو یہ قبل حوالہ کہ یہ سورت کی تصنیف میں تو شہادت نامہ ہو بلکہ ہر ان کی نعمت کو محسوس کیے ہوں۔ میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا بھی یہی مدعی تھا جو آج کل سے بعض لوگوں کا ہے۔ اس سے انہوں نے کو موضوع سے لے لیے عجیب و غریب قصے گھڑ لیے تھے۔

ہاروت و ماروت

کہی میں سے ہاروت اور ماروت کا قصہ بھی ہے جس کو آج کل بھی مست لوگ صحیح سمجھتے ہیں کیونکہ بعض مفسرین نے یہ تعصب کیا ہے اس قصہ کو یہ ہیں محسوس دیے مگر محدثین نقاد نے اس کو موضوع بتایا ہے۔ وہ قصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ جب زمانہ میں بی آدم کے مدمعاصی کی کثرت ہوئی تو فرشتوں نے عرض کیا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں تو نے زمین پر خلیفہ بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو عقل دی ہے تو یہ ہم کی اطاعت نہیں کرتے ہیں خدا تعالیٰ سے فرمایا کہ اگر ہم تم کو عقل دیتے اور تم بھی گناہ کرتے تو ہم تم کو عذاب دیتے یا نہیں چھوڑتے بلکہ اس وقت بھی ہم اطاعت ہی کریں گے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا تم میں سے دو فرشتوں کو منتخب کر لو جو سب سے زیادہ عبادت

گزر رہیں۔ چنانچہ ہاروت و ماروت کو منتخب کیا گیا۔ خدا تعالیٰ نے ان دونوں میں شہوت مادہ رکھ دیا اور ان پر یہ قید لگا دی کہ انسانوں کے مقدمات کا فیصلہ کیا کریں اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، شراب نہ پینا اور زنا نہ کرنا، نہ کسی آدمی کو ناحق قتل کرنا چنانچہ وہ دن بھر مقدمات کا فیصلہ کرتے اور شام کو اسم اعظم پڑھ کر آسمان پر چلے جاتے۔

اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا۔ ایک دن ان کے پاس ایک عورت کا مقدمہ آیا جو کہ بہت ہی حسین و جمیل تھی۔ یہ دونوں اس پر فریفتہ ہو گئے اور اس کے موافق فیصلہ دیدیا۔ پھر اس نے اپنی خواہش ظاہر کی اس نے کہا ایک شرط سے میں راضی ہو سکتی ہوں یا تم شراب پیو یا میرے شوہر کو قتل کر دو یا اس بت کو سجدہ کرو جو تمہارے سامنے ہے یا مجھ کو وہ اسم اعظم بتا دو جس سے تم آسمان پر جاتے ہو۔ اس نے ان تینوں میں سے آسان تر چیز یہ سمجھی کہ اسم اعظم بتا دیا تو یہ سوچا کہ اس سے عمل کر کے آسمان پر جائیں گے اس سے توبہ کر لیں گے۔

چنانچہ شراب پی کر اس سے زنا کیا اور اس کے شوہر کو بھی قتل کر دیا اور بت کو سجدہ بھی کیا اور اسی حالت میں اس عورت کو اسم اعظم بھی بتا دیا۔ وہ عورت تو اسم اعظم پڑھ کر آسمان پر چلی گئی خدا تعالیٰ نے اسے ستارہ کی صورت میں مسخ کر دیا چنانچہ زہرہ ستارہ وہی ہے۔

یہ دونوں نشے اور مستی سے ہوش میں آئے تو بڑے پریشان ہوئے۔ شام کو آسمان پر جانے لگے تو روک دیا گیا وہاں سے یہ سوچا کہ توبہ کا مذاب اختیار کر لیا عورت کا نہیں تو یا کے عذاب کو آسان سمجھ کر اختیار کیا۔ چنانچہ وہ بابل کے کنویں میں الٹے لٹکے ہوئے ہیں جہاں ان کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ دونوں جس کو بھی تعلیم دیتے تھے اس تعلیم کا اس کو علم ہو جاتا۔ یہ جادو بھی سے منقول چلا آتا ہے۔

اس قصہ کو اگر تفصیل سے حدیث سے بھی سمجھا جائے تو موضوع ہے کیونکہ اس کا طرز بتا رہا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہو سکتی۔ یہ بنیادی اسرائیلیات میں سے ہے دوسرے شرعی حیثیت سے اس میں بہت سے اشکالات ہیں۔

ایک اشکال تو یہی ہے کہ فرشتے خدا تعالیٰ کے سامنے کس طرح گستاخی کر سکتے ہیں جبکہ خدا تعالیٰ تو یہ فرما رہے ہیں کہ اگر ان میں شہوت پیدا کر دی جائے تو یہ بھی انسانوں کی طرح گناہ کرنے لگیں گے اور وہ

خدا تعالیٰ کی بات اور ہے کہ کیسی عمر کے جس میں بھی گناہ نہیں سکتے۔ فرشتے مگر خدا کی بات کو رد نہیں کر سکتے۔

اور اشکال یہ ہے کہ جس کا بی بی سے پوچھنے معذب ہوئے وہ عورت کیوں نہ معذب ہوئی۔ وہ عظیم پیغمبر کا بیٹا چلی گئی اور یہی عقوبت کیوں نہ ہوئی

اور بہت سے شکایات ہیں جس سے یوں ان اس وقت گنجائش نہیں مگر بعض معترضین نے اس میں اس واقعہ کو لکھا ہے جس سے بہت لوگ اسے صحیح سمجھتے ہیں۔ اسی سے مرکب ایسے کے قابل میں ہوتی۔ کسی عام کو تو پھر ہو ان کتاب حضرت داؤد علیہ السلام سے اس کے اعتماد کرنا چاہیے اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ جن کتابوں میں یہ قصہ مذکور ہے وہ معتبر کتابیں ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ معتبر کتاب کا ہر جز معتبر نہیں ہوتا۔ جس طرح ایک کتاب معتبر ہو لیکن اس میں کوئی بات غیر معتبر بھی ہو۔ ایک دو جملوں کے غیر معتبر ہونے سے ساری کتاب کو غیر معتبر نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اس کا اعتبار ہر محقق ہی کر سکتا ہے کہ اس کتاب میں کون سی بات غیر معتبر ہے۔ غرض یہ قصہ محض غیر معتبر ہے۔

صرف ہاروت و ماروت کے قصہ کی مختصر حقیقت یہ ہے کہ ایک زمانہ میں دنیا میں بالخصوص بابل میں جادو کا بہت چرچا ہو گیا تھا حتیٰ کہ اس کے عجیب و غریب کرشمے دیکھ کر جہلاء کو انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں اور سحر میں اشتباہ ہونے لگا۔ کیونکہ سحر سے بھی بعض باتیں خرق عادت کے طور پر ظاہر ہو سکتی ہیں۔ علاوہ سحر اور معجزہ میں کھلا فرق ہے۔

ایک فرق تو یہی ہے کہ سحر میں اسباب طبعیہ کو خفیہ دخل ہوتا ہے اور زیادہ تر جن کا مدخل ہوتا ہے بخلاف معجزہ کے کہ اس میں اسباب طبعیہ کو ذرا بھی دخل نہیں ہوتا۔ محض حق تعالیٰ کے حکم کے بدون اسباب کے خلاف عادت امور ظاہر ہو جاتے ہیں۔

دوسرے صاحب معجزہ کے اخلاق و عادات و اطوار و اعمال میں اور ساحر کی حالت میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ نبی کی صحبت سے خدا تعالیٰ کی محبت و معرفت اور آخرت کی رغبت، دنیا سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے پاس بیٹھنے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے اور ساحر کی صحبت میں اس کے خلاف اثر ہوتا ہے لیکن اس فرق کو وہی دریافت کر سکتا ہے جس کی طبیعت سلیم ہو عقل صحیح ہو عوام اس فرق کو نہیں

کے ہاتھ سے ظاہر ہوتے ہیں۔

کوس کی سواری میں تھی۔

[illegible] سے محبوب تھا اس لئے محبت تھی [illegible] کی معلومات سلطنت سے متعلق [illegible] رہتے تھے [illegible] سلطنت سے تعلق [illegible] ان سے [illegible] سے [illegible] کی [illegible] کہ سلطان [illegible] آتے ہیں [illegible] ہیں [illegible] کی [illegible] کہ سلطان کا مزاج شناس تھا۔ اگر اس سے [illegible] کوئی [illegible] کا مزاج پوچھتا تو اس سے [illegible] کہہ سکتا تھا اور کسی کی ہوں [illegible]

[illegible] جاتے ہیں۔ [illegible] ہوگا فلاں [illegible]

[illegible]

[illegible] کا شغل رکھتے ہیں۔ وہ صرف رضائے خدا اور رسول کی [illegible] کے لئے وہ وقت عاشقین۔ اگر کوئی ان سے محبوب کی تعریف پوچھتا تو وہ یہ جواب دیتے ہیں۔

[illegible]

یہی وجہ ہے کہ عوام ان سالکین کے کم معتقد ہوتے ہیں کیونکہ ان کے یہاں ظاہری سامان کچھ نہیں ہوتا۔ نہ [illegible] نہ [illegible] ان [illegible] کا تذکرہ نہ [illegible] اور [illegible] شور و غل، دھوم دھام سے یہاں یہ سب [illegible] ہوتا ہے۔ ہاں سالکین کے پاس محبت و معرفت الٰہی کا ایک مخفی خزانہ ہوتا ہے۔ جس کو اہل بصیرت دیکھ لیتے ہیں۔ عوام کی نظر وہاں تک کم پہنچتی ہے۔ اسی طرح کاملین کی کیفیات ممتاز نہیں ہوتیں بلکہ ان میں ایسی شیرینی ہوتی ہے جیسی فریبی میں کہ نہایت لطیف مٹھاس ہوتی ہے جس کو اگر کوئی دیہاتی چکھے تو بالکل پھیکا بتائے۔ اور ہجڑوں کی کیفیات میں ایسی شیرینی ہوتی ہے جیسی گڑ میں کہ دیہات کے لوگ اسی کو میٹھا سمجھتے ہیں۔ مگر مذاق مزاج لطیف اخلط لوگ اس کی ایک ڈلی بھی نہیں کھا سکتے۔

کاظمین کے کمالات

حضرت سید حمزہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں بہت کچھ کہا گیا ہے اس سے بعد بہتے
گا حضرت میں ہے آپ کی حضرت میں ہوئی ہے ہوں سے ہیں دیکھی قبلی پھر
گئی ہوں۔ ہی وہ تھا اس وقت کے وہ میں حضرت حضرت سے ہیں
سامنے ہیں کی حقیقت تھی۔ حضرت حمید کو ہوئی ہے گیا ہوا ہے ہیں سے ہوئی
میں آپ سے ہوئی کا حال حضرت حمید سے ہوا ہے ہیں سے ہوں یہ کہ حضرت حال حضرت آپ میں
سے کوئی کا آپ کا میں دیکھا ہوا ہے پھر اس سے ہوا وہ حمید کی حضرت کا ہوا ہے اس
اس سے ہے کا بھی خلاف سنت ہیں ہے ہیں ہیں کی ہیں ہیں ہیں۔

واقعی یہ حضرت اس بات سے کہ ہیں ہیں کی ہیں ہیں ہیں اور حضرت حمید سے اس
دعوے کی ہوا ہے۔ اہل اللہ تحدث بالنعمت کے طور پر ہیں کی صداقت کے لیے ہیں کمالات
بیان کرتے ہیں تاکہ لوگوں کی ہدایت معلوم کے لیے ہوا ہے کہ طریق میں پختہ اعتقاد
اور عقیدت ہے ضروری ہے کامیابی کی ہوئی ہے۔

اس واقعہ سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ ہیں کے حالات اس لیے ہیں کہ
معمولی آدمی کی نظروں میں حضرت حمید سے حضرت ساہیں ہے گی یا

عاصی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء یہود کے بارے میں سخت ہی کہتے تھے کہ ہمارے میں ورس میں بیوقوف ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ کتابیں پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں۔ یہ بھی ایسے ہی آدمی ہیں۔ اور مجھ دیں کہ علماء اہل علم سے علم کو کتابوں سے بھی بہت زیادہ ہے کیونکہ علم کی حالت کتابوں سے فہم کھلا ہوتا ہے۔ پس سائنس کی شان یہ ہے کہ علماء کے مشابہ ہوتی ہے اور مجھ دیں ملائکہ سے بڑا مشابہت رکھتے ہیں۔ کی سے ہیں بلکہ یہ ہوتے ہیں ورسائنس کے پروفیسر بھی کلام ہوتا ہے۔

غرض ملائکہ تکوین سے کام کرتے ہیں اس لیے تعلیم حق خدمت ہی کے سپرد ہوئی۔ کہ اگر اس میں وہ صداقت کا سخت تعہد نہ کریں تو ان کی شان کے خلاف نہ ہوگا۔ وہ تاس سے زیادہ کام لیتے ہیں۔ چنانچہ جس وقت ان کی حفاظت کی جاتی ہے اس کی وجہ سے مسلمانوں پر حملہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ تعلیم سوء صداقت کا سخت تعہد بھی نہیں ہو سکتے۔ اس کی یہاں تک حفاظت کی گئی ہے کہ شیطان کی سے سے عرش پر قدرت نہیں ہوئی تھی شیطان کسی بھی صورت میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ مختلف شکلوں پر تشکل کی قدرت ہے مگر نبی کی صورت کوئی نہیں بنا سکتا کیونکہ اس میں دین کا کام مختل ہو جاتا ہے۔ یہ دین میں تو کیا شیطان خواب میں بھی کسی کو نبی کی شکل میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ نبی کی شکل میں ظاہر ہو کر یہ دعوے کرے کہ میں ہی ہوں یا یہ کہے کہ خواب میں کسی کو نظر آئے اور یہ دعویٰ کرے کہ میں خدا ہوں۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی شان یہ ہے۔

يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ

وہ ہدایت بھی کرتے ہیں اور گمراہ بھی کرتے ہیں یعنی گمراہی بھی انہی کی پیدا کی ہوئی ہے گو اس سے وہ راضی نہیں ہیں مگر جب کوئی خطرناک چیز پیدا ہو جاتی ہے تو گمراہی کی صفت ان میں پیدا کر دیتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ گمراہی کا اکتساب شخص ہے اس کا پیدا کرنا عیب نہیں ہے بلکہ یہ تعین ہے کہ اس نے کس سے حق کی قدرت کا پتہ چلانے کے لیے وہ شر کی صورت بنا رکھی ہے پھر اس گمراہ کرتا ہے تو اس کے غلط کرنے کا ہے اور اس کی تباہی میں وہی حکمت ہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گمراہ اور کفر جو پیدا کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بھی ہے میں حصہ ہیں۔

چنانچہ ایک حصہ وہ ہے جو [illegible] اور ایک حصہ وہ ہے جو [illegible] کے ساتھ مخصوص ہے
[illegible] اس صورت میں مخلوق یا انسان سے [illegible] میں تک محبت ہوتی ہے کہ اس
میں مخلوق کا محبوب سے [illegible] اور [illegible] کا حجاب آ جائے تو وہ گناہ
اور کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ [illegible] قصد کرتے ہیں [illegible]

اور یہ محبت [illegible] دیکھتے ہیں [illegible] ہوتا ہے۔
یہاں اور [illegible] کا طبع ہوتا ہے۔ [illegible] یہ [illegible] کا طبع ہوتا ہے
اور [illegible] یہ [illegible] میں [illegible] ہے [illegible] ساتھ
دو [illegible] ہونا نقص نہیں۔

[illegible] سے یہ [illegible] اور [illegible] اور [illegible]
[illegible] کی [illegible] تک [illegible] ہے [illegible] کی [illegible] تک
[illegible] کا [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] کا [illegible] ہے [illegible]

لیتے ہیں۔ سو یہ مطلب بالکل غلط ہے۔ اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ طریق سے رہا بھی مس نہیں بلکہ اس کا صحیح مطلب وہی ہے جو میں نے بیان کیا کہ کاملانہ عشق سے عام مراد ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ علم چونکہ ذاتی صفت کے طور پر کامل ہے اور خدا کی یہ صفت قدیم و مستقل بھی ہے۔ اس لئے علم میں کفر کا وجود بھی ضروری ہے ورنہ ظہور اسماء کامل طور پر نہ ہوگا۔ یہ حکمت تو صوفیاء سمجھے۔

ایک حکمت علماء ظاہر نے سمجھی ہے وہ یہ کہ الاشیاء تعرف باضدادھا ہر چیز کی حقیقت اس کی ضد کے مطالعہ سے زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ پس دنیا میں کفر وغیرہ کو اس لئے پیدا کیا گیا۔ اس کے ذریعہ سے ایمان کی حقیقت کامل طور پر منکشف ہو جائے۔

دیکھئے جس شخص نے کبھی اندھے کو نہ دیکھا ہو وہ آنکھ کی نعمت کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ اسی طرح جس نے کبھی فلسفہ اور منطق سے واسطہ نہ رکھا ہو وہ علوم دینیہ کی قدر نہیں جان سکتا۔ یہ تو وہ حکمتیں ہیں جو عارفین اور علماء نے بیان کردی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی حکمتیں ہوں گی، جو حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔ غرض اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ علم کو کفر و معاصی کی بھی ضرورت ہے۔

سحر کے اثرات

اس عالم کو پیش نظر یا تعلیم سحر میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے اس کام کے لئے فرشتوں کو بھیجا گیا۔ چنانچہ انہوں نے دنیا میں آکر سحر کی حقیقت ظاہر کی اور لوگوں سے تعلیم حاصل کرنے سحر کے ذریعہ پتھر سے حمل دیئے جس سے ساحروں کی ساری برتری خاک میں مل گئی اور لوگوں کو معجزات اور سحر میں جو اشتباہ پیدا ہو گیا تھا وہ رفع ہو گیا پھر وہ فرشتے علانیہ آسمان ہی پر چلے گئے، وہ کسی کنویں میں ہیں، نہ کھائی میں!

اب آیت کا ترجمہ سنیئے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں

واتبعوا ماتتلو الشیٰطین علیٰ ملک

(یعنی یہود نے (یہ حاصل ہے نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ) بے عقل ہیں کہ کتاب اللہ کا اتباع تو کرتے نہیں) اور اسی چیز کا اتباع انہوں نے کر لیا جس کا چرچا کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ (حضرت) سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سلطنت میں (یعنی سحر کا اتباع کرتے

ہیں جو کہ خبیث جنوں سے مشورت چلا آرہا ہے) اور (جسے بے وقوف یہودی حضرت سلیمان کو نعوذ باللہ ساحر کہتے ہیں۔ یہ بالکل غلط اور جھوٹی بات ہے کیونکہ سحر تو اعتقاد یا عملاً کفر ہے) اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے (نعوذ باللہ کبھی) کفر نہیں کیا مگر وہاں خبیث جن بے شک کفر (کی باتیں اور کفر کا کام یعنی سحر) کیا کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ (خود تو کرتے ہی تھے مگر دوسرے) آدمیوں کو بھی سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے (چنانچہ انہی سے وراثتہً یہ سحر چلا آرہا ہے جس کا یہود اتباع کرتے ہیں) اور اسی طرح اس سحر کا بھی (اتباع کرتے ہیں) جو ان لیا گیا تھا ان دو فرشتوں پر بابل میں جن کا نام ہاروت و ماروت تھا اور وہ دونوں (سحر کی) تعلیم کسی کو نہیں دیتے تھے جب تک (صاف) پہلے یہ نہ کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی مخلوق کے لئے ایک امتحان (و آزمائش) ہے (کہ ہمارے بارے میں تم پر مطلع ہو کر کوں ہی میں پھنستا ہے لوگوں اس سے بچتا ہے) سو تو (اس پر مطلع ہو کر) کہیں کافر مت بن جانا (یہ ہمیں پوچھ جانے کے بعد (جسے) لوگ ان دونوں (فرشتوں) سے اس قسم کا سحر سیکھ لیتے تھے جس کے ذریعہ سے مرد اور بی بی میں تفریق پیدا کر دیتے تھے۔ آگے مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ وہ ساحروں سے خوف کریں کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ یہ ساحر لوگ سحر کے ذریعہ سے کسی کو (ذرہ برابر) بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر خدا تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نہیں پہنچا سکتے۔ تو تم کو خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اگر کسی پر سحر کا اثر ہو جائے تو وہ یہ سمجھے کہ یہ سحر سے خدا تعالیٰ کی یہی مشیت تھی۔ ساحر نے کچھ نہیں کیا۔ بلکہ یہ تکلیف دوست سے پہنچی ہے۔ اور جو چیز دوست سے پہنچے وہ سراسر نیکی ہوتی ہے۔

اب میں مقصود پر آگیا اس وقت تک جس قدر بیان ہوا تمہید تھی۔ مگر تمہید میں خلاف امید بہت طول ہو گیا (پھر دریافت فرمایا کہ وقت کیا ہے معلوم ہوا کہ گیارہ کے ہیں۔ فرمایا۔ بہت، یا بقی ۱۲ جامع) اب میں مقصود کو مختصر طور پر بیان کروں گا۔ تاکہ زیادہ دیر نہ ہو (اس پر چاروں طرف سے آواز آئی کہ حضرت مختصر نہ کیجئے۔ جب تک چاہیں بیان فرماتے رہیں۔ جامع فرمایا کہ) لیکن میرا مطلب مختصر کہنے سے یہ ہے کہ تمہید کی سمت آئندہ یوں مختصر ہوگا یہ مطلب نہیں کہ کل نقشہ بھی مختصر ہوگا۔

آسماں بہست عرش آمد فرود ☆ گر چہ ایں جا ہست پیش خاک تو

آسمان عرش (کرسی) کے سامنے چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ باقی رہیں سے تو پھر بھی بہت بڑا ہے۔

علم محمود

عرض میں یہ بیان کیا گیا کہ اس وقت یہ بیان ایک مدرسہ میں مورہا ہے جو کہ بہت علم ہے۔ اس سے ضروری ہے علم کے متعلق ایک مسئلہ کہہ دیا جائے تاکہ طلبہ کو اس سے فائدہ ہو۔ نیز علماء اور علوم سے علم کے متعلق جو چند علمیں کی ہیں اس کے صحیح پڑھ لیتے ہیں چنانچہ گلی آیتوں میں یہ مقصد حاصل ہو سکے چنانچہ فرماتے ہیں ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون

گو یہ یہاں پر سوال ہے کہ ہاں کو ہاں سے کیا واسطہ۔ وہ اپنی چیز کی تعلیم حاصل کرتے ہیں جو ان کو معلوم ہے۔ لیکن یہ قاعدہ ہے کہ جس سے حاصل کرنا ہو اس کو اس سے کام ہوتا ہے اس سے یہ علم جس جگہ مذکور ہوا ہے وہ یہ علم حاصل ہوا۔ اب پہلے اس سے معلوم ہوا کہ ہر علم محمود نہیں بلکہ بعض علم ایسے بھی ہیں جن سے بچنا چاہیے۔ اس میں علامت کی گئی ہے۔ پھر علوم دو قسمیں ہیں۔ جیسے ہدایت مضر ہیں اور جیسے نافع۔ علم ہدایت وہ علوم ہیں جو اصل میں مضر ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے حاصل میں صرف شریعت ہیں جیسے سحر، نجوم، رمل۔

ممکن کسی کو یہ گمان ہو کہ پہلے تو سحر بھی علم تھا اور اس سے پہلے وجہ جائز تھا اب ناجائز کہہ دیا اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھئے اور علم سے وہ کیسی کہ جاہلیت کی حقیقت جانے اور بتلائے کو جادو تھا وہاں میں بھی یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت ذوالجلال سے اس کی حقیقت معلوم کیا جائے تو اس وقت چونکہ جادوگر اور پیغمبر میں مشتبہ ہو گئے تھے۔ اس لئے اس کا جاننا اور بتلانا جائز تھا۔ وہ بھی ان لوگوں سے جن کو اپنے علم پر اعتماد ہو کہ وہ اس آزمائش میں مبتلا نہ ہوں گے۔ اور اب اس کی حقیقت جاننے کی ضرورت نہیں رہی۔ اس لئے مسئلہ بدیہی جانب سے بھی اس سے منع کیا جائے گا۔ رہا سحر کو سحر کے طور پر بتلانا تو اس سے بھی منع کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں بھی خوب سمجھو۔

اور مضر یا نافع ہونا علوم میں جو کچھ ہے چاہے شرعی ہو یا عقلی اس کی وجہ سے اس کو موضوع کیا گیا ہے جیسے علم مناظرہ کہ کسی شخص سے یہ علم حاصل کیا جائے جس کو اس طرز سے اس کی تعلیم دیتے ہیں جو کہ معترفی الدین ہے۔ اس کے اس طرز سے تعلیم تعلم موضوع کیا جائے گا۔

جیسے کسی جگہ علم کلام کو مروجہ طریق پر تعلیم اس طرح دی جاتی ہے کہ ایک جماعت وضعی عیسائی بنتی ہے اور ایک مسلمان پھر وہ جماعت جو عیسائیوں کی طرف سے وکالت کرتی ہے وہ بالکل اسی طرح گفتگو کرتی ہے جیسے سچ مچ وہ عیسائی ہیں ہے۔ مثلاً وہ اپنی مقابل جماعت سے اس طرح خطاب کرتے ہیں کہ آپ کے قرآن میں یہ لکھا ہے اس سے ہماری تائید ہوتی ہے اور ہماری انجیل میں یہ مسئلہ

مناظرے کی خرابیاں

تیسرے یہ غضب ہے کہ اس قسم کے مناظرہ میں بعض دفعہ عوام بھی شریک ہو جاتے ہیں جس میں بڑا اندیشہ یہ ہے کہ کسی شخص کے دین میں فریق باطل کے دلائل بیٹھ جائیں اور اہل حق کی طرف سے جو اس کا جواب بیان کیا جائے وہ اس کی سمجھ میں نہ آوے یا جس طالب علم نے اہل حق کی طرف سے جواب بیان کیا ہے اس کی تقریر ہی نہ سمجھی ہو تو اس عامی شخص کا ایمان اس صورت میں برباد ہو جائے گا اس لئے میرے نزدیک یہ طریقہ باطل قابل ترک ہے بلکہ میرے نزدیک تو مناظرہ کے لئے تعلیم یافتہ ہونا بھی ضروری نہیں اکثر تعلیم یافتہ باطل مذہب کا رہبر بہت آسانی سے مل سکتا ہے۔

الہ آباد میں ایک بیس بائیس سال کا نوجوان عیسائی پڑھا ہوا تھا جو اپنے مذہب کی بڑی بڑی کتابیں پڑھے ہوئے تھا اس کو اسلام کی تبلیغ کا بڑا شوق تھا اور اس کے لئے وہ بڑی محنت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ ریل پر سوار ہو کر جا رہا تھا راستہ میں ایک مسلمان سے اس کی مذہبی گفتگو ہو رہی تھی۔ اس حق پرست کی ایک دلیل اس نے بھی پیش کی کہ دنیا میں عیسائی سب سے زیادہ ہیں۔ انجیل کے ترجمے بہت زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ معلوم ہو

کہ اللہ کے نزدیک ہم زیادہ مقبول ہیں۔ جو ان کی اس قدر کشت و ترتی ہے۔ اس رئیس صاحب نے اپنی سواری روک کر پادری سے کہا کہ یہ تو کوئی دلیل حقانیت کی نہیں۔ تو ہم تم کو خیش پر چل کر دکھائے دیتے ہیں کہ ریل گاڑی میں فسٹ کلاس کا ڈبہ ایک ہی ہوتا ہے اور تھرڈ کلاس بہت ہوتے ہیں۔ پس ہم مسلمان فسٹ کلاس ہیں اور تم عیسائی لوگ تھرڈ کلاس ہو۔ یہ جواب سن کر پادری مبہوت ہو گیا اور اس سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔

تو دیکھئے ایک ان پڑھ آدمی نے پادری کو خاموش کر دیا۔ اس سے میں کہتا ہوں کہ من ظر کے سے سیکھنے اور سکھانے کی صورت میں ذہنیت طبیعت سلیم ہونی چاہیے۔ پھر وہ اعتراض کا جواب دے دینا آسان ہے۔ پھر آج کل جس طرح مناظرہ کیا جاتا ہے سخت نادرست ہے۔ قرآن میں جا بجا کفار سے مناظرہ کیا گیا ہے مگر اس ڈھب طرز سے آج کل کی طرح مناظرہ میں کہیں ہے احادیث میں حضرات صحابہ کے مناظرے ہیں۔ اس کا طریقہ ایک تھا کہ ایک شخص ایک بات کو بار بار دہرائے جاتا تھا۔ حواریوں میں سے ایک صاحب کی سمجھ میں آ گیا۔ اور سمجھ میں آ گیا۔ الاول والاخر والظاہر والباطن ہوتے تھے اور یہی طرز قرآن کا ہے۔

آج کل مناظرہ میں ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ یہ لوگ مخالف کے جواب میں خیانتیں کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ ایک مناظر عیسائی نے یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے رسول (سیدنا محمد ﷺ) سے افضل تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بھی شادی نہیں کی۔ ساری عمر تجرد کی حالت میں گزار دی۔ اور مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ نے ایک چھوڑ نو شادیاں کیں۔ تو اس کے جواب میں ایک صاحب کیا فرماتے ہیں کہ پہلے یہ تو ثابت کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام میں قوت رجولیت بھی تھی۔ بیچارے صحیح جواب کو چھوڑ کر ان حضرت نے ایسا جواب دیا جس میں خود عیسیٰ علیہ السلام پر نامردی کا عیب لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام جس طرح باطنی کمالات سے متصف ہوتے ہیں اسی طرح ظاہری کمالات بھی ان میں کامل طور پر موجود ہوتے ہیں۔ ان کے قویٰ شہویہ بھی دوسروں سے بڑھے ہوئے ہیں۔

صحیح جواب یہ تھا کہ ہم تو اپنے پیغمبر کو اس وجہ سے افضل کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا جتنے پیغمبر ہیں وہ سب ہمارے نبی ﷺ کی امت تھے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام سب سے سب صاحب قرن و عیال تھے بلکہ حضرت سلیمان علیہ

سلام کے تو تیں سوا اور بعض روایات کے موافق نہ بیبیاں تھیں۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رہبانیت کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ تعلقات سے یک سو ہو کر ہمہ وقت یاد الٰہی میں مشغول ہو کر راہ رہے کہ بی بی اور بچے اور گھر بار سب کچھ ہو مگر دل کسی چیز میں نہ لگا ہوا ہو۔ بلکہ دل میں خدا ہی کے ساتھ لگاؤ ہو۔ دوسروں سے محض حقوق ادا کرنے کے واسطے تعلق ہو۔ سو عیسیٰ علیہ السلام کا رہبانیت پہلی قسم کا تھا اور دوسرے نبیاء میں دوسرے قسم کا رہبانیت تھا آج کل یہ مرض بہت پھیل گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی فضیلت اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ کس سے دوسرے نبیاء کی توہین ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ایک میرٹھ نو مسلم میں بہت شائع ہو رہی ہے اور لوگ اس پر بہت فریفتہ ہیں لیکن اس کی حالت یہ ہے کہ ابھی تک وہ اس کے اصل بیان کرتے ہوئے اس میں لکھتے ہیں۔ موسیٰ میں جو حالات تھے وہ کسی نبی میں نہ تھے چنانچہ نوح علیہ السلام میں شفقت و رحمت کا ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے۔

بارت لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا

اور جیسی کہ اسلام میں تو ں اسلطنت کا سلسلہ تھا اس کو دیکھ کر اس ظالم نے اس علیہ السلام کو شفقت و رحمت سے اور عیسیٰ علیہ السلام کو تو ں اسلطنت کے علاقہ سے خالی بتایا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ نوح علیہ السلام کی حکومت کا حال جو سورہ نوح مذکور ہے اس میں ان کی شفقت و رحمت ثابت ہے کیسے کامل سے چنانچہ فرماتے ہیں

قال رب انی دعوت قومی لیلا ونہارا فلم یزدھم دعائی الا فرارا

نوح علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو دن رات (حق کی طرف) بلایا (لیکن) میرے بلانے سے وہ اور زیادہ بھاگتے رہے۔ آگے ارشاد ہے

ثم انی دعوتھم جھارا ثم انی اعلنت لھم واسررت لھم اسرارا

پھر میں نے ان کو علانیہ (حق کی طرف) بلایا (اس سے معلوم ہوا کہ خطاب عام ہے۔ وعظ کے طور پر) پھر میں نے ان کو (خطاب خاص سے طور پر) علانیہ بھی سمجھایا اور بالکل خفیہ بھی سمجھایا (غرض جتنے طریقوں سے نفع کی امید ہو سکتی تھی سب

اسی طرح سمجھایا)۔

تو اگر نوح علیہ السلام میں شفقت و رحمت نہ ہوتی تو اس پیش گوئی کی کیا ضرورت تھی۔ پھر یہ طوفان ایک دو دن یا ایک دو مہینے تک نہیں، بلکہ ساڑھے نو سو برس تک اسی طرح سمجھاتے رہے اور قوم کی سرکشی کی یہ حالت تھی کہ اس عرصہ میں خال خال ہی کوئی ایمان لایا۔ باقی سب اپنی حالت پر رہے اور طرح طرح سے نوح علیہ السلام کو ستاتے رہے مگر وہ اس پر بھی مایوس نہ ہوئے۔ برابر دعوت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جب خود اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے نوح علیہ السلام کو اطلاع دی کہ اب کوئی ایمان نہ لائے گا تب وہ مایوس ہوئے۔ جیسا کہ اس آیت میں ذکر ہے۔

واوحی الی نوح انہ لن یؤمن من قومک الا من قد امن فلا تبتئس بما کانوا یفعلون

اور نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی گئی کہ آپ کی قوم میں سے جتنے لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اور کوئی ہرگز ایمان نہ لائے گا۔ پس ان باتوں پر رنج نہ کیجئے جو وہ کیا کرتے تھے جب وحی سے نوح کو معلوم ہو گیا کہ اب کسی کی قسمت میں ایمان نہیں ہے تب ان سب کفار کی ہلاکت کے لئے بددعا کی جس کی نکلت کو خود بھی انہوں نے ظاہر کر دیا ہے۔

انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا

اگر (اب) آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے تو یہ لوگ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے اور (آگے بھی) ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نوح علیہ السلام کو وحی وغیرہ سے یہ خبر بھی ہوگئی تھی کہ گو یہ لوگ زندہ رہے تو ان کی اولاد میں بھی کوئی مسلمان نہ ہوگا۔

اب بتلایئے ایسی حالت میں ان کی بددعا خلاف شفقت یوں کرتی بلکہ یہ تو مسلمانوں کے حق میں عین رحمت تھی۔ ورنہ اگر وہ زندہ رہتے اور اس کی اولاد بھی کافر ہوتی تو دنیا میں مسلمانوں کا رہنا محال ہو جاتا۔ پھر نوح علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا تھا۔

ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون

کہ ان ظالموں کی بابت تم مجھ سے (شفاعت کے طور پر) کچھ مت کہنا کیونکہ یہ سب غرق کئے جائیں گے۔ اس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام میں شفقت و رحمت بہت زیادہ تھی۔ کہ اگر ان کو ممانعت نہ کی جاتی تو وہ شفاعت وغیرہ کرتے۔ چنانچہ اپنے بیٹے کے بارہ میں ان کو کچھ کہنے کا موقع

ہل گیا تو انہوں عرض کی یا کہ ہے پروردگار آپ کا وعدہ تھا کہ تیرے اہل وعیال و نجات دوں گا
ور میرا لڑکا بھی تو میرے اہل وعیال میں داخل ہے وہ کیوں عذاب سے نجات پا سکا کہ وہ آپ کے
اہل میں داخل نہیں یہ نکتہ اس کے اوہام میں بھی نہ تھا۔

ارشاد علیہ السلام کی بابت حدیث میں آتا ہے کہ وہ آخر زمانہ میں ناذل ہوں گے
اور مسلمانوں کی سلطنت کا انتظام فرمائیں گے اور تمام یہود و نصاریٰ ایمان لائیں گے۔ اس میں سبقت سلطنت نہیں
تو وہ آخر زمانہ میں جب مسلمانوں کی سلطنت نہایت کمزور ہوگی اس کا انتظام کیسے کریں گے

حرص عیاد علیہم السلام میں تمام صفات مخفی ہوتے ہیں یہ اور بات ہے کہ کسی خاص
وقت وہ کام نہ لیں لیکن کسی کمال سے ان میں تہی دامنی یا بعد مطلق نہیں ہوتا جس صفت سے کام لینے کا
ارادہ فرماتے ہیں اس سے کام لیتے ہیں اور جس صفت سے جس وقت کام لینے کا ارادہ نہیں ہوتا اس سے
کام نہیں لیتے اس کی حالت پوشیدہ رہتی ہے

زندہ کی عطا سے تو مٹی خدا نے تو [illegible] دل شدہ جتا سے تو چیلی حیات تو

مولانا فرماتے ہیں

گر علم کلیم ما یداں اوست ☆ ور بحر بگیرد نیم ما دن اوست
گر خواب آید مستاں دیم ☆ ور بیداری جہاں دیم
من چو کلکم و میاں صبعیں ☆ ہمہ تر در صفت طاعت بین ہیں
نگرانے دل گر تو جاں کستی ☆ در میاں ہمہ کسیتی
رشتہ در گردنم افگندہ دوست ☆ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

عیاد علیہم السلام مدوں علم کے تحت میں کرتے جس کو حکم ہوتا ہے وہی بجا لاتے ہیں۔ اس
سے ان کی شان میں مختلف ہوتی ہیں۔ مگر ہر شان محبوب ہے کیونکہ محبوب کی رضا کے موافق ہے۔ کیف
عارف فرماتے ہیں

بگوش گل چہ گفتہ کہ خنداں است ☆ بعندلیب چہ فرمودہ کہ نالاں است

حضور ﷺ کے فضائل عنوان ہی بیان کرنے چاہئیں جو احادیث میں مذکور ہیں۔ وہ کیا کچھ کم
فضائل ہیں اور یہاں سے اس کی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے فضائل خود کیوں بیان

جاتیں تھے۔ اور اس کی محفل سے [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی

حقیقت کے معلوم ہو جانے پر طالب علم کا اطمینان ہو گیا۔

[illegible] پڑھتے پڑھتے [illegible] حدیث میں [illegible] ہیں جن کا کھٹکا [illegible] ہوتے ہوتے [illegible] ہیں معقول [illegible] ہیں۔ [illegible] ہیں [illegible] عقل [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

سب عربی ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ مدرسوں عربی میں علم حاصل کیے بغیر اصل حاصل نہ ہوں گے۔ معقول یا منقول تو کھل مدارس ہی میں پڑھا جاتا ہے۔ عوام میں یہ کہتے ہیں کہ یہ علوم جس میں حاصل ہوں گے جب کہ عربی میں اس علم کو حاصل کیا ہوگا۔ شاید یوں سمجھے ہوں گے کہ عربی صداقتوں کی بولی ہے اور اردو گنواری بولی۔ تو علموں کی صداقتوں کی بولی میں ہونا چاہیے۔ یہ بولی صرف عوام میں کافی سمجھی جاتی ہے بلکہ بعض طالب علم بھی اس غلطی میں مبتلا ہیں۔

جیسے ایک طالب علم مولوی معین الدین تھے۔ انہوں نے مجھ سے یہ مسئلہ پوچھا تھا کہ امام کی قرأت مقتدی سے کافی ہو جاتی ہے۔ وہ اس کا یہ مطلب سمجھے کہ امام جب سے نماز شروع کرتا ہے ایک دفعہ وہ کسی وقت سے پیچھے سارا پڑھ لیتے تھے۔ ہم نے معلوم کی دوسری صورت میں کتنا سا قعدہ کیا کہ مقتدیوں کو شبہ ہو گیا کہ کیں اب سلام پھیر دیں گے۔ تو مولوی معین الدین نے پیچھے سے آواز دی کہ بھئی فلاں سے ہو جاؤ۔ ہم نے کہا کہ یہ صورت دوسری ہے۔ وہ فلاں سے ہونا مولوی معین الدین اپنے اس میں بڑے خوش ہوئے کہ آج عربی نے بڑا کام دیا کہ عمر سے امامی غلطی گئی اور اردو کی نماز بھی فاسد نہیں ہوئی۔

امام کے سلام پھیرنے کا پوچھا کہ یہ قسم لینے والے کون صاحب تھے۔ آپ کہتے تھے۔ میں تھا؟ انہوں نے کہا کہ آپ اپنی نماز کا ایسے۔ آپ کی نماز نہیں ہوئی۔ کلام ناقص سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تو عربی میں کلام کیا تھا۔ امام سے کہا تھا تو آپ سے ایک عربی کلام اردو میں نہیں ہے جاؤ نماز کا اعادہ کرو جب معلوم ہوا کہ یہ بھی سمجھ کی زبان ہے۔

غرض اس غلطی میں لوگ بہت مبتلا ہیں۔ اسی واسطے اکثر لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ نماز میں اردو یا فارسی میں ترجمہ سے فاسد ہو جاتی ہے کہ نہیں۔ اس وجہ کا ترجمہ ہو جو عربی میں پڑھی جاتی ہے یہ بالکل غلط ہے۔ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اگرچہ عربی میں دعا پڑھنا نماز کے اندر حرام ہے۔ مگر حرمت سے فساد لازم نہیں آتا۔ ہاں اصل مدار مضمون پر ہے۔ جس مضمون کی دعا عربی میں پڑھنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اسی مضمون کی دعا اردو فارسی میں پڑھنے سے بھی فاسد نہ ہوگی۔

صرف ممانعت ہوگی۔ وہ بھی اس وقت جب کہ قصد ایسا ہو اور سمجھنے سے بالفعل ہو۔ ورنہ بحالت ہو جائے کہ اردو فارسی کی دعاؤں سے نکل جائے تو رخصت بھی ہے۔ ہوئی شرطیکہ

مضمون مقصد نہ ہو!

ہمارے حالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک حارم تھے جس کا نام معلوم نہیں ہے۔ جب وہ مکہ معظمہ گئے تو یہ بی بی کی مہارشافی نامہ کے پیچھے پڑھ رہے تھے۔ شاید صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے ہیں۔ حالی اس وقت خاموش رہے مگر جب تحمل حسین پر قنوت سے ایک حالت طاری ہوئی کہ سب تو خدا سے مانگ رہے ہیں اور میں ست طرح خاموش کھڑا ہوں [illegible] سے نہ رہا گیا اور انہوں نے پندنامہ کے یہ اشعار شروع کر دیئے۔

بادشاہا حرم [illegible] ☆ [illegible]

[illegible] ☆ [illegible]

[illegible] ☆ [illegible]

ہوں نے یہ پوری نظم پڑھی اور لوگ چاروں طرف سے متوجہ ہو گئے۔ کہا میں یہ کیا ہے انکار۔ حالی کے لوگوں سے بہانہ کیا اور باطل ہو گئی۔ [illegible] یہ حضرت حالی صاحب تو پہنچی حالی صاحب پر معلوم یہ حالتیں گزری تھیں وہ لکھ گئے کہ انہوں نے خلد حال میں یہ کیا ہے فرمایا کہ میں دور باطل میں ہوں۔ واقعی صاحب حال کی حالت کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ جس پر گزری ہو۔ جس پر یہ حالتیں نہ گزری ہوں وہ کیا سمجھ سکتا ہے۔

ے نزاخارے بپاشستہ کے دانی کہ چیست ☆ جاں شیرے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

عارف شیرازی فرماتے ہیں۔

شب تاریک و بیم موج و گرد بے چیں حائل ☆ کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

یعنی جو شخص ساحل پر آرام سے کھڑا ہے وہ اس شخص کی حالت کو کیا جانے جو دریا میں غوطے لگا رہا ہے کہ اس کو کن کن مصائب کا سامنا ہو رہا ہے۔

اس شعر کے متعلق ایک لطیفہ الٰہی قلب پر وارد ہوا ہے وہ یہ کہ ساحل دو ہوتے ہیں۔ ایک ادھر کا ساحل اور ایک ادھر کا ساحل جس پر دریا کو عبور کر کے پہنچتے ہیں تو اس شعر میں ادھر کا ساحل مراد ہے ادھر کا ساحل مراد نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو شخص ابھی تک ادھر کے ساحل ہی پر کھڑا ہے اور دریا میں اس نے قدم بھی نہیں رکھا اس کو دریا میں غوطہ لگانے والے کا حال کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کو اس پر اعتراض

کا حق حاصل نہیں۔ اور جو شخص دریا میں کشتی [illegible] ساحل پر [illegible] چکا ہو اس کو دریا میں چلنے والے کا جان معلوم ہوتا ہے [illegible] دریا میں تیرتا ہوا دیکھتا چلا جاتا ہے۔ [illegible] ساحل پر پہنچ جاتے ہیں۔ ایک وہ جو دریا میں گھسے ہی نہیں پیراکی کی [illegible] ساحل پر [illegible] ہے۔ ایک وہ جو دریا میں [illegible] ساحل پر پہنچا ہے۔ ظاہر میں [illegible] ساحل سے مشابہ ہے [illegible] کہ اس کو معلوم تھا کہ [illegible] ہوں [illegible] ہو تو وہ [illegible] صاحب حال پر [illegible]

[illegible] سے [illegible] حاصل نہ تھا۔ غرض عام لوگ [illegible] صورت میں [illegible] پڑھنا فرض عین ہے۔ [illegible] ہے کہ عربی کو [illegible] اور فارسی کو ہندوؤں کی زبان۔ حالانکہ [illegible] مفید ہوتا کہ [illegible] میں یوں نہ ہو مفید ہوگا۔ جیسے مولوی سعید الدین نے قسم کھائی تھی اور اس سے بار بار [illegible]

علماء کی کوتاہی

اس غلطی کا منشا زیادہ تر علماء کی کوتاہی ہے کہ انہوں نے کبھی صاف صاف یہ نہیں کہا کہ اردو میں علم دین پڑھ لینے سے بھی دو فضائل حاصل ہو سکتے ہیں جو احادیث و قرآن میں علم کے لئے وارد ہیں حالانکہ حدیث و قرآن میں کہیں عربی کی تخصیص نہیں۔ چنانچہ اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ علم مفید وہ ہے جو آخرت میں کام آئے اور نافع وہ ہے جو آخرت میں کام آئے۔ اس میں کہیں یہ قید نہیں کہ وہ عربی میں ہونا چاہیے۔ مگر شاید علماء نے یہ بات صاف صاف اس لئے نہیں کہی کہ ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر ہم یہ کہہ دیں گے کہ اردو میں مسائل جان لینے سے بھی علم کی یہ فضیلتیں حاصل ہو سکتی ہیں تو پھر ہماری قدر نہ ہوگی۔ پھر تو سارے ہی عالم ہو جائیں گے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس صورت میں بھی علماء کو نقصان ہوا بلکہ

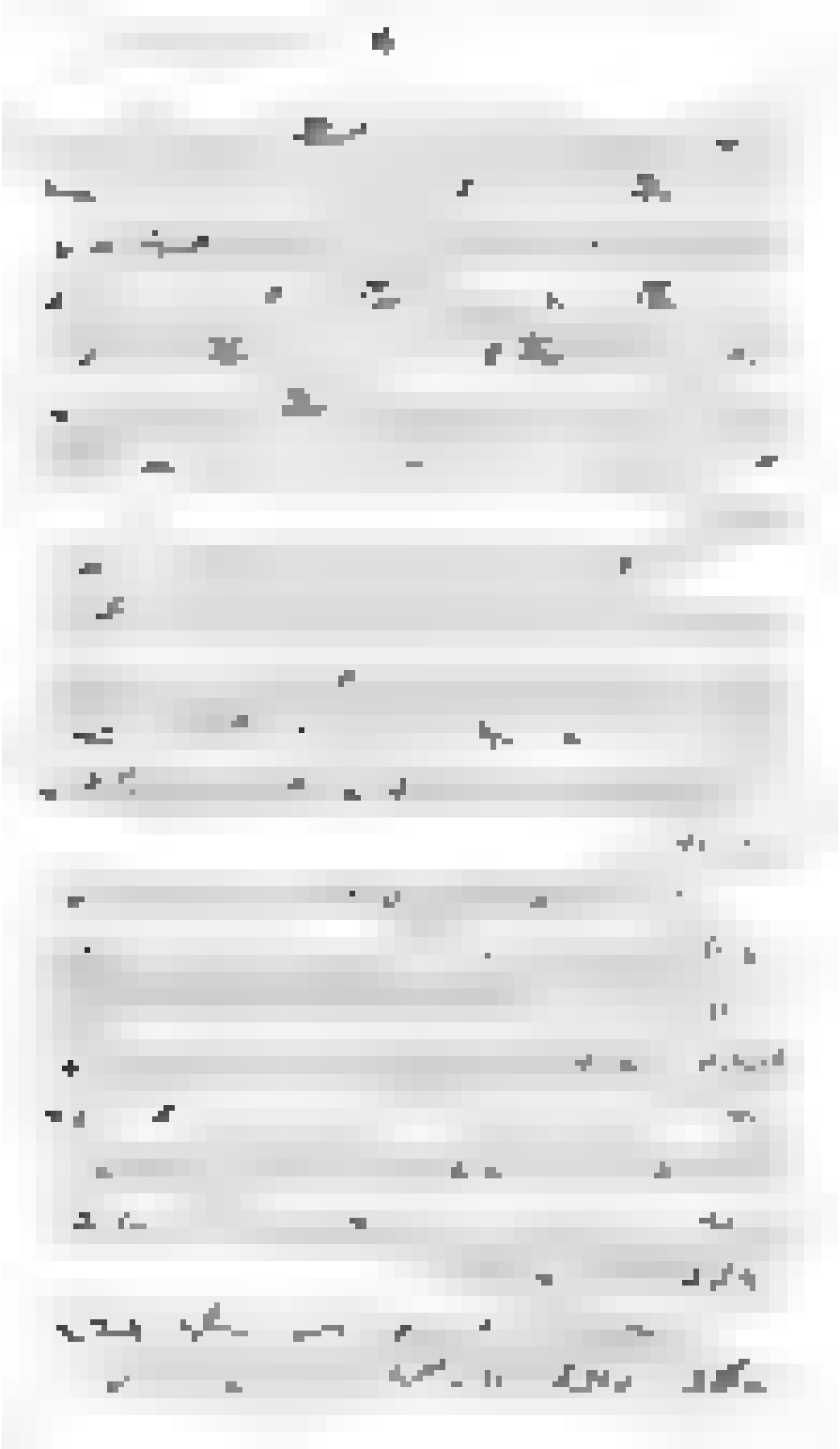

اوچو جید خلق ، سرست خویش ☆ از تکبر می رود اردست خویش
اشتہار خلق بند محکم ست ☆ بند او از بند آہن کے کم ست
خویش را رنجور سازد زار زار ☆ تا زرہ بیروں کند از اشتہار

یہ تو باطنی ضرر ہے خواہش تعظیم و تکریم کا اور ظاہری ضرر یہ پیدا ہوا کہ

چشم ہا چشمہ شد ☆ بر سرت ریزد چو آب از مشک ہا

کہ جہاں عوام سے کسی کی تعظیم ہوئی زیادہ تر لوگ اس کے ساتھ حسد کرنے لگے اور بہت سے لوگ اس کے پیچھے ہو جاتے ہیں جو اس تعظیم و تکریم کو آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے رات دن اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ کسی طرح اس کو عوام کی نظروں سے گرا دیں۔ اس حالت میں وہ لوگ ہیں جو گم نام ہیں جن کو کوئی پوچھتا ہی نہیں وہ ان سے اس کو حسد ہے۔ فرماتے ہیں

تا نگردد شیخ غایت مشتہر ☆ ہیچ کس نشناسد او را سر بسر
کاندریں بودند و قلم خشتہ ☆ در دست ایشاں حرف گیراں خفتہ

غرض یہ بھی ایک حالت عوام میں تعظیم و تکریم کی ہوتی ہے اس کی طلب میں عزت و جاہ ایسی چیز نہیں ہے جس کی طلب کی جائے۔ ایسی نیت سے علم کی خدمت کرنا خصوصاً علم کو رضائے حق کا طالب ہونا چاہیے کیونکہ عوام کے اعتقاد کی مضرتیں میں آپ کو بتلا چکا ہوں کہ اس سے ظاہر و باطن دونوں کا ضرر ہوتا ہے الا من عصم اللہ

علماء کو ہدایت

پس علماء کو علم کی فضیلت عربی ہی کے ساتھ حاصل نہ کرنا چاہیے ورنہ یہ خیال رہنا چاہئے کہ اگر اردو پڑھے ہوئے عالم کے بارے میں سوال ہوگا تو تم لوگوں پر کچھ نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ تم میں خیال کرو اس سے بچاؤ اور اپنے کو بچاؤ، کچھ نہ کچھ اس کی قدر ہوگی۔ یہ خاصیت ہے علم کی کہ اس سے زیادہ شہرت ہوتی ہے۔ میں تو کہتا ہوں جو لوگ عالم بننا چاہیں ان کو جاہ حاصل کرنے کا طریقہ ہی نہیں آتا۔ جاہ کبھی ترک جاہ ہی سے حاصل ہوتی ہے طلب سے حاصل نہیں ہوتی۔ مگر نیت سے گر کوئی شخص جاہ کرے تو دیکھ لے کہ ثواب کچھ ہوگا تو صرف اس نیت سے کہ ہم مسلم مشہور ہو جائیں گے تکثر ہی میں داخل ہے پس علم میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے شہرت ہو جاتی ہے۔ لیکن۔ رشد فرماتے ہیں

اگر شہرت ہوس دل کی میرو دم اولت شو کہ پور زر اگر گوشہ تیری نام مطارا

دوسری بات یہ ہے کہ اگر تم سارے عالم کو عالم بنادو گے جب بھی بڑے تم ہی رہو گے کیونکہ تم پھر بھی استاد ہو گے اور سب لوگ تمہارے شاگرد ہوں گے شاگرد چاہے کتنا ہی بڑا ہو جائے آخر تو رتبہ استاد سے کم ہی ہے گو ظاہر میں بڑا معلوم ہو جیسے کوئی شخص اپنے چھوٹے بھائی کو جوتے وغیرہ بھی کھلاوے تاکہ موٹا تازہ ہو جائے اور چند سال میں ایسا تیار ہو جائے کہ بڑا بھائی اس سے چھوٹا معلوم ہونے لگے۔ تو کیا رتبہ میں بھی وہ چھوٹا ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں، بڑا بھائی پھر بھی بڑا رہے گا۔ سب لوگ تمہارے شاگرد ہو جائیں گے اس وقت تمہاری اس وقت سے زیادہ قدر ہوگی۔ کیونکہ وہ جانیں گے کہ ان کے پاس بھی جوہر ہے۔ یہ ان پڑھے والا شرح ملا جامی پڑھنے والے کی اس سے قدر کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ اس درجہ کا طالب علم ہے اور جس سے کچھ بھی نہ پڑھا ہو اس کے مراتب میں اور شرح جامی پڑھنے والا یکساں ہے۔

الغرض علماء چاہئے کہ نصاب تعلیم کو اچھا کر لیں۔ پس یہ نصاب تو مکمل ہونا چاہیے۔ ان لوگوں سے جن کو عربی پڑھنے سے دلچسپی اور فرصت ہے۔ اور نصاب عربی میں ان لوگوں کیلئے ہونا چاہئے جن کو عربی پڑھنے کا شوق ہے اور فرصت کم ہے۔ تیسرا نصاب اردو میں ان لوگوں کے لئے ہونا چاہیے جو عربی نہیں پڑھ سکتے۔ ان کو اردو میں صحیح دینیات دین پڑھا کر عقائد و احکام معاملات سے آگاہ کر دینا چاہیے۔ اور ایک چوتھا نصاب ان بوڑھے لوگوں کے لئے مقرر ہونا چاہیے، جو اردو بھی نہیں پڑھ سکتے۔ کیونکہ ان بوڑھے آدمیوں کو اب مکتب میں جا کر پڑھنا دشوار ہے۔ ان کے لئے یہ تدبیر ہونی چاہیے کہ ایک عالم ہر ہفتہ میں کتاب ہاتھ میں لے کر ان کو مسائل سنا کرے اور اچھی طرح سمجھا دیا کرے۔ اس طریقہ گاؤں والے بھی تعلیم پا سکتے ہیں۔ گاؤں والوں کو چاہیئے کہ ایک عالم کو اپنے گاؤں میں رکھ کر [illegible] سے گا۔ علماء کو بھی چاہیئے۔ [illegible] ان کی تعلیم کی طرف [illegible] ان میں ایک بڑا عیب ہے کہ اگر تم ان کو تعلیم دینا چاہو گے تو وہ کبھی نہ آئیں گے۔ لوگوں کو [illegible] اگر تم ان کو بلانے کا پتہ لگاؤ تو وقت آئے تمہاری گاؤں میں رہنے سے وہ سب جان جائے گی۔ چنانچہ ایسے قصے بہت پیش آتے ہیں

ایک شخص گاؤں میں گیا اس کو پتہ ہوئی کہ کن طرح ان جاہلوں کو یہاں سے نکلوانا چاہیے۔ اس نے یہ تدبیر کی کہ جاہلوں کا امتحان لینا شروع ... سب سے یہ پوچھتا کہ بسم اللہ کے کیا معنی ہیں اگر اس کو معنی معلوم نہ ہوئے تب تو وہ فیل ہوتا ہی تھا۔ معنی معلوم ہوئے تب بھی وہ یہی کہتا تھا کہ میں نہیں جانتا کیونکہ بسم اللہ کے معنی یہی ہیں اس پر وہ جاہل خود اقرار کر لیتا کہ میں نہیں جانتا۔ یہی جہالت کا خود معترف ہے۔ پس گاؤں والے سمجھ جاتے کہ واقعی یہ جاہل ہے اس کو نکالنا چاہیے۔

ایک اور شخص گاؤں میں گیا اور اس نے سب سے پوچھا کہ بتلاؤ ان میں غلط ہے یا لفظ اور عالم میں تو اس کے جواب میں کہا جاتا کہ غلط ہے یہ عالم یہاں شیخی اور ان غلط ہے۔ مگر اس کا یہ مقصد نہیں تھا۔ وہ جاہل ہوشیار تھا۔ اس نے جا کر یہاں یہ غلط ہے۔ شخص سے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا دیکھو یہاں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہے اور اس کلمہ میں کہیں پر غلط نہیں، اس پر وہ شخص حیران کہ تم نے جواب تو صحیح دیا مگر وہ غلط یہاں کی اس نے کہا، پھر تم صحیح جواب کیوں نہیں دیتے کہ یہاں اس واسطے یہ غلط ہے۔ کہ جب تم کسی سے پوچھتے ہو کہ تم مسلمان ہو تو وہ جواب میں کہتا ہے الحمد للہ اور دیکھو اس میں غلط کیسی۔ اس پر وہ فکر ہوئی کہ کس طرح اس کی بات گاؤں والوں کے سامنے غلط کرنا چاہیے کہنے لگا یہ جواب بالکل صحیح نہیں۔ کیونکہ جب اس سوال کے جواب میں الحمد للہ نہیں کہتے بلکہ یوں کہتے ہیں شکر الحمد للہ۔ اور اس کے جواب میں شکر پر غلط ہیں۔ اس لئے وہ یہی صحیح ہے جو میں نے بیان کی۔ اس کی بات پر ملامت کیا اور گاؤں میں شہرت ہو گئی کہ وہ جاہل پڑھا ہوا ہے

غرض گاؤں والوں کو پڑھانے میں یہ بھی غرض ہے کہ تم گاؤں میں رہو گے کوئی ان کو بہکا سکے گا۔ یہ تو اسی کی بات تھی۔ اگر تم تم بھی یہ سوچو تب اجر ہے۔ تو اب تو کہیں نہیں گیا۔ یہ کیا تھوڑی بات ہے۔ اس لئے تم روپیوں کی فکر نہ کرو اور اسی رکھنے کا قصد کرو۔ عالم کو روزی کا فکر نہ کرنا چاہیے اس کی تو یہ شان ہونی چاہیے۔

اے دل اگر نہ کرد ہوا گلخنوں باشی ☆ بے روزنے بصد حشمت قاروں باشی
در دہر منزل کہ خطر ہاست بجاں ☆ شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

اور عالم کو اپنی فاقہ مستی پر نازاں ہونا چاہیے تحقیق کے روپے پر نظر نہ کرنی چاہیے اور یہ کہنا چاہیے۔

[illegible]

علم کی کیمیا

[illegible] علم [illegible] عالم [illegible] ہیں۔ عالم [illegible] ہیں۔ [illegible] [illegible] [illegible]

تو ساری عمر کا کام ہے۔

اندریں رومی تراش وی خراش ☆ تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

تا دمِ آخر دمے آخر بود ☆ کہ عنایت با تو صاحب سر بود

جیسا کہ ایک ظریف بزرگ نے ایک لڑکے کی بات پوچھا تھا کہ یہ کیا پڑھتا ہے۔ باپ نے کہا کہ حضرت قرآن حفظ کرتا ہے فرمایا رے بھائی کیوں جنم روگ لگایا۔ انہوں نے قرآن حفظ کرنے کو جنم روگ کہا۔ کیونکہ واقعی قرآن کا حفظ کرنا تو ایک دو سال کا کام ہے مگر اس کی تہجد، شب ساری عمر کا کام ہے۔ جہاں ذرا غفلت کی اور یہ دیکھ سے نکلا۔ اس سے ہر ہاں اس کا دور کرنا اور نکراب ہونا اور روزانہ منزل پڑھتے رہنا ضروری ہے۔ اس لئے اس کو جنم روگ یہ نکر ایسا روگ ہے کہ اس سے خدا راضی ہو۔

اسی طرح سمجھو کہ یہ علم بھی عمر بھر کا سلسلہ ساری عمر باقی رکھنا چاہیے۔ حدیث میں ہے منھومان لایشبعان طالب الدنیا و طالب العلم

یعنی دو حریص کبھی سیر نہیں ہوتے ایک طالب دنیا دوسرا طالب علم۔ دنیا سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ دوسرے طالب علم، جب علم کا چسکا اس کو لگ جاتا ہے تو پھر اس کا پیٹ بھی علم سے نہیں بھرتا اور وجہ یہ ہے کہ علم کا سلسلہ غیر متناہی ہے تو اس کی طلب بھی غیر متناہی ہوتی ہے۔

اے برادر بے نہایت در گہیست ☆ ہر چہ بروے می رسی بروے مایست

مگر آپ یہ کہیں کہ ساری عمر کا سلسلہ تو ہم سے نہیں ہو سکتا، ایک دو دن کا کام ہو تو کر لیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ پھر کھانا بھی چھوڑ دیجئے اور یہ دیکھئے کہ ہم سے یہ دو وقت کی روٹی کا دھندا کیسے ہو سکتا۔ آخر اس دھندے کو ساری عمر کے لئے آپ نے کیوں گوارا کیا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ روٹی تو ضد ہے جس پر زندگی موقوف ہے میں کہتا ہوں کہ علم روحانی غذا ہے، علم روحانی غذا ہے۔

علم کی فضیلت

روحانی زندگی علم پر موقوف ہے اور جس طرح روٹی کھانا آپ کو دشوار نہیں ہے اسی طرح آپ علم میں مشغول ہو کر دیکھیں پھر وہ بھی آپ کے لئے سہل ہو جائے گا۔ اور جب علم کا چسکا لگ جائے گا تو پھر آپ کو اس کے بغیر چین نہ آئے گا۔ پھر اس میں ایک اور نفع یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رضا اس سے حاصل

ہوتی ہے جو شخص طلبِ علم میں مرتا ہے اس کو شہید کا ثواب ملتا ہے۔

صاحبو! حق تعالیٰ اپنے بندوں سے راضی ہونے کے واسطے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ امام محمدؒ کو کسی نے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا۔ پوچھا، کیا حال ہے؟

فرمایا، مجھ کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کیا گیا علم ہوا کہ اے محمد! مانگو کیا مانگتے ہو میں نے عرض کیا کہ میری مغفرت کر دی جائے۔ ارشاد ہوا کہ اگر ہم تم کو عذاب کرنا چاہتے تو علم عطا کرتے۔ تم کو ہم نے اپنا علم اس لیے عطا کیا تھا کہ ہم تم کو بخشنا چاہتے تھے۔ لہٰذا مغفرت تو ہے ہی کچھ اور مانگو۔ سبحان اللہ دیکھئے علم دین کی کیسی فضیلت ہے۔ واقعی حق تعالیٰ بخشنے کے واسطے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں ایک جگہ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا

یعنی اگر تم خدا کی نعمتوں کا شکر کرو۔ شکر کی تفسیر یہ ہے کہ ایمان لے آؤ۔ یہ واؤ عطف تفسیری کے لئے ہے تو حق تعالیٰ تم کو عذاب کرے کیا کریں گے۔ یعنی تمہارے عذاب کرنے میں خدا کا کون سا نفع ہے اور حق تعالیٰ بڑے قدر داں ہیں۔ جاننے والے ہیں ان کو سب خبر ہے کہ کون ایماندار ہے اور کون نہیں اور وہ ہر مسلمان کے ایمان کی قدر فرمائیں گے۔

اس آیت میں کیسی بلاغت ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اگر تم ایمان لے آؤ تو ہم تم کو عذاب نہ کریں گے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ہم تم کو عذاب کر کے کیا کریں گے۔ اس عنوان میں جس قدر بلاغت ہے اہلِ لسان و اہلِ ذوق اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ واقعی حق تعالیٰ کا ہمارے عذاب میں کیا نفع ہے۔ وہ تو ہر وقت بخشنے کے لئے تیار ہیں۔ کوئی اپنے کو بخشوانا بھی چاہے۔

ایک بت پرست ہمیشہ بت کو پوجتا تھا اور نوے سال تک صنم صنم کا ورد کرتا رہا۔ ایک دن بھولے سے اس کی زبان سے بجائے صنم کے صمد نکل گیا۔ فوراً آواز آئی لبیک یا عبدی لبیک کہ اے میرے بندے میں موجود ہوں۔ اس آواز پر وہ رونے لگا اور بت کو اٹھا کر پھینک دیا کہ کمبخت تجھ کو نوے سال تک میں پکارتا رہا اور تو نے ایک دن بھی میری بات کا جواب نہ دیا۔ میں قربان جاؤں اس خدا کے جس سے نوے سال تک میں بے رخی کرتا رہا اور ایک بار بھولے سے اس کا نام زبان سے نکل گیا تو اس نے فوراً مجھ پر توجہ کی۔

صاحبو جب یہ بات ہے تو پھر آپ کا یہ خیال ہے کہ علم اللہ کی محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے تو یہ آپ کا

جمال ہم نشیں [illegible] وتمرۃ من فواد حاکم [illegible]

دیکھئے کتاب کے پاس رہنے سے عمل میں جو شوق پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اہل محبت کے پاس رہنے سے خدا کی محبت اور دین کے ساتھ مناسبت حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی فضیلت صحبت ہی کی وجہ سے ہوئی۔ کہ آج کوئی امام و فقیہ اور کوئی بڑے سے بڑا ولی صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ حالانکہ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے بلکہ بہت سے علوم تو صحابہ کے بعد پیدا ہوئے۔ ان کے زمانہ میں ان علوم کا پتہ بھی نہ تھا حواشی کل تشت سے موجود ہیں۔ پھر بھی حال تھا کہ وہ ان علوم میں مشغول نہ ہوئے تھے کیونکہ

دلبر ہمان ہمی بہ رہ ہست [illegible] وہ ہاست کہ با حسن خداداد آمد

زیر بارانہ درخیا کہ گہر با رانند [illegible] اے خوشا دولت [illegible] آزاد آمد

پس صحابہ کا بڑا کمال یہ تھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پایا تھا۔ آپ ﷺ کی صحبت ان کو نصیب تھی۔ پس یاد رکھو کہ صحبت بدوں علم متعارف کے مفید ہو سکتی ہے۔ مگر علم متعارف بدوں صحبت کے بہت کم مفید ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل بہت سے علماء نظر آتے ہیں مگر ان میں کام کے علماء دو چار ہی ہیں۔ جن کو کسی کامل کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔

الغرض میں نے ثابت کر دیا کہ علم سے ہر شخص مستفید ہو سکتا ہے اور کسی کے پاس جاہل رہنے کیلئے کوئی عذر نہیں گو عربی میں اور درس کے طور پر نہ سہی۔

امراء کی کوتاہی

البتہ جو طبقہ متمول مالداروں کا ہے جن کو خدا نے ہر طرح سے دنیا کی فراغت عطا کی ہے کہ نہ ان کو ملازمت کی ضرورت ہے نہ کھانے پینے کا فکر ہے۔ خدا کا یا ہوا ان کے پاس سب کچھ ہے اور اتنا ہے کہ کئی پشتوں کیلئے کافی ہے۔ ان کے ذمہ ضرور یہ حق ہے کہ یہ لوگ متجر عالم بنیں۔ کیونکہ آج کل جو لوگ علم حاصل کرتے ہیں ان کو بہت جلد اہل دعیال کے نفقہ کی فکر ہو جاتی ہے اس لیے وہ کہاں متجر حاصل نہیں کر سکتے مگر نہایت افسوس ہے کہ ان لوگوں کو کچھ بھی فکر نہیں۔ یہ تو اگر ساری عمر علم میں گزار دیں تو ان کو بہت آسان ہے مگر سب سے زیادہ بے توجہ یہی طبقہ ہے۔ اور اگر کچھ توجہ ہے تو انگریزی کی طرف۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ لوگ انگریزی نہ پڑھیں۔ نہیں، اپنی دنیوی ضروریات کیلئے ضرور پڑھیں مگر ان کو ڈگری حاصل کرنے کی

کیا ضرورت ہے کیونکہ یہ لوگ ملازمت سے مستغنی ہیں۔ جب اس کو ملازمت کی ضرورت نہیں تو بقدر ضرورت اپنے گھر پر کسی ماہر سے ملازمت کرکے انگریزی سیکھ لیں جس سے اپنی ریاست وتجارت کا کام چلا سکیں۔ اور بقدر ضرورت تو انگریزی بہت جلد آسکتی ہے۔ رہا عمدہ تو اس میں لگتا ہے۔

تو ان لوگوں کو انگریزی پڑھنے سے میں منع نہیں کرتا ہاں یہ کہتا ہوں کہ بہت پاس نہ جائیں، دور ہیں اور دینی انگریزی تو عربی سے فارغ ہونے کے بعد بھی یہ لوگ سیکھ سکتے ہیں مگر یہ لوگ تو زیادہ مال وجاہ کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اسی لئے انگریزی میں ڈگریاں حاصل کرکے ملازمت کرتے ہیں۔ اس حرص کی وجہ سے یہ طبقہ سب سے زیادہ ان سے محروم ہے حالانکہ ان کو تو مورثانہ کے قول پر عمل کرنا چاہئے تھا۔

خوشا روزگارے کہ دارد کسے ☆ کہ بازیر حرصش نباشد بسے

بقدر ضرورت بیارے بود ☆ کند کارے رمردکارے بود

ان لوگوں کو چاہئے تھا کہ جب خدا نے ان کو فراغت دی تھی تو بے فکر ہوکر دین کی خدمت میں لگتے اور ساری عمر اسی میں ختم کردیتے۔ پھر آپ دیکھتے کہ علماء میں کیسے کیسے لوگ پیدا ہوتے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ علم میں مشغول ہوکر اس کو وہ لذت آتی کہ کبھی سیری نہ ہوتی۔ یہ تو حد کا راستہ ہے کہ قطع کرنے سے بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس کی طلب کبھی کم نہیں ہوتی وہ حال ہوجاتا ہے

نگویم کہ بر آب قادر نیند ☆ کہ بر ساحل نیل مستغنی اند

علم کی قدر

بخدا بعض دفعہ جو کوئی نیا علم قلب پر وارد ہوتا ہے تو اس کا لطف ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی مجھے اس کے مقابلہ میں مملکت اقلیم کی سلطنت دینا چاہے تو میں ہرگز گوارا نہ کروں۔ اگر قدر شناسی ہو تو ایک نکتہ کا علم ایسا ہوتا ہے جس کے سامنے ساری دنیا گرد ہے۔ چنانچہ شعراء جب کبھی عمدہ شعر کہتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ یہ شعر ہزار روپے کا ہے لاکھ روپے کا ہے۔

ایک شاعر تھا۔ ایک لڑکا اس سے شعر سیکھتا تھا۔ اس نے بیاض بنا رکھی تھی جس میں استاد کا کلام جمع کرتا رہتا تھا۔ کبھی استاد اس سے یہ کہتا کہ یہ شعر پانچ سو روپیہ کا ہے۔ کبھی یہ کہتا کہ یہ شعر ہزار روپے کا ہے۔ وہ لڑکا خوش ہوکر سب شعروں کو لکھتا جاتا۔ ایک دن اس کی ماں نے کہا کہ تو کیا کرتا ہے، نہ کچھ

چاہا تھا اس نے ایک پیسہ کو بھی

فتح بردار دل گزر و ہر کہ دشمن

[illegible] سے اور مجھتے روپے تو کہے، مجھ سے کہے کہ کیونکہ میرا ایک مصرع ناتمام پڑا ہوا ہے اس کا جوڑ بن مصرع ہو سکتا ہے غرض پانچ سو روپے میں یہ بات طے ہوں اور یہ شاعر پانچ سو روپیہ میں ایک مصرع خرید لایا۔ اب اس کے پاس پورا شعر ہو گیا۔

مجھے ہر لحظہ غیر از دیدہ تر کہ روئیدم ☆ من قاش قاش دل صد پارہ خویشم

شاید آپ کی سمجھ میں مصرع خریدنے کا مطلب نہ آیا ہوگا اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ مصرع تو میری طرف منسوب نہ کیا کرنا اپنی طرف منسوب مت کرنا۔ اس اتنی بات کے اس نے پانچ سو روپے لے لیے تھے۔ سودا کیا تھی وہی قدر دانی۔ کیونکہ شاعر ہی اس کی قدر جان سکتا ہے۔ تو صحیح قدر وہ چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے ایک ملی نکتہ ہزار مال دو دانت سے بہتر ہوتا ہے۔

اس پر مجھے ایک اور حکایت یاد آئی۔ دہلی میں احمد مرزا فوٹو گرافر ہیں۔ فوٹو اتارنے میں یہ بڑے ماہر ہیں مگر حضرت مولانا گنگوہی سے بیعت ہونے کے بعد انہوں نے زندہ کی تصویر بنانے سے توبہ کر لی ہے۔ وہ اپنا قصہ بیان کرتے تھے کہ ایک جنٹلمین میرے پاس آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ آپ کے پاس مہدی علی خاں کا فوٹو ہے یا نہیں وہ کہتے تھے کہ میں نے اس سے کہہ دیا کہ بھائی ہے تو میں نے اس سے تو بہت دن سے دور سب فوٹو تلف کر دیئے ہیں۔ کہنے لگا شاید کوئی پڑا ہو نکل آوے۔ انہوں نے کہا، تم اس دلی میں تلاش کرو شاید اس میں ہو۔ اس نے دلی میں تلاش کیا تو وہ فوٹو مل گیا جو نہایت صحیح تھا۔ اس نے پوچھا اس کی قیمت کیا ہے؟ احمد مرزا نے کہہ دیا کہ آپ تو کچھ بھی نہیں۔ اس نے کہا میں اس شخص کا فوٹو مفت نہیں لے سکتا کیونکہ یہ اس شخص کی نہایت توہین ہے یہ بیش شخص نہیں جس کا فوٹو بلا قیمت لیا جائے۔ احمد مرزا نے کہا کہ مجھے تو اس کی قیمت لینا جائز نہیں کیونکہ شرعاً یہ مال متقوم نہیں۔ اس نے کہا، پھر میں تو مفت نہ دوں گا۔ آپ اس کی قیمت نہ سمجھیں، میری طرف سے ہدیہ سمجھ لیں اور یہ کہہ کر جیب میں سے نکالے تو تیرہ روپے نکلے۔ اس نے وہ سب اس کو دے دیئے اور کہا افسوس ہے اس وقت میری جیب میں اتنے ہی روپے تھے ورنہ میری نیت پچاس روپے دینے کی تھی اس وقت تو آپ اسی رقم کو ہدیہ قبول کر لیجئے۔ غرض بہت اصرار سے وہ شخص تیرہ روپے ایسے مال کے دے گیا۔ جو مالک کے نزدیک ایک کوڑی کا بھی نہ تھا

انتخاب طلباء

علم دین کی برکت

[illegible] ہیں کہ کس کی خدمت کرو۔ لوگ کس کی خدمت کرتے ہیں۔ کس سے وہ پریشان ہوتا۔ میں نے کہا کہ یہ بھی ٹھیک ہے مگر یہ دعوت کی صورت ہے کہ لوگوں کے مذہب پر پڑا رہتا ہے۔ جیسے کا کہ دعوت تو حوالے میں ہے۔ اس میں کیا دعوت ہے کہ لوگ اس کو خوشامد کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ واقعی تم خوب سمجھے۔

پھر میں نے کہا کہ تم کیوں نگریزی پڑھتے ہو؟ کہنے لگا تاکہ میں انگریزی پڑھ سکوں۔ میں نے کہا کہ تم نے واقعی اس لڑکے کو نگریزی میں [illegible] اس لڑکے کی مناسبت معلوم ہوتی ہے۔ پھر یہ قصہ میں نے سنا دیا۔ وہ بھی سنی ہی کے باپ تھے۔ کہنے لگے کہ اس وجہ سے تو نگریزی سیکھتا ہے [illegible] کہ تاکہ وہ حاصل کر سکے۔ [illegible] نگریزی سے [illegible] میں [illegible] میں [illegible] ہوں۔ [illegible] میں نے کہا کہ [illegible] نگریزی پڑھتا ہے۔ لیکن اب بھی اس میں [illegible] کہ [illegible] کہ [illegible] کہ

جائے ہے رہ کو جانے میں محض اشکال سے ہے ہوئے بغیر حیات کیسے ہوسکتی۔ ورنہ کسے خبر
بہت ہیں مگر میں ہوں نے لیے پندشاہیں ہیں ہیں جو حالب طلوں نے لکھے ہیں۔

یک صاحب ہے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے بچوں پر پڑھانے کا ان کی آیت
کا ترجمہ کردیں۔ وہ حدیث صلاۃ فلیصلی میں لکھی ہے۔ میں نے ترجمہ کردیا۔ آپ
ناواقف پس وقت بتایا کہ یہ آیت ہے۔ میں نے کہا کہ آپ نے پوچھا تھا
کہیے گا کہ آپ نے ہمیں کیا بتایا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ نے ہمیں کیا بتایا ہے۔
ہے کہ آپ نے ہمیں کیا بتایا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ نے ہمیں کیا بتایا ہے۔
تاکہ وہ ہمیں کیا بتایا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ نے ہمیں کیا بتایا ہے۔
میں کہ ہمیں کیا بتایا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ نے ہمیں کیا بتایا ہے۔

اور بے خبری اور ناواقفی کے بھی ہیں۔

یہ [illegible]

وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا

[illegible]

[illegible] کس سے [illegible] علم سے [illegible] ہوتا ہے [illegible]
کھے [illegible] ہے۔ [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible]
چنانچہ [illegible] ہے کہ [illegible] وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
سَبِيْلًا [illegible] ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے یہ ارشاد
فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ [illegible] قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ یعنی
قیامت میں [illegible] فیصلہ ہوگا۔ دنیا میں حق پر [illegible] کے عقیدے رکھتے ہیں کہ
يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر [illegible]
گے۔ یعنی اس فیصلہ میں جو آخرت میں ہوگا۔ اب دنیا میں [illegible]

[illegible] واضح قاعدہ جس کے نہ جاننے سے اشکال ہوتا ہے چنانچہ یہ عام [illegible]

کے مناسب ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں

ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ

اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہیں رکھے۔

[illegible]

میں بیان کردیتے ہیں۔

[illegible]

[illegible]

کر دیا گیا اور مطلب وہی ہے کہ سر کا مسح کرو اور پیروں کو دھوؤ۔ عربی میں اس کی نظیر یہ کلام ہے علفتہا تبنا وماء باردا۔ اور گرم سحوا کے حکم کو بھی رجلکم کے متعلق مان لیا جائے تب بھی کچھ نقصان نہیں۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ دو قرأتیں عموماً دو آیتوں کے ہوا کرتی ہیں۔ جس طرح دو آیتیں جب کسی حکم کو مستقلاً ثابت کرتی ہیں اور دونوں پر عمل ضروری ہے اسی طرح دو قرأتیں بھی معمول بہا ہوتی ہیں۔ پس رجلکم میں قرأت بالجر ہونے سے یہ معلوم ہوا کہ پیروں کے لئے مسح کا بھی حکم ہے۔

رہا یہ کہ غسل کا حکم نہیں ہے۔ یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ قرأت نصب غسل کو بتلا رہی ہے۔ تو مجموع قرأتین سے یہ ثابت ہوا کہ پیروں کے لئے مسح اور غسل دونوں کا حکم ہے۔ اس طرح کہ قرأت جر بحالت لبس خف ہے اور قرأت نصب بحالت عدم لبس۔ یہ تاویل بھی بہت عمدہ ہے

اور ایک تاویل میرے دل میں یہ بھی آتی ہے کہ اس وقت کی آیت میں جو پیروں کے لئے مسح کا حکم ہے خواہ بدون غسل کے یا مع غسل کے۔ پس اگر قرأت نصب سے حدیث متواتر سے غسل وجوبی ثابت ہو جائے جس کی صورت یہ ہے کہ پیروں کی طرف وقت وضو کے تو اوپر سے پانی بہانا کافی نہیں ہوتا۔ ملنے سے پانی پہنچتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی حدیث متواتر سے ثابت ہے اس کو بھی سدد اب کہا ہے کہ وضو کے قبل پاؤں دھو کر موزے پہن لیے جاویں پھر آخر وضو میں دھونا نہ پڑے۔ عرض آپ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ کوئی کس قدر ضرورت سے کیونکہ بعض اشکالات ہی سے رنج ہوتے ہیں۔

چنانچہ ایک تیسری مصرعے والی یہ تھا کہ قرآن میں عادی کے مسئلہ کا ثبوت نہیں سو بلا ایک آیت سے تو اس کا بھی ثبوت ہے وہ آیت یہ ہے

فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً

اس سے پہلے جہاد کا ذکر ہے فرماتے ہیں

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ

پس جب تم کفار کے مقابل ہو تو ان کی گردنیں مارو (یعنی قتل کرو) یہاں تک کہ جب قتل کی خوب خونریزی کر چکو تو قیدی بنا لو (پھر بعد معاوضہ چھوڑ دینا جو کہ احسان ہے یا معاوضہ سے کر چھوڑ دینا کہ اس سے اس نے مضمر نے یہ استدلال کیا کہ اس آیت میں بطور حصر کے دو باتیں مذکور ہیں جس سے یہ لازم آتا ہے کہ تیسری صورت (یعنی علامہ بنانا) جائز نہیں

اس تقریر سے ایک عام شخص پر کیا اثر پڑا۔ اس کا جواب ایک دوسرے عام شخص کی زبان سے سنیے۔ کہا کہ پہلے آپ یہ بتلائیں کہ یہ قصیدہ کس سے متعلق ہے۔ اگر ظاہر ورثہ طیبہ سے تو مقصد یا مقصد اس سے تو حقیقت یا مجاز اجمع یا مفرد خلوص کس قسم کی بات میں ہے۔ ان سوالوں کا جواب پا لینے کے بعد ہی کوئی حاصل جواب کا پایہ ہو کہ قصیدہ مجمل ہے کہ مفصل کس بحر میں ہے۔ کس قافیہ سے ہے۔ کس ردیف سے ہے۔ یہ سوالات مرتفع ہوں اور تیسری ولی صورت تو یہ ہے کہ مجمل کا مفصل سے کہ اس کا اجتماع نہ ہو سکے۔

اور دونوں کا ارتفاع ممکن ہے۔

مثلاً سے کسی چیز کو بیان کرنے میں دیر یا تاخیر سے یا اس کے اس مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا اجتماع نہ ہو سکے۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں کی صورتیں ہوں۔ اور دونوں کا ارتفاع ممکن ہے۔ اس طرح سے آیت میں ہے۔

ولو علم اللہ فیھم خیرا لاسمعھم ولو اسمعھم لتولوا وھم معرضون

اس آیت میں اس شخص کا جواب ہے جو یہ کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ان کافروں میں کوئی بھلائی معلوم ہوتی تو ان کو سنا دیتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کو سنا دیتے تو وہ اعتراض کرتے ہوئے پیٹھ موڑ دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم اللہ فیھم جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو سنا دیتے تو وہ پیٹھ موڑ دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم اللہ فیھم

اس آیت میں لاسمعھم کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو سنا دیتے تو وہ پیٹھ موڑ دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم اللہ فیھم

اس آیت میں لاسمعھم کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو سنا دیتے تو وہ پیٹھ موڑ دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم اللہ فیھم

لاسمعھم کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو سنا دیتے تو وہ پیٹھ موڑ دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم اللہ فیھم

لاسمعھم کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو سنا دیتے تو وہ پیٹھ موڑ دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم اللہ فیھم

لو اسمعھم فی حال عدم علمہ للہ فیھم خیرا حاصل آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو

میں بھلائی کا وہ معلوم ہوتا تو وہ ضرور اس کو اپنی زندگی میں اپنا لیتے، وہ اس کو قبول بھی کر لیتے اور عمل کی حالت میں کہ خدا کو معلوم ہے کہ ان میں بھلائی نہیں ہے ضرور طور پر اس کو اپنی زندگی میں شامل کر لیتیں تو وہ عمل اس کی نہیں گے۔ اب وہ اشکال ختم ہو گیا جس سے آپ کو مطلق فی نفسہ معلوم نہیں ہوگی۔

اسی طرح علم کلام کی بھی ضرورت ہے کیونکہ قرآن میں بعض مضامین ایسے مذکور ہیں جن کا ظاہری مضمون جو عام طور پر سمجھ میں آتا ہے وہ نہیں ہے

ثم استوی علی العرش الرحمن علی العرش استوی لیس کمثلہ شیء

یعنی اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ خدا کا عرش پر مستوی ہونا ہے جس کی مثال کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ خدا عرش پر مستوی ہے کہیں وہ ہاتھ سے خدا کے ہاتھ میں ہے ہوئے ہیں ہے تو کہیں سے بعض جاہلوں کا یہ شبہ ہوگا کہ خدا کے بھی ہماری طرح دو ہاتھ ہیں مگر علم کلام کے ذریعہ سے معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ جو چیز کہ اور مکان سے پاک ہے اس کے ساتھ ان چیزوں کا ثابت ہونا حقیقۃً ممکن نہیں۔ ہاں مجازاً کوئی دوسرے معنی مراد لئے جائیں تو ممکن ہے۔ چنانچہ علماء نے ان آیات کے معنی خدا کی شان کے لائق بیان بھی کئے ہیں اور سلف کا طریقہ اس بارہ میں سکوت ہے۔ تو علم کلام سے معلوم ہوگا کہ حق تعالیٰ کیلئے جسمیت کا ثابت ہونا ضروری ہے اور کن کن باتوں سے اس کا پاک ہونا ضروری ہے۔

مفید علم

اس کے دوسرے علوم کی بھی ضرورت ہے اور وہ علوم عربی میں مدون ہیں۔ فہم عربی کی صحت ضرورت ہے۔ شریعت کا علم کامل بغیر علوم عربیہ کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر کسی کو علم کامل کی فرصت نہ ہو وہ ناقص سے تو محروم نہ رہے۔

مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ

یہی وجہ ہے یہ غلطی کی کہ انہوں نے دین میں بھی علم نہ سیکھا اور علماء نے یہ غلطی کی کہ عربی تو سیکھی مگر بعض علم غیر نافعہ میں مشغول ہو گئے ان دونوں غلطیوں پر اس آیت میں تنبیہ ہے۔

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ

من خلاق ٹو کائنو یعلمون ۔

اس آیت میں [illegible] جو [illegible] اس [illegible] ہے [illegible] جو [illegible] ہے [illegible] ہیں ۔ ٹو کائنو یعلمون [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

[illegible] یک دم خوب رست و گرانی [illegible] شوہر کو یہ حالت دیکھ کر تعجب پیدا ہوا۔ اس نے تعجب میں کہہ دیا کہ تجھے میں تین طلاق اب یہ لفظ یوں مستعمل ہو گئے ہیں کہ طلاق نہیں ہوتی کیونکہ تعجب میں دی گئی لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

جب میرے پاس یہ کتاب لائی گئی میں نے کہا کہ یہ مسئلہ تو بالکل غلط ہے اس کی بنا ہی اصل نہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ مدہوش کی طلاق نہیں ہوتی۔ مدہوش عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں "زائل عقل" جیسے مصدوم میں کوئی شخص جو اس حالت کو پہنچ جائے کہ اس سے کچھ بات نہ ہو سکے لکھیں۔ مثلاً دیوار میں سر مارنے لگے یا اپنے کپڑے پھاڑنے لگے۔ غرض ایسا بے ہوش کہ عقل زائل ہو جائے تو اس کی طلاق نہیں ہوتی۔

[illegible] حیرت زدہ کو بھی کہتے ہیں۔ [illegible] مدہوش کا ترجمہ متعجب کیا ہوگا۔ پھر تعجب کا ترجمہ متعجب کیا ہوگا۔ یہ معلوم نہیں نے انگریزی کا کون سا لفظ مدہوش کے ترجمہ میں اختیار کیا ہوگا۔ پھر اس کا ترجمہ اردو میں ہو تو وہ کچھ سے کچھ ہو گیا یعنی نیم جان کھیر ہو گئی۔

نیم جان کھیر کی حکایت شاید آپ نے سنی ہو گی۔ ایک لڑکے سے اپنے ننھیالی میاں جی سے کہا کہ آج آپ کی ہمارے یہاں دعوت ہے۔ کیا کھانا کھاؤ گے؟ اس نے کہا کھیر۔ کہنے لگے کہ کھیر کیا ہوتی ہے؟ لڑکے نے کہا کہ چاولوں میں مٹھائی ڈال پکاتے ہیں۔ حافظ جی نے پوچھا کہ وہ کیسی ہوتی ہے؟ اس نے کہا کہ سفید ہوتی ہے۔ ننھیالی میاں جی نے پوچھا سفید کیوں دیکھا تھا۔ کہنے لگے سفید کیسا ہوتا ہے؟ لڑکے نے کہا جیسے بگلا۔ انہوں نے بگلا بھی نہ دیکھا تھا۔ بولے کہ بگلا کیسا ہوتا ہے۔ لڑکے نے بگلے کی صورت اپنے ہاتھ پر بنا کر حافظ جی کا ہاتھ پھیرا کہ بگلا ایسا ہوتا ہے۔ تو وہ یہ سمجھے کہ کس کھیر بھی اسی شکل کی ہوتی ہوگی۔ کہنے لگے کہ یہ تو بڑی نیم جان کھیر ہے گلے سے بھی نہ اترے گی۔

تو دیکھئے بات کیا تھی اور کہاں پہنچ گئی۔ اسی طرح مدہوش کا مسئلہ ترجمہ در ترجمہ ہونے سے یہاں تک پہنچ گیا کہ تعجب میں طلاق نہیں پڑتی۔ پھر غضب یہ ہے کہ وہ کتاب قانون میں داخل ہے اسی کے موافق فیصلے ہوتے ہوں گے۔ نہ معلوم کس کس کو اس مسئلہ کے موافق طلاق سے بری کر دیا گیا ہوگا۔ کس کس کا مترجم رہ گئے ہیں۔ اور اس کی کتابیں قانون میں داخل ہیں جس کو شبہ ہو سکتا ہے ذرا بھی مس نہیں۔

بس وہی حال ہو رہا ہے۔

[illegible]

کام کی باتیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کوثر العلوم

علم کی زیادتی

آج کل لوگوں نے کثرت معلومات کو علم سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ علم اور چیز ہے اور معلومات اور چیز ہیں۔ یہ معلومات زیادہ ہیں۔ مگر بصیرت قلب زیادہ نہیں۔ بصیرت علم سے حاصل ہوتی ہے اور علم یہ ہے۔ ادراک سلیم اور قوی ہو جس سے نتائج صحیحہ تک جلد وصول ہو جاتا ہو۔

زیادت فی العلم و تقسیم علم کے متعلق یہ وعظ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں شب جمعہ ۷ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو کہا گیا جو ۲ گھنٹے ۳۰ منٹ میں ختم ہوا۔ ۲۰۰ کے قریب حاضری تھی۔ اسے مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نے قلمبند فرمایا۔

خطبۂ ماثورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم الم ذلک الکتٰب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون

ضروریات کا علم

میں اس وقت ان آیتوں سے ایک ضروری مضمون کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق خصوصیت کے ساتھ اہل علم سے ہے بالخصوص طلبہ کو اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ چونکہ وہ اسی وقت طلبہ ہی میں اس سے ان کے مناسب مضمون بیان کرنا ضروری ہے اگرچہ بیسویں درجہ میں وہ مضمون عام بھی ہے اور سب مسلمانوں کی ضرورت کا ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان ہر وقت مسلمان ہونے کی حیثیت سے طالب علم ہے اور یہ طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے اور وہ ضروریات کا علم ہے۔ یعنی بقدر ضرورت عقائد کا علم اور فرض عین اور ضروری احکام معاملات و معاشرت کا علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم) اس حدیث کا ظاہر اس کی بھی ضرورت ہے کہ دین اور علم دین سے مناسبت پیدا کرے

[illegible]

فیحث وحدہ فھو حق بما حدیث [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

عمر فاروق@اردو

زیادت فی العلم

اس مضمون سے کہ زیادت فی العلم مطلوب ہے یعنی علم تو مطلوب ہے ہی چنانچہ آیات و احادیث میں کثرت اس کی قسم کے جس و بلکہ علم جانتے ہیں۔ اس وقت مجھے ان کے بیان کی ضرورت نہیں اس وقت میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ جس طرح مطلق علم مطلوب ہے اسی طرح اس کی ترقی اور زیادت بھی مطلوب ہے شاید بعض لوگوں کو یہ خیال ہوگا کہ اس سے یہاں کیا ضرورت ہے۔ اس پر ہمارا پہلے سے جو عمل ہے یعنی ہم کہ یہیں پڑھتے چلے جاتے ہیں اور بس میں یہ نہیں کہ مستقل نہیں پڑھتے ہیں۔ تو اگر زیادت فی العلم بھی مطلوب اور اس کو مطلوب بھی سمجھتے ہیں۔ مطلوب یہ سمجھتے تو عمل کیوں کرتے۔

اس کا اصلی جواب تو یہ ہے کہ زیادت علم کی دو قسمیں ہیں ایک زیادت صورت علم سے متعلق ہے ایک حقیقت علم سے متعلق۔ اور جس زیادت پر آپ کا عمل ہے وہ صورت علم کی زیادتی ہے حقیقت علم کی ترقی نہیں ہے وہ کہ تمام میں زیادہ پڑھنے سے حقیقت علم کی زیادت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے دوسرے اسباب ہیں جو آگے معلوم ہوں گے جس سے آپ کو بے توجہی ہے۔ اس سے یہ سوال متوجہ ہی نہیں ہوتا لیکن میں تبرعاً سوال کو اور اس کا جواب دیتا ہوں کہ جس چیز کو آپ زیادت فی العلم سمجھے ہوئے ہیں وہ زیادت نہیں ہے

کیونکہ آپ نے زیادت فی علم کو ایک مقدار محدود میں محصور کر لیا ہے حالانکہ زیادت کے لیے کوئی حد نہیں بلکہ وہ ایک غیر متناہی چیز ہے یعنی غیر متناہی بالفعل جس کا وجود محال ہو بلکہ بھی بالقوہ غیر متناہی ہے۔

اب غور کیجئے کہ جس پڑھنے پڑھانے سے آپ کو کوں کی زیادت مطلوب ہے۔ ظاہر ہے کہ نصاب کی حد تک ترقی مطلوب ہے۔ اس کے بعد اکثر لوگ بے فکری نہیں بلکہ اپنے کو صاحب حال اور مستغنی عن المطلب سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد زیادت فی العلم میں کون مشغول ہوتا ہے درسیات سے فارغ ہونے کے بعد حالت یہ ہے کہ جس کی استعداد و حراب ہے وہ تو پڑھنا پڑھانا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ کچھ بعض تو روزگار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بعض اعتکاف کو اختیار کر لیتے ہیں۔

حظ نفس کے اقسام

کیونکہ اس میں حظ نفس سے ایک حظ نفس [illegible] کے ہے وہ ایک میں حظ نفسانی
بدو سطہ حظ حسی کے ہے۔ دوسرا میں تو حظ نفسانی بدو سطہ حسی کے ہے اور حظ عقلی پیچھے پیچھے
پھرتے ہیں۔ حسی کو عقلی خدمت کرتے ہیں عقل عقل کی خدمت میں قیمتی سونا بھی ملتی
ہے۔ لیکن کہیں کہیں فلسفہ کا درجہ اور شعر میں حظ نفسی بدو سطہ حسی نہ ہے۔ یہ کہ بعض
لوگ شعر میں اس سے مشغول ہوتے ہیں کہ ان کو وہ مطلوب ہے وسیلہ اور [illegible] ملکہ
القلوب حاصل ہو جائے۔ یہ تو حظ نفسی ہے اور حظ حسی بدو سطہ اس کے اس سے بھی شعر
میں مشغول ہوتے ہیں کہ ان کو [illegible] ہوتا ہے۔ تخیل عقلی [illegible] بلکہ
بعض تو صرف حاصل [illegible] کہ [illegible] کپڑا پہنتے ہیں تاکہ [illegible]
کھانا کھاتے ہیں تاکہ [illegible] ان میں بھی حظ نفسی ہے اور حظ
نفس میں وہ حظ نفس سے [illegible] شعر میں بھی [illegible] کہ شاعر
ہی چیز کو مقصود سمجھے ہوئے ہیں جو واقع میں مقصود بسبب حظ نفس میں داخل ہیں گو یہ مقصدین
بوجہ حظ نفس نہیں سمجھتے۔ مگر چونکہ واقع میں وہ حظ نفس میں داخل ہیں اس لئے ان سے کسی حد
تک بیزاری بھی طالب حظ نفس ہو جاتے ہیں۔

مثلاً کوئی شعر میں حمد سنتا ہے کہ وہ اگر اس حمد سے طالب ہیں اور اس کو حمد
واقعی سمجھ کر مقصود سمجھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ وہ حمد [illegible] نفسانی ہوتی ہے تو گو حمد بھی مقصود بالذات
کسی درجہ میں محمود ہی سہی مگر مقصود بھی نہیں۔ کیونکہ محمود ہونا مقصود بالغیر سے ہوتا ہے۔ اور اکثر اس کو
مطلوب سمجھے ہوئے ہیں۔ ان کو محض رضاء اور حق حق بہت کم مطلوب ہوتا ہے بلکہ زیادہ تر یہ حظ نفس
مطلوب ہے۔ چنانچہ یہ حظوظ نفسانیہ مقصود نہ ہوتے تو سالکین [illegible] میں وہ شکایتیں نہ کرتے جو شیوخ
سے آج کل کی جاتی ہیں کہ ان کو محض رضاء و حق مطلوب ہوتا تو یہ ان کو عدم حمد کی حالت میں بھی
حاصل ہے۔ پھر شکایت کس حد کی ہے۔ آخر حمد کے نہ ہونے سے مقصود میں کیا کمی آگئی جو اس کی
شکایت کی جاتی ہے۔ کیا کسی حس سے یہ ثابت ہے کہ عدم لذت منقص ہے ظاہر ہے کہ کسی حس سے یہ
بات ثابت نہیں۔ پھر اس کے نہ
ہونے سے رنج و ملال اور شیخ سے شکوہ و شکایت کیوں؟ معلوم ہوا کہ یہ لوگ مقصود بالغیر کو مقصود بالذات
اور مقصود بالذات کو مقصود بالغیر سمجھتے ہیں جس سے تو لذت کی کمی سے کام میں کمی کر دیتے ہیں۔

لذات کا فرق

حملت فرقا عیسی فی الصلوٰۃ

خشوع کی حقیقت

[illegible] سے یہ قصہ ہوتے ہیں [illegible] خصوص میں [illegible] نہیں ہوں بلکہ حدیث میں تو خشوع کی یہ حقیقت بتائی گئی ہے

من توضأ فأحسن الوضوء ثم صلى الصلوات الخمس صلاة عليهن يغفر الله له مالم يحدث فيهن بقصد عمرة ما تقدم من ذنبه او كما قال

(جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر پانچ نمازیں [illegible] ہوا ان میں کسی سے [illegible] وہ نماز میں [illegible] ﷺ نے یہ نہیں فرمایا لا يحدث فيهن بقصد [illegible] حدیث فيهن بقصد [illegible] لا يحدث فيهن بقصد [illegible] جس کا مطلب یہ ہے کہ [illegible] نمازوں [illegible] ان کا مطلب نہیں [illegible] نمازوں کا تابع ہو نہیں [illegible] کا مطلب ہے [illegible] جو [illegible] نمازوں کا [illegible] مطلب حاصل ہے [illegible] غیر مقصود کی طلب ہے۔

حدیث میں [illegible] ﷺ نے [illegible] نہیں بتایا جس سے نمازوں کا تابع ہونا [illegible] ﷺ نے عدم التفات کا امر فرمایا ہے۔

بقوله ذلك صريح لا يمس وبقوله فيهن بقصد بالله وله

[illegible] طرف التفات [illegible] طرف متوجہ ہوں [illegible] ساتھ [illegible] ﷺ [illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible] سے معلوم ہوتا ہے [illegible] چنانچہ [illegible]

ولقد جعله لا يمس وبقصد فالتوضأ من به نفسه

[illegible] ہوتا ہے [illegible] چنانچہ [illegible] متعلقہ وغیرہ وغیرہ [illegible] متعلق ہے [illegible] اور قرآن میں [illegible] جو پیش آتے ہیں وہ سیاق وسباق میں غور نہ کرنے کی وجہ سے وارد ہوتے ہیں [illegible] قرآن

خالصیت و عالمیت

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ

کہ ہم باعتبار علم کے اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں (رگ سے مراد یہاں پر وہ رگ ہے جس کا قطع شہ حیات ہے درحیات کا مدار نفس و روح ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ہم انسان کے نفس و روح سے بھی زیادہ اس کے احوال کو جانتے ہیں کیونکہ ہمارا علم ذاتی ہے اور حضوری، انسان کے نفس روح کا علم حادث ہے خواہ حضوری ہو یا حصولی۔ وحصولی تو فی نفسہ بھی ناقص ہے)

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں قریب سے قریب تر علم مراد ہے پس ونحن اقرب الیہ من حبل الورید یہاں یہ ہے جیسے الا یعلم من خلق اللہ وھو اللطیف الخبیر تھا۔ حاصل دونوں کا ایک ہے کہ خالقیت سے حاجت پوری کی جائے یا علم الٰہی کا بیان کیا جائے جس سے مکان مراد ثابت کر کے استدلال کو رفع کرنا مقصود ہے۔ یہاں سے بحث نہیں کہ اس آیت کا اس پر مواخذہ ہوگا یا نہیں بلکہ صرف علم والی آیت سے مکان علم کو ثابت کرنا مقصود ہے۔ خوب سمجھ لو پس اس آیت سے اس پر مواخذہ کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ جس آیت سے اس طرح میں وساوس پر مواخذہ کا شبہ ہو سکتا تھا حق تعالیٰ نے اس کو بہت صاف اور صریح طور پر رفع فرما دیا ہے اور وہ آیت یہ ہے

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(اور تم ظاہر کرو ان باتوں کو جو تمہارے دلوں میں ہیں یا چھپاؤ ہر حال اللہ تعالیٰ تم سے ان کا حساب فرمائیں گے پھر جس کو چاہیں گے معاف کریں گے اور جس کو چاہیں گے عذاب دیں گے اور اللہ تعالیٰ کو ہر بات پر قدرت ہے)۔ یہاں بظاہر لفظ حساب ہے وساوس غیر اختیاریہ اور خیالات غیر اختیاریہ مستثنیٰ ہیں۔ عموم اس کی وجہ سے بھی یہ گمان ہو تھا مگر ان کا مشاہدہ اور علم بھی تھا جس سے ثابت تھا کہ اللہ تعالیٰ ان غیر اختیاریہ پر مواخذہ نہیں فرمائیں گے کیونکہ یہ مسئلہ عقلیہ بھی ہے۔ بلکہ علت حیثیت سے ان وساوس کا شبہ ہو یہ عموم لفظ ظاہر تھا اور حیثیت وہ چیز ہے کہ جب اس کا غلبہ ہوتا ہے اس وقت علم پر ظن غالب رہتی بلکہ علم مغلوب ہو جاتا ہے۔

عمر فاروق@ون اردو

خشیت کی حد

[illegible] جائیے حضور ﷺ نے کہ آپ نے خشیت کی بھی ایک حد بیان فرمادی مقصود کے سوا اس کو کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ہم تو خشیت کے ہر درجہ کو مطلوب سمجھتے کیونکہ حد تعالیٰ سے ڈرنا محمود [illegible] مقصود ہوتا ہے مگر حضور ﷺ نے [illegible] عظیم وطاہر فرمایا ہے کہ مقصود نے لئے بھی یہ ضروری نہیں کہ اس کا ہر درجہ مقصود ہو بلکہ مقاصد کی بعض خاص حد تک مطلوب ہیں چنانچہ خشیت کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں

و [illegible] خشیتک ما تحول بہ بینی و بین معاصیک

اے اللہ میں آپ کا خوف اتنا چاہتا ہوں جس سے میں گناہوں اور معاصی میں رکاوٹ ہو جائے اس سے زیادہ خشیت کو آپ نے طلب نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اس کا زیادہ درجہ مقصود نہیں ہوتا ہے [illegible] خشیت کے بعض افراد کی تکلیف کمزوری ہو جاتی ہیں۔ جیسے [illegible] کے بعض افراد سے تباہ ہو جاتا ہے۔ جیسے [illegible] کا خوف بہت سے [illegible] کے ہاتھ پیر پھول جاتے ہیں پھر چلنا پھرنا تو کجا بولنا بھی دشوار ہو جاتا ہے اور بعض [illegible] سے بھی بے تکی باتیں نکلتی ہیں۔ بہت کچھ چاہتا ہے اور زبان سے کچھ کا کچھ نکلتا ہے بہر حال [illegible] خشیت سے [illegible] تک [illegible] ہے [illegible] کے ایسا غلبہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم [illegible] غالب حال خشیت ہوتے تھے مغلوب نہیں ہوتے تھے [illegible] خشیت بھی عطا ہوتا ہے مگر وہ زیادہ تر [illegible] نہیں ہوتا۔ تقویٰ دلواتا ہے پھر جتنی جتنی عطا کی خود سنبھال لیتے ہیں اور واقعی ناقص سنبھال تو ناقص ہی ہے [illegible] ہوجاتی ہے۔ ناقص کی سنبھال کون کرے سوا اللہ تعالیٰ کے پس [illegible] ہی سنبھالتے ہیں۔

[illegible]

بندہ کی حق خاص کی وہ ہے جو عشق کے سامنے حاجز بھی ڈالتے ہیں اور خواص کی نقص کو بھی کمال سے مبدل فرماتے ہیں۔

عرض صحابہ کو جب خشیت کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ دساوس پر بھی مواخذہ ہوگا۔

حضور ﷺ نے صحابہؓ کے اس شبہ کو عرض کیا۔ حضور ﷺ نے بھی آیت کی تفسیر خود نہیں فرمائی بلکہ آپ ﷺ پر غصہ آیا تھا۔ اور وحی قطعی سے قبل اشتباہ وہی ممکن تھا۔ احکام کے مدارج مختلف ہیں بعض کی تفسیر تو حضور ﷺ نے خود فرما دی ہے اور بعض کے لئے آپ ﷺ وحی قطعی کے منتظر ہوا کرتے تھے اور اس طرح کو آپ ﷺ ہی بتاتے تھے۔ غرض آپ نے خود تفسیر کر دی کہ صاحبی انفسکم سے مواخذہ پر قلبیہ مراد ہیں بلکہ فرمایا

قُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ

یعنی سمعنا و اطعنا کہو۔ جونہی تکرار ان لوگوں کی زبان پر چڑھا تو اس کے بعد یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ اس کے بعد رسول ﷺ اور مومنین کی زبان سے یہ آیت ادا ہوئی۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کا کلام ہے اس کے بعد ان کی زبان سے یہ آیت ادا ہوئی۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

یعنی حق تعالیٰ وسعت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا اور وسوسہ اس غیر اختیاری چیز کو کہا جائے گا۔ اس آیت سے پہلی آیت کی تفسیر ہو گئی کہ اس میں صاحبی انفسکم سے عزم و ارادہ مراد ہے جو ما کسبت و اکتسبت میں داخل ہے کہ وسوسہ۔

رہا یہ کہ حدیث میں تو یہ آتا ہے کہ دوسری آیت نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا اور تمہاری تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیان تبدیل ہے جو بیان تفسیر ہے۔ اس کا جواب قاضی ثناء اللہ صاحب نے خوب دیا ہے کہ سلف کی اصطلاح میں نسخ عام ہے۔ وہ بیان تفسیر کو بھی نسخ ہی سے تعبیر کر دیتے ہیں واقعی بہت قیمتی تحقیق ہے اور جو شخص حدیث میں غور کرے گا اس کو اس کی قدر معلوم ہو گی اور نسخ سے اس تحقیق کی صحت معلوم ہو جائے گی۔

بحمد اللہ سب اشکالات رفع ہو گئے اور گر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ممکن ہے آیت وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ نزولاً موخر ہو اور لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا مقدم ہو تو موخر مقدم کے لئے ناسخ ہو جائے گا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ تاریخ دیکھو علماء مفسرین نے تصریح کی ہے کہ سورہ ق یونس کی ہے اور سورۂ بقر مدنی ہے۔ دوسرے سورہ ق کی یہ آیت مواخذہ علی الوساوس پر دلالت کرنے میں صریح نہیں بلکہ اس میں محض علم بالوساوس کا ذکر ہے اور سورۂ بقر کی آیت عدم مواخذہ میں صریح ہے

غیر صریح صریح کیے بغیر نہیں رہ سکتے کلام بہت بڑھ گیا۔

لذت و محویت

میں یہ کہہ رہا تھا کہ ما [illegible] کرتے ہیں تو وہ [illegible] ہے اور جا [illegible] کے [illegible] ہے اور یہ کہ [illegible] جس شخص کو یہ مطلب حاصل ہو اس کا پھر یہ شکایت نا کرنا ہے مجھے وساوس ستاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مقصود حاصل نہیں ہوا جو کا طلب ہے اور وہی سے خلاف ہے کیونکہ اگر وساوس، خلل ہیں محویت کی حالت ہوتی ہے تو اس میں لذت خوب آتی ہے، نفس کو کشمکشی سے نجات ملتی ہے اس حظ نفس کی وجہ سے یہ محض مدت و محویت کا طالب ہے گو اس کو یہ نہیں مقصود ہے نہ حاصل ہے یہ مقصود کا طالب ہے تک حظوظ میں پڑا ہوا ہے۔

اور میں اسی کو بیان کر رہا تھا کہ جو طلبہ درسیات سے فارغ ہونے کے بعد [illegible] شغل میں مشغول ہوتے ہیں ان میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ بعض تو یہ لوگ ہیں جو حاجاد و بیوہ کے طالب ہیں اور بعض لوگ ہیں مگر تخصیص بھی حظوظ میں مبتلا ہیں۔ گو وہ حظوظ دنیویہ نہیں ہیں لیکن ہیں یہ مقصود اور جو طلباء یہ لوگ ہیں یہ ان کا تو پوچھنا کیا۔ یہ تو ان کا کرتہ خوش استعداد ہیں کہ وہ زیادہ اپنی بہ استعدادی کی وجہ سے درس و شغل میں مشغول ہوتے ہیں اور زیادت فی العلم سے تارہ شی کر لیتے ہیں۔ یہ خوش استعداد ہیں ان کی انتہا یہ ہے کہ وہ پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور وہ بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کی زیادت اسی میں منحصر ہے کہ درسیات ہی ساری عمر پڑھاتے رہیں۔ پھر ان میں بھی بعض کا مقصود تو محض تنخواہ ہے اور بعض کا مقصود یہ ہے کہ ہم کو تعلیم علم پر ثواب ملے اور اس کے ساتھ تنخواہ بھی ملتی رہے کیونکہ ہر تنخواہ اجرت نہیں بلکہ بعض تنخواہ حق احتباس بھی ہوتی ہے جیسے یوں کا نفقہ اور رزق القاضی وغیرہ۔

اجرت و نفقہ میں فرق

ہاں اجرت اور نفقہ میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ تنخواہ میں تعین ہوتا ہے اور نفقہ میں تعین نہیں ہوتا بلکہ اس میں قدر ضرورت کا استحقاق ہوتا ہے زیادہ کا استحقاق نہیں ہوتا مگر کبھی نفقہ زیادہ میں بھی فرض جاری ہے تاکہ مدرس فارغ نہ ہو اور جائیں کے مصالح محفوظ رہیں۔ اس تعین سے وہ نفقہ ہونے سے نہیں نکل جاتا۔ چنانچہ نفقہ زوجہ فوت قاضی کے بعد بھی نفقہ ہی رہتا ہے۔ اس طرح اگر مدرسین کی تنخواہ معین ہو تو محض تعلیم

کی حقیقت کا مصدق بنا آسان نہیں۔ اس کے لئے کسی حقیقت شناس کو اپنی بصیرت دکھانا ہوگا۔ اگر وہ کہہ دے کہ واقعی تمہاری تنخواہ بقدر تنخواہ ہے تو پھر آپ کی حالت بہت بہتر ہے اور اگر وہ کہہ دے کہ تم اصل ہو گئے ہو تو پھر اس وقت کا شکر کرو ورنہ محض اپنے علم پر اعتماد نہ کرو اور نہ دو چار حاضرین سے پوچھ کر فیصلہ کرو۔ کیونکہ صائب نے خوب کہا ہے۔

ہمہ کے صاحب نظرے گوہر خود ۔۔۔ مبین کہ تا کسے نشود تصدیق چند

(اپنے گوہر کو کسی صاحب نظر کے سامنے پیش کر کہ یہ واقعی گوہر ہے یا کانچ کا ٹکڑا ہے کیونکہ چند گدھوں کے کہنے سے تم عیسیٰ نہیں بن سکتے)۔

فرق اُجرت و نفقہ

تنخواہ تعلیم کے متعلق ایک معمولی سی بحث ہے جس میں سے اس وقت گزرنا ہوں۔ اگر کسی کے ذہن میں کوئی اور معیار ہو تو بہت اچھا ہے اپنے معیار سے تنخواہ اور نفقہ میں فرق کر لیں۔ عدم تعلق سے معاملہ ہے اس میں گفتگو و بحث فضول ہے۔ میرے نزدیک اجرت اور نفقہ میں فرق کا معیار یہ ہے کہ جو مدرس تنخواہ لے کر پڑھا رہا ہے وہ یہ سوچے کہ اگر اس جگہ سے زیادہ تنخواہ کا جائے مثلاً یہاں پچیس روپے مل رہے ہیں دوسری جگہ سے پچاس روپے کی پیشکش ہو جائے تو پچیس روپے میں بھی اس کا کام چل رہا ہے۔ مگر کام چلنے کے یہ معنی نہیں کہ دس چھ تک بھی رہا نہ کھا سکتے ہوں اور دو روپے گزکا کپڑا نہیں سکتے ہوں بلکہ مطلب یہ ہے کہ پچیس روپے میں تامل نہ ہو گو تنخواہ بھی نہ ہو مگر دوسری جگہ دین کا نفع بھی یہاں سے زیادہ نہ ہو پھر دیکھنا چاہیے کہ اس حالت میں دوسری جگہ دینی تنخواہ پر جاتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں جاتا ہے تو واقعی اس کی تنخواہ نفقہ ہے اور اگر چلا گیا تو اس کی تنخواہ اجرت ہے اور یہ کرایہ کا مکان ہے گو گناہ اس میں بھی نہیں کیونکہ متاخرین کا فتویٰ جواز پر ہو چکا ہے مگر ان کو تعلیم و تدریس میں ثواب بھی کچھ نہیں کیونکہ اس کا مقصود محض تنخواہ ہے اس حالت میں یہ تعلیم طاعت نہیں غایت مافی الباب ایک عمل مباح ہے جس پر اجرت لینا متاخرین کے فتویٰ میں جائز ہے گو فی نفسہ تعلیم دین طاعت تھی مگر چونکہ اس کی نیت تعلیم دین کی نہیں بلکہ مقصود اجرت ہے اس لئے بالکل امور دنیاوی کے قاعدہ سے یہ ثواب کا مستحق نہیں۔

ندویں گی۔

حقیقت علم

ے لئے دعا کا حکم ہے تو اس سے زیادت فی العلم کا مطلوب ہونا یقیناً ثابت ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا علم سب سے بڑھا ہوا ہے جب آپ کو بھی طلب زیادت کا حکم ہے تو ہم جیسوں کو تو کیوں نہ ہوگا جس کا علم حضور ﷺ کے علم سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتا۔

اب میں اس آیت سے بھی جس کی میں نے تلاوت کی ہے اس مضمون کو ثابت کرنا چاہتا ہوں مگر پہلے ایک مقدمہ سمجھنا چاہیے کہ ہدایت اور علم میں کیا تعلق ہے یا جو حقیقت علم کی ہے وہی ہدایت کی ہے یا علم ہدایت کا غیر ہے۔ ہدایت کے معنی طلب و مطلوب معلوم ہیں۔ اس سے معنی وراثۃ طریق میں اور معنی سے اس کو ایصال الی المطلوب میں مشترک بھی کہا ہے۔ بعض سے محققین کی رائے یہ ہے کہ ہدایت دلالۃ اور ایصال میں مشترک نہیں بلکہ ایصال بھی دلالۃ ہی کا ایک فرد ہے۔ اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ ہدایت سے بھی تو دلالۃ طریق ہی ہیں مگر دلالۃ کی دو صورتیں ہیں ایک ابعد اور دوسری اقرب۔ ابعد دلالۃ اس کو کہتے ہیں جس میں مدلول سے دلالۃ کا علم حاصل ہونے کے بعد بھی مدلول تک پہنچنے کے لئے بہت سے مقدمات کی ضرورت ہو اور اقرب دلالۃ اس کو کہتے ہیں جس میں مدلول سے دلالۃ کا علم حاصل ہونے کے بعد مدلول تک پہنچنے کے لئے بہت کم مقدمات کی ضرورت ہو۔ اس کو اہل علم کی اصطلاح میں روایت کہتے ہیں۔ روایت کی دو قسمیں ہیں روایت حسی اور روایت قلبی۔ پس ہدایت کی دلالۃ اگر حسی ہے تو وہ روایت حسی ہے اور ہدایت معنوی ہے تو روایت قلبی مراد ہے اور روایت قلبی علم ہے۔ پس ہدایت کا حاصل علم کے قریب ہے۔ کیونکہ ہدایت معنوی علم کو مستلزم ہے اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی ہدایت اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی اور قرآن کی ہدایت حسی نہیں بلکہ معنوی ہے۔ پس یہ ہدایت تو یقیناً علم سے متوافق اور متقارب ہے۔ تو اگر قرآن میں کسی جگہ سے زیادت فی الہدیٰ کا مطلوب ہونا معلوم ہوگا اس سے زیادت فی العلم کا مطلوب ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

اب سمجھئے کہ ان آیات میں زیادت فی الہدیٰ کی مطلوبیت کا ذکر ہے حق تعالیٰ قرآن کی صفت میں فرماتے ہیں ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ اس پر یہ اشکال مشہور ہے کہ متقین تو خود ہی ہدایت یافتہ ہیں، ان کے لئے ہدایت ہونے کا کیا مطلب ہے؟

اس کے دو جواب ہیں۔ ایک تو یہ کہ متقین میں تاویل کرو کہ اس سے مراد متقی بالفعل نہیں بلکہ صائرین الی التقویٰ مراد ہیں جن کو باعتبار مآل یہ کہہ دیا گیا۔ مگر حقیقت ممکن ہوتے ہوئے مجاز لینا خلاف اصل ہے۔ اس لئے راجح توجیہ یہ ہے کہ لفظ متقین اپنے معنے پر رہے اور ہدیٰ میں درجات لگائے جائیں کہ ہدایت کے لئے مدارج مختلفہ ہیں جس میں سے بعض مدارج کا حصول ان لوگوں کو بھی نہیں ہے جو بالفعل متقی ہیں۔ قرآن ان مدارج کی طرف متقیوں کو پہنچاتا ہے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ

ہدایت کے معنی ہیں

رہا یہ سوال کہ ہدایت کی جو دعا مانگی گئی ہے اس کی کیا ضرورت تھی جبکہ آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہے جس میں طلب ہدایت کا حکم ہے اور ہدایت کا حاصل ہونا تو ہدایت کی طلب سے ربط بھی ہے کہ اس میں دعا ہدایت بھی ہے اور اس میں حاصل ہونے کی بات ہدایت ہے۔ اس پر چلو۔ اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ بھی یہی کہتا ہے کہ ہدایت پانے کے بعد ہدایت یافتہ میں جس کو ہدایت تعلیم دی گئی اس کا کیا کام ہے ہدایت کی دعا کرنے کی جب کہ ہدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ پر کوئی اشکال نہ رہا یہ اشکال کا حاصل ہے۔ اس کو ہم جواب میں پڑھ چکے ہیں جو ہدایت کے معنی سے ہدایت کا حاصل ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ہدایت کے معنی متقاضی ہیں ہدایت کے حاصل ہونے کا مطلوب ہونا ثابت ہے تو ہدایت کی طلب کا مطلوب ہونا بھی ثابت ہوگیا۔

یہ مضمون میں دوسری جگہ سے بھی ہوں ریادت فی العلم کے سبب بھی بیان کیا ہیں جس سے علماء فاضل ہیں اور وہ اس سے ضرور اختیار کرتے ہیں مجھے علم اور ریادت فی العلم کی حقیقت بھی بتلانا ہے یہ مضامین آیات میں متعدد آئے ہیں۔ اس لئے ان اطلاعات میں اختیار کیا۔ چونکہ مخاطب اہل علم ہیں اس سے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ ان کے لئے اتنا بھی کافی ہے۔ پس میں مختصر طور پر حقیقت علم اور حقیقت ریادت فی العلم اور اس کے اسباب عرض کرتا ہوں اور اس کے بعد شروع سے آیات کا ترجمہ کرتا ہوں۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْعِلْمُ۔ اس کے معنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں کسی اور کو معلوم نہیں۔ شاید حضور ﷺ کو بتلا دیے گئے ہوں اس معانی میں تفتیش نہ کرنا چاہیے۔ شاید تم یہ کہو کہ یہ تو ریادت علم کے معانی ہے جس کی تم ترغیب دے رہے ہو پس اول اس کے معنی بتلاؤ پھر ریادت فی العلم کی ترغیب دینا خصوصاً جب کہ تم کو اسباب ریادت علم بھی معلوم ہیں جس کو اس وقت بتلانے کا وعدہ دیا گیا ہے اور مگر باوجود علم اسباب کے بھی تم کو اس کے معنی معلوم نہیں تو عامہ مقتدی دونوں برابر ہیں کہ دونوں ریادت فی العلم میں کوتاہی کر رہے ہیں۔

اس شبہ کا جواب اسے میں چونکہ اسے سے ریاست کی علم کا بات سے اس لئے بہتر تو یہ تھا کہ میں جواب سے ہی چھ تا۔ میں جواب سے میں یہ ختم سے کہ شاید وہ یہ سمجھے کہ میں کے معنی معلوم ہو گئے ہیں فارسی مصحت سے یوں میں ہتاں اسٹے میں جواب اسے پڑھنے ہیں اور صاف ہتا ہوں کہ مجھے کسی اس سے معنی معلوم نہیں اور اس میں میں اور آپ دونوں برابر ہیں۔ رہا یہ شبہ کہ معلوم نہیں تو تلاش کرو۔ تلاش کہ کا ہدایت کی علم سے ملتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت کی اقسام میں ایک تفصیل ہے جس کی طرف کی جزا میں شارہ ہے اس کو آگے چل کر ان شاء اللہ وہ تفصیل معلوم ہو جائے گی۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

اس کی تفصیل مجھے مقصود نہیں اس حصہ میں قرآن کی مدح ہے کہ یہ کتاب کامل ہے۔ اس میں کوئی بات موجب شک نہیں (یہ سوال وجواب مسودہ میں مذکور نہیں صرف زبانی شارہ ہے جس کی وجہ سے اس تفصیل پر میں نہیں دیا گیا سے مقوس کر دیا ۱۲) رہا یہ شبہ کہ کفار تو اس میں بہت شبہات نکالتے ہیں۔ اس کا جواب ایک تو مشہور ہے کہ قرآن میں کوئی بات فی نفسہ موجب طعن نہیں ہے اور شبہ نکالنے والوں کو جو شبہات پیش آتے ہیں وہ فہم قرآن کے مضامین نہیں بلکہ ان کا قصور فہم ہے اور کسی اندھے کو دن میں طلوع آفتاب میں شک ہو تو اس کے شک سے طلوع آفتاب مشکوک نہیں ہو جاتا۔ اور دوسرے جواب کی طرف هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ میں اشارہ ہے۔ حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ اگر کسی کو قرآن میں کوئی شک وشبہ پیش آتا ہے تو وہ شبہ کی وقت ہے جب تک قرآن کی تعلیم پر عمل نہ کیا جائے اور اگر قرآن کی تعلیم پر پوری طرح عمل کیا جائے تو سب شبہات خود بخود زائل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ قرآن متقین کے لئے ہدایت ہے۔ پس اہل شبہات کو چاہئے کہ وہ تعلیم قرآن پر عمل کرنا شروع کریں۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

عمل کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت میں قرآن سراپا ہدایت اور ہدایت ہے۔ اس میں کوئی امر موجب طعن نہیں ۱۲ جامع)

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اس سے یہ مقصد متعلق ہے۔ جس کی تقریر اوپر مذکور ہو چکی اور میں ثابت

کر چکا ہوں کہ اس آیت سے روایت کی بھی مذمت ہوتی ہے اور [illegible] کس کے ساتھ ملانے سے اس روایت کا مطلوب ہونا ثابت ہے۔ اب اس سے روایت علم، حقیقت علم کا بیان روگیا۔ [illegible] ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ [illegible] سے متقیوں کیلئے اور یہ بھی [illegible] سے حاصل ہے جو [illegible] اصل [illegible] کرنے والے [illegible] اعتماد [illegible] کرنے والے [illegible] ہے وہ اس کو جانتے ہیں۔

فہم قرآن

بخاری کی حدیث [illegible] مشہور [illegible] گئے تھے [illegible] حضرت علی کو عطا ہوئے۔ اور اس کے متعلق [illegible] حضرت بوکر سے پوچھا کہ اگر ہم تم کو وہ خاص علم بتلا دیں تو تم کیا کرو گے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ میں خوب عبادت کروں گا

یعنی اس میں مجھے عطا فرمائی ہے۔

یہی وہ حکمت ہے جو فقہ سے حاصل ہوتی ہے اور یہی وہ فقہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد

کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے اس سے اس کی تفسیر ہوئی کہ یہ علم محض کتابیں پڑھنے سے شیطان کی چالیں سمجھ میں نہیں آتیں بلکہ وہ معرفت جو حقوق سے حاصل ہوتی ہے جس سے عارف کو یہ کچھ وجدانی کیفیت حاصل ہوتی ہے کہ شیطان کے قدم تا بوجہ پڑتے ہیں۔ شیطان محض زاہد و عابد کو اپنی صفت میں ملا لیتا ہے۔ عارف کی اطلاع کو کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی جس سے وہ دھوکا کھا سکے اس لیے شیطان پر بھاری ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

یہ عرفانی نکتہ محض پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ صحبت صالحین سے حاصل ہوتا ہے۔ فقرا فرماتے ہیں اہل اصول لا یکتب ولا یحسب یعنی یہ علم ایسا ہے جو لکھنے اور حساب میں نہیں آتا بلکہ جو لکھنے اور حساب میں آتا ہے وہ علم ظاہر ہے۔ اس علم کے حاصل کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے مگر ان میں سے صرف سات صحابہ ایسے تھے جن پر یہ علم ظاہر ہوا جن کو مفتیان صحابہ کہتے ہیں علمھم عندما رضی اللہ عنہم ہے۔ یہ علم وہبی ہے جو حقوق اللہ کی محبت سے حاصل ہوتا ہے اور یہ علم جس میں حقوق العباد کی محبت سے حاصل ہوتا ہے جس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترک المعاصی

آدمی کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں معاصی حائل نہ ہو جائیں۔ یہ وہ نکتہ ہے جس کا حافظہ قوی ہو گا اس کو یہ بات معلوم ہو گی کہ بعض اوقات ایک حدیث کے بارے میں کئی کئی دن تک غور کرنا پڑتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کوئی معصیت حائل ہو جاتی ہے جس سے حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہمارے اکابر نے یہ بات لکھی ہے کہ جو شخص حدیث کی کتابیں پڑھنا چاہے اس کو چاہیے کہ پہلے علم فقہ پڑھ لے کیونکہ فقہ کا علم دار الحدیث ہے اور وہاں بخاری کی حدیث کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ پڑھنے والے پڑھتے ہیں سب عیسائی کافر ہیں۔ اور وہ لوگ اختلافیات کو بہت شرح وبسط کے ساتھ بیان کرتے ہیں کیونکہ جرمن میں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کی دعا ہی دعا ہے۔ مشا

گل یا سوسن یا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[

یہاں بات آئی گئی ہوئی۔ اس کا سیدھا جواب یہ تھا کہ حافظہ کی جو قسم میں نے اوپر بیان کی ہے اس کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ کہنا بے جا ہوگا کہ یہ بات کسی دلیل سے ثابت ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ حقیقت عرفی جو تقوی سے حاصل ہوتی ہے اس کے لحاظ سے آپ اس کو حقیقت نہیں کہہ سکتے۔ پس تقوی حقیقی سے بحث

وہبی علوم

اس پر تقریر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حقیقت عرفی جو تقوی سے حاصل ہوتی ہے۔ اس سے قلب پر جو علوم وارد ہوتے ہیں جو کتابوں میں کہیں مل سکتے ہیں [illegible]

علم چوں در سینہ ات نور خدا ست ۔۔۔ علم چوں بر دل زند یار خدا ست

یعنی [illegible] علوم وہبیہ [illegible]

ان سے علوم وہبیہ اور علوم لدنیہ میں کہیں کہیں ان سے تعلق ایک روایت میں آیا ہے من عمل بما علم ورثہ اللہ علم ما لم یعلم۔ اس قول کو بعض نے ثابت مگر موضوع کہا ہے۔ علم لدنی سے علوم وہبیہ مراد ہیں

مولانا محمد قاسم صاحب سے علم لدنی کی تحقیق [illegible] نے فرمایا کہ لوگ تو عالی صاحب سے متعلق سنی سنائی باتوں سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ علم لدنی سے متعلق ہوا علم سے۔

ہم لوگوں کو حیرت ہوئی۔ عالی صاحب سے مولانا محمد قاسم صاحب نے تو کافی دیر تک پڑھا تھا مگر علم کی حیثیت پر کبھی یہ بات نہیں سنی تھی۔ عالی صاحب مظفر نگر میں گنگوہ سے آکر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ مولانا محمد قاسم صاحب جلال آباد سے یہاں آتے تھے۔ درس سے بعد جب طلبا میں حدیث سے متعلق سوالات ہوتے تو عالی صاحب سے بھی مطلب پوچھ لیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ طلبا عالی صاحب سے بھی یہی مطلب کہیں سے پڑھ کر آئے ہوئے بتلاتے۔ کیونکہ حضرت عالی صاحب کی عادت یہ تھی کہ جب مولانا محمد قاسم صاحب درس حدیث سے فارغ ہو لیتے عالی صاحب کی بات وہی سنتے تھے اسی طرح ایک دفعہ مولانا شیخ محمد صاحب سے شوق نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب ہو عالی صاحب کے سمجھ میں نہ آیا۔ شیخ محمد صاحب نے مولانا محمد قاسم صاحب سے پوچھا مگر ان سے بھی مشغول کے درس میں وہ شعر نہ پڑھا گیا تھا۔ اسی مطلب پوچھنے کے لیے عالی صاحب حجرہ میں

مقام پر تقوی کی حقیقت بھی بیان فرمائی ہے۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ

اس جگہ حق تعالیٰ نے عقائد اور عبادات بدنیہ اور مالیہ اور معاملات [illegible] ایمان کا تذکرہ کرنے میں اس طرف اشارہ ہے [illegible] کی چیز کو مانے جس کا تعلق ہے [illegible] درجوں ہونا چاہیئے کہ جتنی بات جس کی بھی [illegible] طور پر تعلق نہیں مگر تی بات [illegible] تھیں۔ پس اس کا کام [illegible] میں تحریف کی ہے اس کا [illegible] مخالفت میں بھی [illegible] بیان فرمایا ہے۔ پس [illegible] ہوں اور عبادات بدنیہ و مالیہ (اور معاملات) میں بھی [illegible] الدین کا مگر یہ تفسیر اس پر موقوف ہے [illegible] کاشفہ بھی ہو، جب بھی میرمدعی حاصل ہے۔ بلکہ یہ مقصود ہے کہ تقویٰ، ریاضات علم کا سبب ہے۔ اب چاہے وہ تقویٰ اس مجموعہ کا نام ہو جو مجموعہ آیات میں مذکور ہے یا اس میں مجموعہ سے جو حالت بسیطہ ہوتی ہے اس کا نام ہو جو نفسانیین کاملوں سے اس میں بحث کرنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ باقی یہ ظاہر ہے کہ تقویٰ کے لیے تمام معاصی سے بچنا ضروری ہے اور وہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر معصیت کو بھی جدا جدا جانے۔ کیونکہ ترک ہر امور بہ بھی معصیت ہے۔ ان کا ترک بھی تقویٰ کے لئے ضروری ہے۔ اب چاہے تقویٰ کو مرکب مانو یا بسیط، وجودی مانو یا عدمی اس کے لیے عقائد، اعمال و معاملات کی درستگی بہر حال ضروری ہے جو شرطاً ہو یا شطر۔ مگر ایک دوسری آیت سے بھی رفع معلوم ہوتا ہے کہ الذین یؤمنون بالغیب الخ صفت کاشفہ ہی ہے اور یہ سب، عمل حقیقت تقویٰ میں داخل ہیں، گو یہ تقویٰ معلوم عدمی ہو مگر شرعاً مفہوم عدمی نہیں ہے بلکہ شرعاً تقویٰ کی حقیقت کمال فی الدین ہے جس پر وہ دوسری آیت دال ہے وہ دوسری آیت یہ ہے۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق و المغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیین

یہاں تک تو مخالفوں کا اعتراض تھا جس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا اور اس سے مسئلہ کامل ہے۔ تو قابل کا یک طرفہ تصحیح فرما دیتے ہیں۔

واٰتی المال علٰی حبہ ذوی القربٰی والیتٰمی والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب

یہ حقوق ہیں جن کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اس کو ایمان میں داخل فرمایا ہے۔ والموفون بعھدھم اذا عٰھدوا والصٰبرین فی البأساء والضرّاء وحین البأس میں اس اخلاق کا ذکر ہے جو عرف میں اخلاق حمیدہ اور ملکات فاضلہ سے تعبیر کیے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ

اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون

اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ تقویٰ کی حقیقت کمال فی الدین ہے اور تصحیح عقائد و اصلاح عبادات و اصلاح معاملات اور معاشرت سب اس کے اجزاء ہیں۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ پس تقویٰ محض ذکر و عمل کا نام نہیں۔ یہ تو اس کی روح ہے بلکہ تقویٰ ان تمام سے حاصل ہوتا ہے جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ کہ دین میں کامل ہونے کا نام تقویٰ ہے۔ پس ہدًی للمتقین کا حاصل یہ ہوا کہ زیادت ہدیٰ اور زیادت علم کا سبب کمال فی الدین ہے۔ اس کا طلب کو بالکل اہتمام نہیں۔ اور اس میں وہ بے حد کوتاہیاں کرتے ہیں۔ ان کوتاہیوں کی تفصیل میں کہاں تک کروں اور کس کس بات کو بتاؤں۔ ذرا کوئی شخص دو ہفتے کسی محقق کے پاس رہے اور اس سے اپنی اصلاح کی درخواست کرے۔ اور وہ محقق بھی ایسا ہو جو بے تکلف روک ٹوک کرتا ہو تب اس کو اپنی کوتاہیوں کی حقیقت معلوم ہو۔ تقویٰ کی حقیقت معلوم ہو۔

تقویٰ کی مثال

تقویٰ کی ایک ادنیٰ نظیر بتلاتا ہوں کہ لکھنؤ میں ایک بیرنگ کارڈ میرے نام آیا۔ میں موجود نہ تھا۔ میرے رفیقوں نے اسے واپس کر دیا کہ مکتوب الیہ شاید نہ لے۔ ڈاکیے نے ان سے کہا کہ اگر آپ

چاہیں تو ان کو پڑھ سکتے ہیں اور جو چاہیں ان کو نہ پڑھیں۔ اس لئے ہم نے ان کو [illegible] کرنے کا کیا حق ہے۔

[illegible] وقت کا ضیاع ہے۔ کوئی بھی [illegible] تھا۔ صرف چند [illegible] کا سب کچھ [illegible] گھر [illegible] گھر میں جاتے ہیں [illegible] ساتھ [illegible] گے۔ یہ تو وہی حالت ہے۔

[illegible]

اس کو کہتے ہیں [illegible] دیا۔ کیا تم نے یہ حدیث نہیں سنی۔

وہل تدرون لا یعلم وہ صاحبہ یعلمہ و حدیث الویل وہل یعلم ولا یعمل مع من الویل (ص عن حملۃ مرسلاً ای وہ سعید بن منصور فی سننہ کذا فی العزیزی ص ۲۴۷ ج ۳)

(یعنی جاہل کے لیے ایک بلا کی ہے اور عالم کے لیے سات گنا بلا کت ہے ۱۲)

آخر اس حدیث پر عمل کرنے کے لیے [illegible] دوسری مخلوق پیدا ہوگی؟ یہ تعلیمات ہمارے واسطے نہیں ہیں؟

طلباء کی کوتاہیاں

ایک کوتاہی طلباء میں یہ ہے کہ [illegible] کی طرف نظر کرے اور ان سے ساتھ [illegible] سے نہیں بچتے حالانکہ یہ تقویٰ کے لیے بہت ضروری ہے۔ آفت کا مواجہ تو شدید ہے ہی اس سے دیانت بھی اہل علم کی بہت گھٹ جاتی ہے۔ علم دین پڑھنے والوں کو اس باب میں بہت احتیاط کرنا چاہیے۔

ایک کوتاہی یہ ہے کہ چندہ میں احتیاط نہیں کرتے۔ اہل وجاہت کے ہاں سے چندے وصول

کرتے ہیں۔

ایک دفعہ [illegible] کا ادب کیسے کرتے ہیں وہ استادی کی مثال سے کیسے [illegible] اور شہرت کی وجہ سے [illegible] تو مشہور بزرگ اور مقتدر نہیں ہیں [illegible] یونکہ استادی کا حق [illegible] حاصل ہے

[illegible] سے ایک [illegible] سے تصرف [illegible] شروع کر کے چھوڑ دی۔

اسی طرح [illegible] سے [illegible] چاہیے۔ [illegible] کہتے ہیں کہ [illegible]

بعض حالات میں [illegible] علم حاصل ہوگا۔ [illegible] کہ علم جس کا نام ہے اس کی مواقع کیسے ملتے ہیں۔ بڑی حیرت ہوتی ہے۔ جو استاد کہ پڑھاتے ہیں ان کی تو کچھ قدر بھی ہوتی ہے کوئی دیکھی [illegible] ان کو تو کچھ نہیں دیتے ہیں [illegible] استادوں کی تو [illegible] قدر نہیں، حالانکہ ان طلباء کے والدین کو دیکھی نہیں دیتے جس کا [illegible] سے تنخواہ ملتی ہے مگر طلباء اس کی ناقدری کرتے ہیں اور مدرسین اس کو چھوڑ نہیں سکتے یونکہ [illegible] جائے گا ہے اور طلباء کے بھاگ جانے سے چندہ کم ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ اہل مدارس کو چندہ مقصود ہے۔ اس لیے طلباء کو [illegible] یونکہ چندہ کی غایت پوچھی جائے تو طلباء کی [illegible] کا نام لیا جاتا ہے بجھ میں نہیں آتا کہ یہ دور کیسا ہے۔ چندہ سے مقصود طلباء ہیں اور طلباء سے مقصود چندہ ہے۔ اسی لیے وہ جس طرح چاہیں استادوں کو نچاتے ہیں۔ مگر یاد رکھو اس طرح علم حاصل نہیں ہوگا۔ یہ دولت ادب سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے کسی نے مولانا محمد قاسم صاحب کے تبحر علمی کا سبب پوچھا تھا تو میرے سامنے فرمایا کہ مولانا کے اس تبحر علوم کے بہت سے اسباب ہیں۔ منجملہ ان کے ایک سبب یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ اپنے استادوں کا ادب بہت کرتے تھے۔

[illegible]

علماء کا ادب

[illegible]

من [illegible] ولم يوقر كبيرنا وليس منا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

چکے ہیں۔ باقی بھی ہو گئے ہیں۔ میں بھی تمنے یہ ہیں حاضرین کا یہ ہے کہ سب مسلمانوں کو
وخصوصاً طلباء کو ریادت فی العلم و العمل کی تحصیل کا ہر سے ہیں وہ ہتمام کرنا چاہیے۔ جس کے واسطے
میں ایک آسان سے تقویٰ عمل تعالیٰ

ان مضمون سے چوعد بہت آسان ہو گئے اور راہ بہت صاف ہو گئی۔ اسلیے آج میں نے ان کو
یوں سے بیان کرنے کا اختیار کیا۔ تفصیل یا اور باقی طرق جب یاد آتے ہیں۔ امید ہے کہ ان کو مختصر بھی
کافی ہو گیا ہوگا۔

اب اللہ سے توفیق مانگتا ہوں تمام امور میں توفیق عطا فرمائیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

توضیحات

بعض مضامین تقریر سے وسط میں حاضرین مجلس کے ذہن سے نکل گئے۔ اور
یہ مضمون بعد ہی میں ذہن میں آیا اس سب کو مفید ہونے کے سبب لکھا جاتا ہے۔

اول (اور یہ بعد میں ذہن میں آیا) یہ علم موہوب جو تقویٰ سے مسبب ہے وہ ہے جس کی
نسبت حدیث میں ارشاد ہے۔

من اوتی رهدا فی الدنیا و قذ عطی فی قلبه منه فانه یفتی الحکمة

ثانی (اور یہ اس کا بعد تقریر کے وسط میں ذہن میں حاضر تھا) یہاں ایک سوال ہے وہ یہ
کہ اس تقریر کی بناء پر هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ سب سے جدی مفر بزیادت فی العلم
اور آیت وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ جدی سے زیادہ علیا ہے
تقویٰ کا جو کہ موہوب ہے تو حاصل مجموعہ ان کا یہ ہوا کہ بندہ اول نفس تقویٰ جب بکسب اختیار کرتا ہے
اس پر ہدیٰ مرتب ہوتا ہے پھر اس ہدیٰ پر ثابت رہنے سے خود اس میں بھی ترقی ہوتی ہے اور تقویٰ کا درجہ
علیا ہو جاتا ہے بھی اس سے عطا ہوتا ہے اور قرینہ اس کا راہ کو مسبب کا لفظ اٰتٰهُمْ ہے اور قرینہ اس کے علیا
ہونے پر صفت ہے تقویٰ کی ضمیر متعین کی طرف جو اس کے مکان پر دی ہے جیسے وسعی لها سعیها
ای سعی المساعب جہاں ای طرح یہاں مراد ہے ای التقوی المساعب لشانهم وهم لک معون

فالتقوی الصالح لیکا ملیں ہوا الکامل منہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

---------☆☆☆---------

عمر فاروق@ون اردو

العلم والخشیۃ

علم اور خشیت خداوندی

[illegible] خشیت خداوندی کے متعلق یہ [illegible] بڑا [illegible] وقت [illegible] مدرسہ [illegible] میں [illegible] کر فرمایا جو میں [illegible] میں [illegible] سے قریب حاضر تھی۔ اسے حضرت مولانا [illegible] صاحب [illegible] قلم بند فرمایا۔

علم دین سے تو [illegible] سے [illegible] کا رنگ [illegible] کرے اور [illegible] سے [illegible] میں خوف [illegible] پیدا [illegible] ہے۔ یہ علم [illegible] ہے [illegible] عقل [illegible] ہو یا بالقلب۔ اور کوئی طریق [illegible] مقصود [illegible] حاصل نہیں ہوتا [illegible] عقل سے علم بھی حاصل [illegible]

خطبۂ ماثورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ
ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ
فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللہ
وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ
ورسولہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک
وسلم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ
الرحمن الرحیم انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا ان اللہ
عزیز غفور

ترجمہ ہم اللہ سے مدد مانگتے ہیں اس کے بعد ہم اس سے علاوہ اور کسی پر بھروسہ نہیں کرتے ہیں بلاشک اللہ تعالیٰ ہر دوست بہت بخشنے والا ہیں۔

ضرورت بیان

یہ بات آپ جانتے ہیں علم وحکمت کا اصلی تعلق آخرت سے ہے لیکن علم کا ظاہر تعلق ہے کہ علم کا [illegible] ہوتی ہے اس لئے [illegible] حدیث سے بھی ثابت ہے اس تعلق سے مسائل میں بھی [illegible] کا مقتضا یہ تھا کہ پھر اس کو بیان ہی نہ کیا جاتا اور شاید اس وقت سے [illegible] ظاہر معلوم ہے [illegible] مگر میں اس کی ضرورت بھی [illegible]

[illegible] یہ تعلق معلوم ہے تب بھی بیان کو [illegible] ممکن ہے کہ بیان سے تائید [illegible] تائید بھی [illegible] کی میں کام ہے کہ اس تعلق کو جیسا علم ہونا چاہیے [illegible] بھی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ علم کا مطلوب پر اس حق کا پورے طور سے علم ہی نہیں۔ اور کوئی کہتا ہے تو بے دلی مگر چونکہ اس وقت معاملہ کی گفتگو ہے اسلیے صاف صاف کہا جاتا ہے کہ عوام تو عوام ہم جیسے لکھے پڑھے بھی جو اہل علم کہلاتے ہیں ان کو بھی اس تعلق کا پورا علم نہیں اور علم ہے بھی تو اس کے مقتضا پر عمل نہیں۔ جب عمل ہی نہیں تو علم بھی ناقص ہوا۔

کیونکہ علم عمل ہی کے لیے مقصود ہے خواہ عمل بالجوارح ہو یا بالقلب اور کوئی طریق علم اس وقت مقصود سے کامل نہیں ہوتا۔ پس علم بدون عمل کے علم ہی کامل نہیں ہوتا پس علم ایک حیثیت سے یعنی جنس کی حیثیت سے کامل بھی مان لیا جائے تو اس دوسری حیثیت سے ناقص ہے کہ اس پر عمل جو کہ مقصود نہیں ہے۔

یہاں سے ایک شبہ بھی رفع ہو گیا جو اس حدیث سے بعض اوقات واقع ہوا ہوگا اور کہ میں نے سنا ہے علم عمل کے لیے مقصود ہے پس یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات اس حدیث سے یہ شبہ رفع ہوتا ہے۔

حاصل جواب کا یہ ہے کہ علوم ایسے ہیں جو آلہ تک بعض علوم آلہ ہی طلب مقصود ہیں اور کوئی علم ایسا کامل علم مقصود ہوتا ہے اس علم میں مطلوب نہیں۔ بلکہ علم سے عمل ہی مطلوب ہے اور میرے نزدیک میں عمل سے بھی ما سوا ہیں جو بعض عمل تقرب ہوتا ہے اس علم پر کوئی شبہ نہیں ہوتا علم نام ہے حقیقت حال کا ۔ ۔ ۔

کے بیان میں تحصیل غیر حاصل ہے مگر ترکیب توصیفی کے ساتھ نہیں بلکہ ترکیب اضافت کے ساتھ۔ بہر حال اس بیان کی ضرورت ثابت ہوگئی۔

طریق اصلاح

رہا یہ کہ جو لوگ واقع میں خواص میں سے ہیں کی نسبت ہے تو یہ بیان تحصیل حاصل ہی ہے اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ وہ میرے مخاطب نہیں ہیں بلکہ میں خود ان کا محتاج ہوں کہ وہ مجھے طریقہ اصلاح ارشاد کریں۔ باقی جن کے لیے یہ بیان ہو رہا ہے جو میرے مخاطب ہیں ان کے لیے تو یہ تحصیل غیر حاصل ہے جن میں میں خود بھی داخل ہوں۔ میں نے کہا بھی اس بیان کا مخاطب ناموں جیسے قرآن میں ایسے موسیٰ کے قول کی حکایت کی گئی ہے۔

وَمَالِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

یعنی اور میرے پاس کون سا عذر ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے اور تم سب کو اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

جس میں اس نے امر توحید کا اپنے کو بھی مخاطب کیا ہے اور یہ بھی نفع دیا کہ اپنے کو مخاطب کرنا کیسا کیونکہ اس کی نظیر قرآن میں موجود ہے

دوسرے اس کی بابت میں ایک حقیقت بیان کرتا ہوں جب مجھے کسی عمل میں کم لگتی ہوتی ہے تو میں اس کے متعلق مجمع عام میں ایک وعظ بیان کرتا ہوں جس سے خود میری ہمت بھی قوی ہو جاتی ہے اس میں راز یہ ہے کہ جس عمل کے متعلق عام بیان ہوتا ہے تو قاعدہ ہے کہ بیان میں اس کا پلہ ترجیح رکھتا ہے۔ مخاطبین پر اچھی طرح اس کی اہمیت ظاہر ہو جاتی ہے تو متکلم سے بھی اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جس بات کا حکم اور اس کو تاکید کے ساتھ حکم دے رہے ہیں۔ سب سے پہلے خود بھی اس عمل کا چاہیے اس کی اہمیت جتنی ہے اپنے نفس میں ہو گئی اور یہ [illegible] کی ہوتا ہے [illegible] ان سے [illegible] وہ ان سے [illegible] ان طور پر [illegible] ہدایت کا سبب ہو گیا جو میں ان حاضرین سے توقع رکھتا تھا متکلم کے ساتھ بھی رحمت کا معاملہ فرما دیتے ہیں کہ اس نے ہمارے ہدایت کی طرف متوجہ کیا ہے تو اس کو بھی محروم نہ رکھا جائے یہ سب اسباب خود واعظ کو نفع حاصل ہو جانے کے ہو

تعلیم دیتے ہیں گو اس کا عنوان دوسرا ہو مگر مضمون یہی ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک زمانہ میں کفار کے ساتھ اتحاد کر کے جب مسلمانوں نے کفریات و معاصی کا ارتکاب کیا اور بعض لوگوں نے اس پر تنبیہ کی تو یہ جواب دیا گیا کہ یہ وقت مسائل حلال و حرام بیان کرنے کا نہیں ہے یہ وقت کام کرنے کا ہے۔ نہ معلوم۔۔ مسلمانوں کا کون سا کام ہے جس میں ان کو حلال و حرام معلوم کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس جواب میں گویا ان لوگوں نے قریب الصحت مسلمانوں کو عدم خشیت کی تعلیم دی ہے تو جو چیز فضیلت علم کا منشا ہے یہ ہی کی جڑ کاٹتے ہیں بس وہ مٹتا ہوگی

یکے بر سر شاخ و بن مے برید ☆ خداوند بستاں نگاہ کرد و دید

(یعنی ایک شخص شاخ کے تنہ پر بیٹھا ہوا اس کی جڑ کاٹ رہا تھا۔ مالک باغ نے نگاہ کی اور دیکھا۔

خشیت کے ساتھ تو یہ معاملہ اور پھر بھی یہ خوش ہیں کہ مدار علم میں جس کی بات اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

(یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرا کرتے ہیں)

فرمایا ہے۔ بلکہ بعض نے اس کے ساتھ ایک مقدمہ اور ملا یا ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ (یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے) جس کا حاصل یہ ہوا کہ علماء صاحب خشیت ہیں اور صاحب خشیت کے لیے جنت و رضاء حق حاصل ہوتی ہے تو علم سے جنت و رضاء حاصل ہوتی ہے اب اس کی فضیلت کا کیا پوچھنا؟

صاحبو! یہ حساب تو واقعی درست ہے مگر پہلے اس حد اوسط کا تحقق تو ہونا چاہئے جس سے مل کر یہ قیاس بنتا ہے اور گر یہ حد اوسط محض باتوں ہی باتوں میں ہے تو نتیجہ بھی باتوں میں ہی ہوگا واقع میں کچھ نہ ہوگا۔ اور اس صورت میں یہ ایسا اوسط ہوگا جیسا ایک بیہے نے اوسط نکالا تھا کہ وہ ایک بیل گاڑی میں سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا۔ راستہ میں ندی آئی جس میں پانی بہت تھا۔ گاڑی بان سے اس نے گاڑی روکنے سے توقف کیا تو بیہے نے بیچ میں بانس سے پانی ناپا اور چونکہ ندی کے سامنے پہنچ کر یہ دیکھ لیا تھا کہ بیچ میں پانی کتنا ہے آگے دیکھا اور دیکھا ہے آگے وہاں سے آپ نے سب کا غذ پر لکھ کر اوسط نکالا تو اوسط کمر تک نکلا آپ نے گاڑی بان کو حکم دیا کہ بس گاڑی ڈال دو ہم نے اوسط نکال لیا ہے گاڑی ڈوب نہیں سکتی۔ جب بیچ

میں بھیجی درگاڑی مع بیوں کے وہ بے گئی تو پیچھے سے حساب کا کاغذ پھر دیکھا تو حساب صحیح تھا اب وہ کہتا ہے کہ لیکھا جوں کا توں کہہ دیا کیوں۔

اس بے وقوف سے کوئی پوچھے کہ تو نے جو چیز کی گہرائی کو تین اطراف میں تقسیم کر دیا تو کیا اس سے واقع میں بھی وہ تقسیم ہوئی گزیں۔ یہ تقسیم محض کاغذی تھی اور واقع میں جہاں تھی گہرائی تھی وہ اپنے حال پر تھی۔ تمہارے اوسط نکالنے سے کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہاں سمجھیے کہ آپ نے جو اس حد اوسط سے نتیجہ نکالا ہے کہ علم سے حشیت حاصل ہوتی ہے اور حشیت سے جنت تو ہم حتی ہوئے۔ تو یہ اوسط محض باتوں ہی میں ہے تو نتیجہ بھی باتوں میں ہوگا واقع میں نہ ہوگا۔

جیسے آپ ہی نے کہیں ان کنت امرأۃ کک حاملاً واذا کنت حاملاً ہمدیں۔ تو کیا اس قیاس سے واقع میں بچہ پیدا ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ یونہی حد اوسط کا تحقق واقع میں نہیں ہوا۔

پس اس قیاس سے نتیجہ کا نکالنا ایسا ہی ہے جیسے ایک بیہ قاتب (جس کو عرف میں میب منیم بھی کہتے ہیں) کاں پر بیٹھا حساب کر رہا تھا کہ سو میں سے ساٹھ گئے ہاتھ لگے چالیس رہے ان میں سے سات سو گئے ہاتھ لگے تیس سو۔ ایک فقیر بھی کھڑا ہوا یہ سن رہا تھا جب وہ حساب کر چکا تو فقیر نے سوال کیا اس نے کہا سائیں! میرے پاس کہاں۔ جب لالہ جی آئیں گے ان سے مانگنا۔ فقیر نے کہا تم ملا کہتے ہو میں تو گھنٹہ بھر سے تمہیں بار بار یہ کہتے ہوئے سن رہا ہوں کہ ہاتھ لگے، لگے اور ہاتھ لگے اتنے۔ میں ن سب کو جوڑتا رہا تو تمہارے ہاتھ ہزاروں لگے ہیں پھر یہ کیسے کہتے ہو کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ میب نے کہا، سائیں! یہ کاغذی ہاتھ تھا میرے ہاتھ تو ایک پیسہ بھی نہیں لگا۔

اسی طرح یہاں سمجھئے کہ جب تک حاصل کا تحقق واقع میں نہ ہوگا اس وقت تک بچہ کا تحقق محض تصور کے درجہ میں ہوگا۔ یوں ہی جب تک حشیت کا تحقق نہ ہوگا ان مقدمات سے لعشیت علم محض باتوں ہی باتوں میں ہوگی۔

صاحبو! یہ حد اوسط پہلے متحقق ہونا چاہیے یعنی واقع میں بھی تو حشیت ہو تب آپ کو واقع میں جنت مل سکتی ہے۔ ورنہ محض باتوں سے کیا ہوتا ہے کہیں باتوں سے بھی حشیت پیدا ہوئی ہے۔

وَحَلَاوَةُ دَعْوَى الْمُحِبِّ فِي الْهَوَى وَلٰكِنْ لَا يَحْلُو كَلَامُ الْمُنَافِقِ

عشق میں محبت کا دعویٰ جائز ہے لیکن منافق کا کلام پوشیدہ نہیں رہتا۔

فرق آمد و آورد

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کلام کا اثر

صاحبو! میں نے بتایا تھا کہ [illegible] کی تاثیر بھی کالے توے میں ظلمت کی طرح ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ توے کو ظلمت پسند ہوتی ہے اور دین کی باتیں سننے توے میں دور ہوتا ہے یہ ظلمت دراصل قلب سے آتی ہوتا ہے تو قلب کی ظلمت کا اثر اس میں ضرور ہوتا ہوگا۔

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَإِنَّمَا جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيلًا

(یعنی دل تک کلام میں ہوتا ہے زبان پر تو صرف دلیل ظاہر کیا)

درکلام تو کلام پاس تک میں قلب کا اثر [illegible] ہوتا ہے پتا چلا کہ [illegible] کے [illegible] میں بھی [illegible] ہوتا ہے [illegible] مشاہدہ سے بھی [illegible] کی جگہ میں بھی [illegible] ہوتا ہے

[illegible] سے [illegible] علیہ [illegible] [illegible] کی [illegible] [illegible] جگہ بیٹھ کے پھر [illegible] [illegible] بیٹھتے ہی قلب تو [illegible] ہو گیا۔ [illegible] سے یہاں [illegible] [illegible] ہے۔ معلوم ہوا کہ [illegible] [illegible] آرتھوڈی پر بیٹھے ہے اور چلے بھی کرے گا پھر اس کی صحت سے امید ہے کہ [illegible] [illegible] ہوگا۔

اسی طرح میں کہتا ہوں کہ [illegible] کی باتوں میں ظلمت کی آمیزش ہوتی ہے کہ اس میں معاصی [illegible] ہوتے ہیں اور اس کا مشاہدہ بھی ہے کہ قلب کو ہوتا ہے چنانچہ ایک شخص مولانا [illegible] صاحب کی کلاس میں آیا تو دیکھا کہ اس نے [illegible] کلاس میں ظلمت چھا گئی ہے۔ تلاش کرنے پر اس کے پاس کیا ہے۔ دیکھا تو شیخ ولی بیتابی کی کوئی [illegible] اس کی جیب میں تھی۔

صاحبو! مظلوم کا [illegible] کے کلام میں اور مصنف سے قلب کا اثر تصنیف میں ضرور ہوتا ہے۔ اسی لیے بے دینوں کی باتوں کا طالب علم پر [illegible] رہنا چاہیے کیونکہ مطالعہ کتب مثل صحبت مصنف کے ہے جو اثر بے دین کی صحبت کا ہوتا ہے وہی اس کی کتاب کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ مگر آج کل مسلمانوں میں بھی وہ پرانے [illegible] شخص جو کتاب چاہتا ہے لکھتا ہے۔

مطالعہ میں احتیاط

صاحبو! اللہ کے واسطے اپنے دین کے واسطے بے دینوں کی خصوصاً جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی کتابیں ہرگز مت دیکھو۔ علماء بھی ان کی کتابیں نہ دیکھا کریں جواب دینے اور رد کرنے کے لیے بھی نہ دیکھیں۔

لِأَنَّ يَامُرُهُ وَجِلْتِ الْكَامِلِيْنَ بِضَرُوْرَةٍ

کیوں ہے۔

کبھی نہ ہو)

قبر پرستی

عمر فاروق@ون اردو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد

(اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے نبیاؤں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔)

اس میں بھی وہی تعلیم ہے کہ اپنے نبی کی قبر سے ایسا معاملہ نہ کرنا جیسا یہود و نصاریٰ نے کیا تھا اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کی ہے۔

اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد

(اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جائے)

اس مختصر سی بحث سے حضور ﷺ کی یہ تعلیم بھی کس قدر حضور ﷺ سے صادق محبت کا پتہ چلتا ہے۔ اس ایک تعلیم کا ذکر جو ہم نے اپنی طرف سے ان کی محبت کی آزمائش کی اس سے اس بات پر بھی تعلیم مقصود تھی۔

اسلام اس محبت کا پابند ہے جو اس کے احکام اور قوانین کے مطابق ہو۔ اس کے خلاف جو حضور ﷺ کے تمام احکام و قوانین اس قصد سے صریح معارض ہیں پھر یہ کہنا کیوں کر صحیح ہے کہ آپ کا یہ قصد تھا۔ یا اس عمل میں آپ کچھ نہیں سوچتے۔ چنانچہ اس سے بتایا کہ حضور ﷺ نے اس عمل میں یہ بھی مصلحت بھی تھی۔ اور اس کا مصلحت بھی تھی۔ اس بات سے اس کو پتہ بھی تعلق نہیں یہ مشکوک رہوں میں سے تھی۔ میں یہ بھی ساتھ ہے کہ قبر کا نشان سے ظاہر اور باطن سب میں ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی امید ہے کہ اہل اللہ سے تعلقات میں شمار ہوتا ہے اور صحبت میں کس سے بالا ہوتا ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(یعنی اللہ والوں کی صحبت میں کی سو سال کی بے ریا عبادت و طاعت سے بہتر ہے) اور صحبت کا اثر تھا اور دیدار کے متعلق فرماتے ہیں۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال ۔۔۔ مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(آپ جیسے بابرکت ہیں کہ آپ کی ملاقات ہی ہر سوال کا جواب ہے بلاشبہ آپ سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے)

ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ بزرگوں کی صورت دیکھتے ہی اشکالات رفع ہو گئے بعض دفعہ بزرگوں کے پاس اس قصد سے گئے کہ ان سے اس اشکال کا سبب پوچھیں گے مگر چہرے پر نظر پڑتے ہی

اشکال خود بخود حل ہو گیا۔ بلکہ میں ترقی کر کے بتاؤں گا کہ بزرگوں کے تصور سے بھی نفع ہوتا ہے چنانچہ یہی اصل ہے مسئلہ تصورِ شیخ کی جو صوفیاء کے مخالف رہتے تھے مگر ان کے بعد میں ان کے مدرسہ کو لیا۔ اسی لیے مولانا شہید نے اس سے منع نہیں کیا۔ مگر وہ مطلق تصور منع کرتے ہیں جو عوام میں اس وقت رائج تھا۔ اور آپ نہیں ان کے کلام میں اطلاق ہوتا وہ اطلاق ایسا ہوگا جیسے آج کل ہم کہا دیتے ہیں کہ رسم حرام ہے حالانکہ اس کا لفظ فَرْضٌ مُقَدَّرٌ (سوا ہمیشہ کا دریچہ) رہن رکھنے کی چیز ہیں۔ جو صاحب حق نے قصد میں ہیں ان کی میں مسلمانوں نے گمراہ ہے کہ رسم مقصود عوام کے جس میں مطلق کا اطلاق ہوتا ہے۔ بعینہٖ یہی مولانا شہید کے کلام میں مطلق تصور سے وہ خاص تصور مراد ہے جو اس وقت رائج تھا۔ اس وقت وہ تصور میں حد سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔

چنانچہ یہ فقیر سے کہنے پر تصور شیخ کے جواز میں سے ہوئے پہلے پوچھا کہ تم تصور شیخ کا مطلب کیا سمجھے ہو؟ میں نے کہا میں نے کہا۔ اس سے یہ تو صریح ثبوت ہے کہ مولانا شہید نے تصور شیخ کا انکار نہیں کیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اس آیت سے تمسک کیا ہے

ما هذه التماثيل التي انتم لها عاكفون

اور یہ بات ہم نہیں کہتے ہیں جس کی تصدیق کرتے ہوئے ہیں کہ یہ آیت شیخ کے متعلق ہے باقی مطلق تصور کو [illegible] شاہ صاحب نے علوم میں تصور شیخ کا مسئلہ لکھا ہے اور اس کا ماخذ وہی آیت بتایا ہے جو اوپر لکھی گئی ہے۔ مطلق تصور کے [illegible] اللہ صاحب نے کوئی [illegible] غلطی ہوئی ہے کہ ان حضرات کا بعض سے نقل کیا ہے یا مطلق تصور کو [illegible] ہاں غلو کو حرام کہتے تھے۔

پس اس مسئلہ کو آج کل [illegible] اس میں غور کیا۔ جیسا کہ میں نے بھی [illegible]

[illegible] ہے اس میں عبادت کا اندیشہ ہیں اور تصویر رکھنے میں عبادت کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ یہ میں ت [illegible] تصویر رکھنے سے پہلی ہے۔

عرض جب یہ بات تحقیق ہوئی کہ تصویر بعینہٖ کا [illegible] اور پاس تک میں [illegible] تو [illegible] کی کمائی [illegible] سے [illegible] کے قلب میں عظمت حق پیدا ہوتی ہے وہ [illegible] نقوش کا عادی [illegible] اور [illegible] مصائب [illegible] گزران کے [illegible] کی یہ حالت ہو گی۔

وَقُوْلُهٗ يَدْعُوْنَ وَصَالَ لَيْلٰى وَلَيْلٰى لَا تُقِرُّ لَهُمْ بِذٰلِكَ

(اگر [illegible] حقیقی ہے اس کا [illegible] تو [illegible] کا [illegible] کرتا)

[illegible] تصویر [illegible] معاملات سے [illegible] ہوتے [illegible] کے [illegible] بات [illegible] سے [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [

ایک شخص کو مقامات کا ذوق حاصل تھا اس نے حالات و کیفیات کی [illegible] سے [illegible] شیخ بن کر بیٹھ گئے۔ [illegible] کی ہوتے ہیں اور لوگ ان کے [illegible] ہوتے ہیں۔ مگر [illegible] کچھ دنوں کے بعد وہ مقامات و احوال سے عاری ہیں۔ [illegible] موجود ہے تو صاحبی سے، [illegible] ہوں گے۔ [illegible] موجود ہے تو [illegible] سے [illegible] مرجھیں کیوں نہ گئی ہیں۔

[illegible] یہ ہے کہ [illegible] کا [illegible] تھا اس سے پہلے نہیں [illegible] کہ [illegible] کی حیثیت و [illegible] کا حامل [illegible] کو [illegible] چاہئے [illegible] کہ [illegible] حقیقت [illegible] کہ [illegible]

قوت نفس مفقود

[illegible] ہم چاہیں گے [illegible] کہ [illegible] کی [illegible] اس شخص کا چاہنا ہے کہ [illegible] کا حیثیت و توسع حاصل کرلوں گا تو حاصل ایسا [illegible] ہے [illegible] حالت میں [illegible] ہے [illegible] چاہوں کا [illegible] ہے [illegible] کہا ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible]

(۱) بیت عنکبوت کے سامنے خلائق سے مدرسہ میں ہاں سے [illegible] کی ماں باپ (شیخ) کھی جس جائے گا کہ شیخ جب سے پہلے کی ہوتیاں سیدھی ہو [illegible] باپ سے پہلے ملنے سے کوشش کرو [illegible] کو ہندوستان میں شخصیت قائم ہو جائے گی۔

کیونکہ آپ کی حالت یہ ہے کہ [illegible] سے لگے ہوئے ہیں [illegible] بناتے ہیں [illegible] ہیں [illegible] دے کہ ہیں مجھ سے ملتی ہوں [illegible] ہیں [illegible]

اگر آپ یہ تاویل کریں [illegible] اس سے تو اس کو ملنا گوارا ہی [illegible] لگتا ہی ہے کیونکہ اس سے ملنے [illegible] بلکہ اس سے ملنے [illegible]

بہت اچھا نہیں [illegible] سے پہلے ہی (یہ جملہ بہت سمجھ [illegible] ہیں ۱۲)

دیکھیں اس سے آپ [illegible] ہوگی اس وقت تک چاہے کوئی ملنے سے [illegible] ضرور ایک دن کھل کر رہے گی۔

[illegible] کا [illegible] ہیں [illegible] عارف فرماتے ہیں۔

[illegible]

رہو اور شریعت کا اتباع کرو)

[illegible]

[illegible]

خشیت کی علامت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(تیسرے باب میں عشق ...)

...علم عشق یعنی حقیقی ... کا حدوث ... حقیقت ... کام ... کی ... روایت میں ... حقیقی ... اب صرف عشق قلبی یعنی ...

...ہے کہ یہ ... ہے)تو عشق کے ... ہے اس میں ...

...ہے تو واقعی یہ ... سب کلام تھا عشق مخلوق میں۔

علم مطلوب

لیکن ... جس کو حاصل کیا جائے ... سکتا۔ اور ... میں موجود ہے اس کے ...

(جو باقی رہا وہ ...)

باقی میں یہ ... بحیثیت ... قاعدے سے ... متبوع کے حکم میں ... جاتی ہے بشرطیکہ وہ خادم ہو باغی نہیں۔

...

فخر و فضیلت

صاحب ہم تو بیمار ہوتے اس وقت بڑے حضرات تشریف لاتے تھے یعنی انبیاء علیہم السلام۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔

تَنَاكَحُوْا تَسْنُوْا فَاِنِّیْ اُبَاهِیْ بِكُمُ الْاُمَمَ

(یعنی نکاح کرو پھلو پھولو۔ اسلیے میں تمہاری (کثرت کی) وجہ سے دوسری امتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا)

حضور ﷺ تو آپ پر فخر فرمائیں گے ہماری امت میں ایسے ایسے لوگ ہیں تو کیا تعلق ہوا۔ اب تمہیں بتلاؤ کہ تم خود بیمار ہو یہ چھ سے بیمار ہو یا تم پر بیمار ہیں یہ چھ سے۔ یقیناً دوسری ہی صورت ارفع ہے تو اب تو یہ شبہ جاتا رہا کہ علم کی چیز ہی نہ رہی ہو کیسے سے اشکال ہوا کیا کہ مولانا رومی نے فرمایا ہے

او حدہ الدحت کہ ے علی اختار ی ھ ای

(اس سے قوی تر دلیل حضرت علی سے چھ مسائل پر جو ہر ایک دوں کے اختیار ہیں) ہاں بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ حضرت علیؓ کو مختار ہی کیوں کہا گیا جواب یہ ہے کہ اس کا مطلب وہی ہے جو اس حدیث کا مطلب ہے اُبَاهِیْ بِكُمُ الْاُمَمَ (میں تمہاری وجہ سے تمام امتوں پر فخر کروں گا) یعنی حضرت علیہم السلام حضرت علیؓ پر فخر کریں گے۔ اور اس سے حضرت علی کی تفضیل علیہ السلام نہیں آتی۔ کیونکہ اختیار کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو چھوٹوں کو بڑوں پر ہوتا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ کامل کی طرف انتساب سے ناقصوں کو فضیلت حاصل ہوتی ہے اور ایک اختیار بڑوں کو چھوٹوں پر ہوتا ہے کہ ہمارے سلسلہ میں اور ہمارے فیض یافتہ ایسے ایسے ہیں۔ پس حضرت علیؓ اختیار ہر دو کی بھی ان میں اور اختیار ہر ہی بھی تالی ہیں۔

غرض حصول خشیت کے بعد اساتذہ ہم پر فخر کریں گے۔ ہم کو اس وقت بھی ناز کا حق نہ ہوگا تو جب حصول خشیت کے بعد بھی ہم کو ناز کا حق نہ ہوگا تو حصول سے پہلے تو کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ ایسا علم جو خشیت سے خالی ہو علم ہی نہیں۔ اس میں ناز کا احتمال ہی نہیں نہ تم کو نہ تم پر۔

صاحبو علم کو میراث انبیاء کہا جاتا ہے تو اب دیکھو کہ انبیاء کی میراث کون سا علم ہے۔

میراث پدر خواہی علم پدر آموز

(باپ کی میراث چلتے ہوتا باپ کا علم سیکھو) کیا انبیاء کا علم بھی ایسا ہی تھا [illegible] میں محض مسائل و اصطلاحات کا حفظ اور خشیت کا نام نہ ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا تو یہ حال تھا کہ جتنا علم بڑھتا تھا اسی قدر خشیت بڑھتی تھی۔ حدیث میں ہے

اعلمکم باللہ واشدکم لہ

(میں تم سب سے زیادہ اللہ کو جانتا ہوں اور تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں) اس معلوم ہوا کہ علم جو مقصود ہے وہ خشیت کے لیے مقصود ہے۔

خشیت مطلوبہ

مگر اب ہماری یہ حالت ہے کہ علم حاصل کرنے میں جو چیز ہے اس میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اسی کو مقصود سمجھتے ہیں۔ تحصیل خشیت کو نہ ہم میں سے کوئی علم مقصود بناتا ہے نہ طالب علم کو مقصود بناتا ہے فقہ سے اس کو کوئی تعلق نہیں رہتا ہے کہ وضو سے جسم تک بار بار پانی بہاتا ہے اس وقت تک دوسرا وضو مکروہ ہے۔ ظاہر میں تو یہ شبہ ہوتا ہے۔ فقہاء نے یہ عبارت لکھی ہے مگر لوگ سمجھتے ہیں واقعی خوب سمجھے کہ جب اس سے یہ مقصود ہے پہلے وضو سے پھر وضو مقصود ہوا یا اس سے یہ مقصود ہے کہ [illegible] مقصود ہے پہلے وضو سے کچھ بھی حدث تجاوز ہے۔

ایک صاحب کہتے ہیں کہ صاحب ہم تو تحصیل خشیت کی فرصت میں۔ یہ جواب ایسا ہے جیسے ایک شخص نے حج کو جانا ہو اور کہے کہ بھائی میں ۱۹۵۰ء میں حج کو جاؤں گا۔ کسی نے اس سے کہا کہ بھائی تم نے حج کو جانا ہے تو کچھ پڑھ لکھ لو۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو پڑھا لکھا ہوں میں تو پڑھا لکھا ہوں۔ کہنے کا حاصل یہ ہے کہ جب حج کو جانا ہے تو حج کے مسائل سیکھنے چاہئیں۔ اسی طرح خشیت کا حاصل کرنا ہے تو خشیت کے حاصل کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ اس نے کہا کہ بھائی تو فارغ ہو کر حج کو جاؤں گا تو فارغ ہو کر خشیت کی فکر کرنا۔

تو یہاں یہ آپ کا جواب ہے کہ ہم کو تحصیل خشیت کی فرصت نہیں تو وہ مقصود کے لیے فرصت نکالنے سے یہ حاصل ہو۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ آیتیں پڑھنے سے خشیت بھی ہو جاتی ہے۔ مستقل طور پر اس کے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں

میں کہتا ہوں کہ محض آیتیں پڑھنے سے جو خشیت حاصل ہوتی ہے اس کی کیا حالت ہے

حصہ رکھ لیتے یہ علاقہ اس زمانے سے جیسے ہمارے استاد علیہ رحمۃ پر بعض لوگوں نے کیا تھا۔ جب مدرسہ دیوبند کی بنیاد قائم ہوئی تو بعض لوگوں نے یہاں شروع کیا کہ کالج میں جائیں گے تعلیم یافتہ تو سرکاری عہدے حاصل کریں گے۔ یہ دیوبند کے پڑھے ہوئے کیا کھائیں گے یہ علاقہ اس پر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ مدرسہ دیوبند کے علماء کے واسطے معاش کا کچھ انتظام کر دیا جائے وہاں سے مدرسہ کے جو سب میں ارشاد ہوا کہ اس مدرسہ کا وہی تعلیم یافتہ کم، کم دس روپے ماہوار سے کم نہ رہے گا۔ آج مدتی اس کو صدر ہو رہے گی۔

مولانا بہت خوش ہوئے اور اپنے مجمع میں اس بشارت کو بیان فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اس مدرسہ کے طلباء کے لیے کم از کم دس روپے ماہوار کا وعدہ دیا ہے۔ کہ اب یہاں کا پڑھا ہوا بھوکا نہ رہے گا۔ اس پر مولانا یعقوب صاحب نے کہا کہ واہ مولانا تب ہی اچھی ہوگی۔

اسی طرح حضرت علیؒ کے ارشاد پر بھی شاید کسی کو شبہ ہو کہ آپ بھی سستے ہی اچھی ہو گئے کہ اس کے لیے علم سے زیادہ حالوں سے بال سے کھوپڑی پر رکھی ہیں تو حضرت جس شخص کو علم کی قدر معلوم ہے وہ تو اس تقسیم پر ضرور راضی ہوگا کیونکہ یہ بھی بات ہے جس کے سامنے حضرت اقبال بھی بولی چیز نہیں۔

ہمیں حقیر گدایان عشق رہنے دو ۔۔۔ شہان سب کرو اس سے فکر ہر
(گدایان عشق و فقیر یہ سمجھو یہ وہ گروہ شہاں سے بہت اتنا ہیں)

میں سچ کہتا ہوں کہ علم میں علماء حق سے صحبت بھی ہی ہے کہ جب کوئی علم حدیث حاصل کرتا ہے تو ایسی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ سلاطین کو اس کی خبر بھی نصیب نہیں ہوتی ہی یہ ہتے ہیں۔

علم میں ۔۔۔ رہنا کوئی مشکل ۔۔۔ یہاں علامت عام جہاں میں کہ وہ
(علم کے پہاں میں رہنا کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ لوگوں سے عام جہاں میں ہی علامت کی ہے بہرحال اہل علم کے پاس تماشا نہیں ہے کہ وہ دیکھنے کے جائیں اس لئے علماء کے پاس وہی لوگ جائیں جو طلب علم کے لئے جائیں۔

تبلیغ کی صورت

تو اب تبلیغ کی صورت یہ ہے کہ جن مسلمانوں کے پاس سے وہاں جمع کریں اور علماء سے کہیں کہ سفر خرچ اور اہل دعیال کے نفقہ کا اس رقم سے انتظام کیجئے اور تبلیغ کے لیے جایئے مگر اجمل تو

[illegible]

اوری نے کہا ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

چندہ اور علماء

[illegible]

[illegible] کے خواہش مند کام کرو۔ یاد رکھو ایک جماعت سے دو کام نہیں ہو سکتے کام کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وقت فارغ کرو۔ [illegible] کا کام [illegible] کے اپنے ہی پاس رکھو علاوہ کوئی پیسہ بھی نہیں [illegible] آج کل بہت لوگ ایسے بھی ہیں جو واقعی میں مولوی نہیں تھے مگر مولوی بن گئے تھے لوگوں سے مسلمانوں سے چندوں میں بہت سی رقمیں لیں اس سے مولوی بن گئے۔

اسلیے [illegible] سے کہ وقت کے [illegible] کے اپنے ہی پاس رکھیں [illegible] سے [illegible] یا آپ کو [illegible] کے کہ آپ کے علاوہ [illegible] ہیں۔ ہر گز نہیں آپ [illegible] ہیں [illegible] آپ [illegible] آپ کے [illegible] یہ کام خود [illegible]

[illegible] صورت سے [illegible] ایک [illegible] کی [illegible] دے [illegible] اس [illegible] صورت [illegible] ایک [illegible] کی [illegible] دے [illegible] تو [illegible] [illegible] ہیں [illegible] آپ [illegible] یہ صورت [illegible] سے [illegible]

تبلیغ کا قاعدہ

[illegible] کا قاعدہ [illegible] یہ [illegible] سے [illegible] [illegible] سے [illegible] [illegible] [illegible]

ہے مشہور واعظ ہیں قدروں (دیہاتوں) سے ہیں بڑھ جاتے ہیں (مجبوب حقیقی) کی راہ میں جان کو
ہتھیلی پر رکھتے ہیں ۔ ۔ ۔ روشن قدم ۔ ۔ ۔ ان کو ہوتا ہے کہ کیوں ہو)

اب لوگ سمجھ گئے ہیں کہ عشق سے ہاتھ نہ اٹھانا چاہیے پھر عشاق بھی کیسے فن اور موٹر
کے مالک ہوں ۔ ۔ ۔ ان کو تو رات کو سب سے پہلے نکلنے کی فکر ہوتی ہے جان کی بازی لگانے کا طریقہ۔

مگر جو کام شروع کرو وہ عقل سے ساتھ ہونا چاہیے اس لیے سب واعظ و مبلغ بھی نہ
بنیں بلکہ واعظ کی تعلیم اور تبلیغ کے لیے ۔ ۔ ۔ ہیں ۔ ۔ ۔ سے واعظ بن جائیں۔ اور مدارس
بنا دیے گئے تو پھر ان واعظوں کے لیے ۔ ۔ ۔ ہے واعظ بنائے جائیں گے۔

اس کل واعظوں میں یہ کمی ہے کہ کسی کام کو شروع کرنے میں سب سے پہلے کام
کی کنہ جاننے میں۔ اس قدر سے ان کی ساعت ان کے پیچھے ہے اور اس سے پہلے کہ وہ کیا
پڑھے تھے تو اس پر بات کرتے ہیں۔

وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ
لیتفقھوا فی الدین

کہ سب مسلمانوں کو نہیں جانا چاہیے ۔ ۔ ۔ جانا چاہیے تھا ۔ ۔ ۔ ان
جماعت میں سے ایک چھوٹی سی جماعت دین کی سمجھ بوجھ کے لیے ۔ ۔ ۔ چاہیے تھی

جماعت ۔ ۔ ۔ جماعت ۔ ۔ ۔ کام ۔ ۔ ۔ جماعت ہونا چاہیے ۔ ۔ ۔
سب ایک ہی کام میں لگیں۔ اور ایک جماعت ۔ ۔ ۔ میں شامل ہو ۔ ۔ ۔ جماعت واعظ و تبلیغ
میں مشغول ہو اور ۔ ۔ ۔ کرنے والے ۔ ۔ ۔ ان کو ۔ ۔ ۔ ان سے ۔ ۔ ۔
شاید ان کی تعلیم کی صداقت کو ۔ ۔ ۔ گے ۔ ۔ ۔ اپنے عمل و دعا میں لگ رہتا
بلکہ تبلیغ کا سلسلہ جاری ۔ ۔ ۔ کہ ۔ ۔ ۔ کا ۔ ۔ ۔ ان کا ۔ ۔ ۔
کام کا عمل چھوڑ ۔ ۔ ۔ ہوا ۔ ۔ ۔ ای لیے اس عمل ۔ ۔ ۔ واعظ ہوتے ہیں واعظ
سے ۔ ۔ ۔ اصل مقصود کے علاوہ اس چیز کو مقصود بنایا جاتا ہے جس کی اس میں ایک
شعبہ ہے یعنی تعلیم درسیات اور دوسرا شعبہ تعلیم عوام کا چھوڑ دیا۔

صاحبو! ۔ ۔ ۔ کی تعلیم ۔ ۔ ۔ گے ۔ ۔ ۔ کریں گے ۔ ۔ ۔ کریں گے تو اسی

[illegible]

إِنْ تَحْذَرُوا رُؤُسَاجِهَا لَا تَفْصُوا وَاضْرُوا

[illegible]

یکسے ہے یا جمع ہے۔

[illegible]

سامنے سارا وعظ ادھر ہوا۔

ہو تو غنیمت سمجھو۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(مدرسے میں وقار سے ملنے والے بچوں سے بچوں کی صحت کا حال)

[illegible]

جا کر پڑھا)

[illegible]

ایک علمی اشکال

[illegible]

معید نہیں کیونکہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

معلول ضروری ہے اور نہ ہی علت سے اس کا معلول لازم ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی دوسری علت سے اس کا وجود ہو گیا ہو۔ معلول واحد کے لیے علل متعدد ہو سکتی ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جہاں حشیت ہے وہاں علم ضرور ہے۔ باقی یہ لازم نہیں کہ جہاں علم ہو وہاں حشیت بھی ضرور ہو تو آیت سے یہ ثابت نہ ہوا کہ علم حشیت کو مستلزم ہے بلکہ یہ ثابت ہوا کہ حشیت علم کو مستلزم ہے کیونکہ وجود مشروط وجود شرط کو مستلزم ہے جبکہ عام طور پر اس آیت سے علم کی فضیلت اس تقریر سے ثابت کی جاتی ہے کہ علم اس لیے ضروری ہے کہ اس سے حشیت پیدا ہوتی ہے جو کہ ضروری ہے اور اب اس سے برعکس یہ تقریر ہوئی کہ علم اس لیے ضروری ہے کہ بغیر اس کے حشیت پیدا نہیں ہوتی۔ تو مشہور تقریر صحیح نہ ہوئی

یہ اشکال ذہن میں عرصہ دراز سے تھا مگر جواب کبھی ذہن میں نہ آیا تھا۔ نہ معلوم اب تک ذہن میں یہ اشکال کیوں رہا۔ کیا جواب ان طرف التفات نہیں ہوا جواب شانی اب تک۔ بہرحال اب جواب ذہن میں آ گیا ہے۔

حاصل جواب کا یہ ہے کہ قرآن کا اسلوب عبارت کے موافق ہوا ہے۔ اس سبب معقول پر نہیں ہوا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن سے فلسفہ یا عقلیہ کی نفی ہوتی ہے۔ نہیں۔ کیونکہ قضایا عقلیہ سے قضایا نقلیہ کا تعارض جائز نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ آیات قرآنیہ میں محاورات کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اصطلاحات معقول کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ پس یہ ہو سکتا ہے کہ اسلوب معقول سے ایک کلام کی دلالت کسی خاص معنی پر ہو اور اسلوب محاورہ سے دوسرے معنی پر دلالت ہو اور مقصود بیان ہو کہ دال۔ پس بطریق اسلوب معقول تو وہ اشکال وارد ہوتا ہے مگر بطریق اسالیب محاورات پر یہ اشکال نہیں پڑتا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ کلام میں اس ترکیب سے حشیت کا مستلزم علم ہونا مستفاد ہوتا ہے کہ علم کا مستلزم حشیت ہونا۔ مگر محاورات میں اس ترکیب سے علم کا مستلزم حشیت ہونا بھی ظاہر کیا جاتا ہے اس کی نظیر دوسری آیت میں ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا

بدی کو تو اچھے برتاؤ سے دفع کر۔ پھر دفعۃً وہ شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت تھی گویا خاص دوست ہو جائے گا اور یہ بات انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو صابر ہیں۔

یعنی بڑی کامیابی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہاں بھی وہی ترکیب جو اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ تعالیٰ سے عالم ڈرتے ہیں) سے ہے۔ کیونکہ یہی نے بعد استثناء موجب حصر ہے۔ مگر اس آیت سے مفہوم نہ نکلتا ہے کہ صرف اس وصف میں حاصر حل سے اور یہ کہ صرف اسی سے یہ بات حاصل ہوتی ہے۔ مگر یہ قاعدہ اسلوب عقلی کے متعلق تو صحیح ہوتا ہے کہ حصر کے بدون یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ گو حصر اس صفت کے لیے شرط ہے اور وہ جو شرط ہو کو مستلزم نہیں تو یہ ہے کہ جس میں حصر ہو اس میں یہ وصف بھی ہو۔ تو حصر اس صفت کو مستلزم نہ ہوا بات یہ ہے کہ محاورات میں اس سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ حصر اس وصف میں حاصل ہے۔ چنانچہ محاورات میں بھی کہتے ہیں کہ میں وہ شخص ہوں جو کام کرے گا۔

اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس وصف میں حاصر حل ہے یعنی کوئی اور پورا نہ ہوتا تو اس وصف کا یوں ہی مفہوم ہوتا ہے کہ اس کام کے لیے وصف شرط ہے مثلاً کہیں کہ میں وہ طالب علم ہوں جو محنت کرے گا۔ تو اس سے مقصود کا ذہن کو تحقیق کے بعد یہ بات صاف ہے کہ اس آیت میں علماء کے مقابلے میں حشیت کو بھی علم سے زیادہ کامل ہونا چاہیے تو حاصل یہ ہوا کہ جہاں حشیت نہیں وہاں علم بھی نہیں

اب یہ اعتراض ہے کہ اگر حشیت کا ہونا علم کی زیادتی پر موقوف ہے تو ہم کو اس کے سمجھنے کی تکلیف نہ دیں۔ میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ یہ اعتراض پیش آتا ہے یہ علماء کی صفت تھی کہ وہ آیت میں علم کو شرط حشیت سمجھے ہے تو ہم میں وہ علم جو حشیت کو مستلزم نہیں۔ بعد علم ہم میں حشیت کے بھی ہو سکتے ہے تو ہم میں حشیت نہیں تو پھر بھی ہم میں علم کے فضائل ہم کو حاصل ہیں۔ بلکہ وہ تحقیق ہے کہ ان فضائل دنیا سے ہم میں کسی کو بھی حشیت نہ ہو۔ علم زیادہ مفہوم ہوتا ہے

بعض لوگ جو اصل میں اہل حدیث ہیں کے موافق اس آیت سے یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ علم حشیت ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ بعض علماء میں حشیت نہیں تو ان کو علم پر شبہ ہوتا ہے کہ قرآن کا حکم صحیح نہ ہوا۔

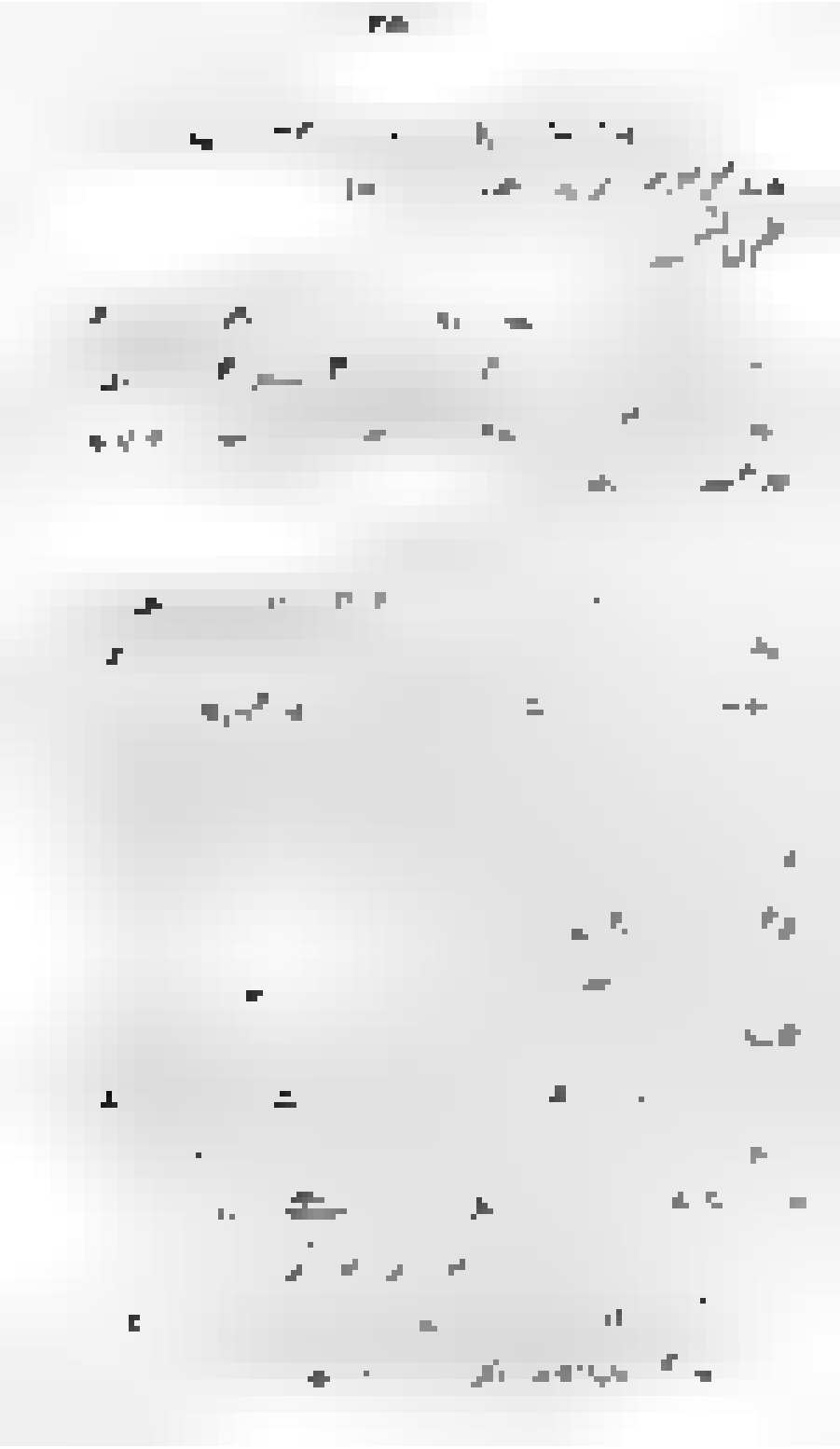

خشیت کی ضرورت

کی ضرورت ہوں گے ہوتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے ڈرنے کی بہت ضرورت ہے کیونکہ شیطان زبردست ہیں یہ تو ہیبت تھی اگلے ثمرہ حشیت مذکورہ سے وہ حضور ہیں۔ اپنے سے زبردستوں کو دیکھتے ہیں ان میں خدا یا کہ حشیت کی کیسے کمی ضرورت ہے اس سے معصیت کا حمل ہوتا ہے یا تو ہیبت سے (یا یوں کہو جائے کہ غیر میں پناہ مالک ضرر ہونا جانتا ہے اور خود میں مالک نفع ہونا اور ان دونوں سے حشیت کی ضرورت یوں ثابت کی ہے کہ حق تعالیٰ سے ڈرنا اسلئے ضروری ہے کہ ضرر اور نفع سب اس کے ہاتھ میں ہے کہیں وہ تم کو حضار میں مثلاً اور مسائل سے کو ضرر

اسلئے سے فقر [illegible] ۱۲ اب دعا ہے کہ حق تعالیٰ ہم کو فہم سلیم و عمل قویم فرماویں۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

عمر فاروق@اردو

قلب البیان

بیان کی تعلیم

طریقہ تقریر کے متعلق خطبہ [illegible]

[illegible] میں [illegible] موکر [illegible] میں [illegible] میں [illegible]

[illegible] سے مودی [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] ہم لوگوں میں جو علم موجود ہے اس کی [illegible] تعالیٰ کے مقبول بندوں میں داخل ہو سکتے ہیں پھر [illegible] اس کی [illegible] سے کیونکہ اگر ہمارے حضرات صحابہ [illegible] علم [illegible] جاتے تو ہم کو کچھ بھی چیز میسر نہ تھی۔ [illegible] تعلق کا شرف حاصل کرنا چاہیں تو اس کی کنجی [illegible] تقریر میں مہارت پیدا کریں۔ اور علم [illegible] تک پہنچائیں۔

رحمت عظیمہ

حسن بیان

عمر فاروق@ون اردو

اور ؎

دل فریبان نباتی ہمہ زیور بستہ ☆ دل ربا ماست کہ با حسن خداداد آمد

ہم نے حضرات اہل حق کو دیکھا ہے کہ ان کے سادہ الفاظ میں وہ خوبی اور دل چسپی ہوتی ہے کہ بڑے بڑے استعاروں میں نہیں ہوتی۔ یہ جتنی شستہ اور چست تقریریں کہلاتی ہیں ان کی خوبی نظر اول ہی تک ہے اور جس قدر زیادہ غور کرتے جایئے ان کا پوچ اور پھر ان محض مجموعہ الفاظ ہونا ظاہر ہوتا جاتا ہے کیونکہ وہاں سرمایہ علم نہیں ہوتا۔ برخلاف اہل علم کے ان کے سادہ الفاظ کی یہ حالت ہے کہ ؎

بریدک و جہہ حسنہ ۔۔۔ اذا عاردتہ نظراً

اثر بیان

مجھے ایک انسپیکٹر اسکول جماعت سے ۔۔۔ طالب حق تھے اور طلب حق کا خاصہ ہے کہ اس میں حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ وہ ایک صاحب ہیں بات کہ وہ اس دنیا میں جس کو آج کل اخباری دنیا کہا جاتا ہے بہت مشہور ہیں۔ بتلاتے تھے کہ مجھے ان کی معیت میں رہنے اور تقریریں سننے کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے ان کی تقریریں سن سن کر محسوس کر لیا تھا کہ ان سے کوئی حق نہیں۔ لیکن جب سے میں نے اہل حق کی تقریریں سنیں کہ جن کو نہ لیکچر کہا جاتا ہے نہ وعظ کہہ سکتے ہیں۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اصل علم کیا چیز ہے اور کہتے تھے کہ غور کر کے اہل حق کی اور حدیث طرز کے لوگوں کی تقریر میں جو فرق میں نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ حدیث طرز کی تقریریں پہلی نظر میں تو نہایت دلفریب اور موثر ہوتی ہیں اور حق الامر میں مجمل معلوم ہوتا ہے لیکن جب ان میں غور کیا جائے تو ان کی حقیقت کھلتی جاتی ہے اور لٹریچر اور کمزور اور خلاف واقع ہونا اور تلبیس ہونا معلوم ہوتا جاتا ہے اور اہل حق کی تقریر نظر اول میں بے رنگ اور پھیکی معلوم ہوتی ہے لیکن جتنا ان میں غور کیا جائے تو ان کی قوت اور مطابق واقع ہونا معلوم ہوتا جاتا ہے اور قلب پر نہایت گہرا اثر ان کا ہوتا ہے کہ ان کے سامنے تمام تلبیسات قلب سے اتر جاتی ہیں۔

طرز بیان

یہاں سے اس اعتراض کا جواب بھی نکل آیا جو عموماً علماء سے کیا جاتا ہے اور اس کے وہ بھی کیا جاتا ہے کہ ان کو لیکچر دینا نہیں آتا۔ وہ جواب یہ ہے کہ جب ہمارے پاس قرآن و حدیث ہے اور اس کی تعلیم کا سرمایہ موجود ہے تو ہم کو کسی ظاہری آب و تاب کی کیا ضرورت ہے خوب کہا ہے ؎

زعشق ناتمام ما جمالِ یار مستغنی ست باب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبا را

ہمیں لکچروں کا طرز سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، اور ہم تو صاف کہتے ہیں کہ جو شخص لکچر کے طرز کو اختیار کرتا ہے وہ اول ہمارے دل میں ناپسندیدگی کا بیج بوتا ہے ہم کو تو وہی طرز پسند ہے جس کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ نَحْنُ اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ ہم امیہ کے معنی سادگی کے ہیں تو حضور ﷺ کی اصل مرضی یہ ہے کہ آپ کی امت نہایت سادہ رہے۔ اسی لیے آپ نے لفظ امی فرما کر ساری امت کو شامل فرمالیا۔ یہی روح ہے اتباع نبوی کی۔ کہ ہر بات میں بالکل سادگی ہو۔ امیہ ام کی طرف منسوب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہماری زندگی ایسی ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے بعد بچہ کی زندگی ہوتی ہے کہ اس کی کوئی حرکت بھی تصنع اور بناوٹ کی نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر حرکت میں بے ساختگی ذوق ہے۔ اور بچوں کی یہی صفت ہے جس کی وجہ سے ہر شخص کو ان سے محبت ہوتی ہے۔ ورنہ طبعاً بچوں سے جو کہ بہت گندے ہوتے ہیں بہت نفرت ہونی چاہئے تھی اور یہی بھیا ختگی ہے ورنہ تکلفاً پڑھنا حرمیت کا مشہور مفہوم ہے یہ بھی اس کا ایک شعبہ ہے تو یہاں میں بھی بناوٹ اور تکلف بالکل نہ ہونا چاہئے ورنہ تلبیس اور تلمیع سے بالکل پاک ہونا چاہیے۔ بہتر بیاں میں سادگی کے ساتھ صفائی ہونی ضروری ہے لیکن اب یہ طرز بالکل چھوٹتا جاتا ہے۔

خصوصیات زبان

ہم اہل علم کو دیکھتے ہیں کہ ان میں ایک تو رواج زبان کا طرز آتا جاتا ہے۔ حالانکہ قطع نظر شریعت کے یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ہماری مادری زبان اردو ہے اور اس کی کچھ خصوصیات ہیں جیسا کہ ہر زبان کے لیے کچھ خصوصیات ہو کرتی ہیں۔ اب اس طرز جدید کو اختیار کر کے انگریزی کی خصوصیات تو زبان اردو میں لیتے ہیں اور وہ روز بروز بیباقی کے ساتھ آتی جاتی ہیں۔ حالانکہ انگریزی کی خصوصیات اس میں بالکل نہیں کھپتیں۔ اس کی بدولت زبان بالکل بھدی اور خراب ہوتی جاتی ہے۔ ایسے لوگوں میں اس وقت ایک بڑی جماعت اپنے کو اردو کا حامی کہتی ہے۔

حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ لوگ اردو کے ماتی ہیں کیونکہ ہر زبان میں ایک مادہ ہوتا ہے اور ایک ہیئت۔ اور زبان دونوں کے مجموعے کا نام ہوتا ہے نہ کہ صرف مادہ کا۔ تو جب زبان اردو کی

آمیزش وتشابہ

دہائی اور کیا کہتے تھے۔

اردو بھی بولتے ہیں۔

یوں معلوم ہوتا جیسے گل فشانی ہو رہی ہو۔

ہے اور پرانے طرز میں یہ بات بھی ہے اور ایک شرعی مسئلہ میں یہ بھی ہے کہ اس کو تشبیہ نائب فاسق قوم کے مشابہ ہوتا ہے اور یہ مشابہت حرام ہے حدیث شریف میں ہے

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

چونکہ تشبیہ عام ہے لباس اور طرز سب چیزوں کو، تو ممکن ہے کہ اس پر کوئی شخص مولویوں کو متعصب کہے لیکن ہم کو اس کی صفائی دینی نہیں کیونکہ ہم ایک موقع پر اس کے مسلم دلائل سے اس کا بری ہونا اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی سرور نامہ جو زمانہ حال کے رسم و رواج میں تبدیلی اس کو معیوب کیوں سمجھا جاتا ہے۔ اس نے بجز تشبہ کے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے (الخ) کا بات کر چکے ہیں۔

باقی حدیث تو پہنچانے والوں کے لیے بھی ہے اب میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ حدیث آپ پر بھی محمت ہے کیونکہ مسلمان تو آپ بھی ہیں۔ غرض اس وقت تقریر سے یہ تمام خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں جس سے سبب واعظ شرعیہ کے بھی ایسے اس قدر کالعدم سمجھا جائے گا۔ پس ثابت ہو گیا کہ جس طرح بیان کا واعظ موقوف ہے علی الاطلاق اسی طرح اس کا واعظ شرعی موقوف ہے تعلیم قرآن پر۔ اور یہی حاصل ہے ان آیات کا جس کی اس وقت تلاوت کی گئی اور چونکہ آج کل یہ نقص عام طور سے پیدا ہو گیا ہے اسلئے یہ بھی چاہتا ہے کہ طریقہ بیان کے متعلق بھی آیت تلاوت کی جائے کہ قرآن ہی سے اس کی خرابیوں کا ظاہر ہونا بھی ثابت ہو جائے۔ سو بفضلہ یہ آیت ہی کہ اس میں تعلیم بیان کی شرط شرعی بھی مذکور ہے کہ قرآن سکھلاو کیونکہ غایت اس کی عمل ہے اور بیان میں اگر حدود شرعی کا خیال نہ رہا تو قرآن پر عمل نہ ہوا۔ تو قرآن پر عمل نہ ہوا۔ کیونکہ عمل بالقرآن مشکل ہے اور سب علوم شرعیہ اسی کی خدمت میں اور اسی کی معاون ہیں۔ کوئی عبارت الحمد سے کوئی اشارہ یا اقتضاء سے کوئی جزیا کوئی کلیا۔

چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے سنا ہے کہ آپ بال نوچنے (یعنی حسن کے لیے پیشانی اور منہ کے بال نوچنا) پیشانی فراخ معلوم ہونے کے لیے اور دانتوں میں ریتی وغیرہا کو لعنت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جس پر قرآن لعنت کرے میں اسکو کیوں لعنت نہ کروں کہنے لگی میں نے تو تمام قرآن پڑھا۔ مجھ میں تو یہ نہیں ہے آپ نے فرمایا لو قرأتیہ لوجدتیہ یعنی اگر خیال کر کے پڑھتی تو اس میں ملتا کیونکہ ان افعال کو حضور ﷺ نے فرمایا ہے اور قرآن میں ارشاد ہے کہ

رسول ﷺ تم کو جو حکم دیں اس کو قبول کرو۔ پس اس طرح یہ احکام بھی مدلول قرآن ہو گئے۔

تو دیکھئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کو بھی قرآن ہی میں داخل فرماتے ہیں اور خود قرآن میں بھی ہے۔

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ

تو حضور ﷺ نے اس قرآن کے اجمال کو بیان فرمایا اور کہیں حدیث میں بھی تھا ہی تو اس کو حضرات مجتہدین نے ظاہر فرمایا حتی کہ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ پوری طرح ظاہر ہو گیا اور اس ظہور امکان کے بعد پھر چونکہ کوئی حاجت باقی نہیں رہی حکمت الٰہیہ چوتھی صدی کے بعد قوت اجتہادیہ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ کیونکہ اب اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی تھی۔

عجائبات قدرت

حق تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے اس کو پیدا کر دیتے ہیں اور ضرورت پیدا ہو چکتی ہے وہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا جب وہ پیدا ہو چکے تو ان کی پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا جب ایک مرد و عورت ہو گئے تو وہ طریقہ بند کر دیا یہ امر اس شے کے تعلق سے سب لوگ پیدا ہونے لگے۔ رہا عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا وہ خرق عادت کے طور پر سبب خلق ہذا اور امور میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

چنانچہ میں نے خبر میں ایک ڈاکٹر کا قول دیکھا ہے وہ لکھتا ہے کہ بارش اس لیے کم ہوتی ہے کہ درخت کٹ کٹ کر کم رہ گئے ہیں تو بارش کثرت سے ہونے کی صورت یہ ہے کہ جہاں جہاں درخت کم ہیں بہت کثرت سے درخت لگائے جائیں۔ اس ڈاکٹر نے تو حد جائے اس کی بہ یا بھی ہو گی لیکن راز اس میں یہی ہے کہ جب درخت نہ رہے تو بارش کی زیادہ ضرورت نہ رہی۔ اور جہاں درخت کثرت میں وہاں بارش کی بھی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔

رہی رعایت کی ضرورت۔ اس کا کام یہاں سے نکلنے لگے ہیں تو بارش سے اس کا بھی کم تعلق ہو گیا۔ غرض فلسفہ بھی اس کو مانتا ہے اور ہم تو مانتے ہی ہیں۔ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ بھی اسی طرف مشیر ہے تو اسی طرح جب تک حضرات مجتہدین کی ضرورت تھی اجتہاد کی قوت پیدا ہوتی رہی اور جب یہ ضرورت پوری ہو چکی یہ قوت بھی ختم ہو گئی۔

عمر فاروق@ویب اردو

قوت حافظہ

قوت بیانیہ

طریق بیان

[illegible] اس کو خوب سمجھ لیں۔

[illegible] آیات میں، [illegible] آیات [illegible] مقاصد آیات کا خطاب تو کامل ہی ہوتا ہے [illegible] سمجھتے ہیں، سمجھتے ہیں۔ اور مقاصد کا خطاب عام بھی ہوتا ہے [illegible] سمجھ لیتے ہیں [illegible] ہوتا ہے۔ [illegible] آیات میں مشغول ہیں [illegible] اور پھر اس کے مضامین [illegible] ہیں [illegible] ہیں [illegible] ہیں

سکتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس قسم کی غلطی سے طالب علم گمراہ ہو جاتا ہے اور غلط معلومات سے اس کا ذہن بھر جاتا ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت ہمارے ہاں ہوتا ہے۔

عرض یہ ہے کہ طریقہ تدریس تو تقریباً سو سال سے وہی چلا آ رہا ہے اس میں غلطیاں، کمیاں اور تخفیفات ہوتی رہیں لیکن کیا یہ تقریریں صرف پڑھانے کا طریقہ بتانے کے لیے کرائی جائیں گی یا ضرورت کی خواہاں بھی ہوں گی؟ اس کے متعلق کچھ لکھنے سے پہلے میں ان تقریروں کے متعلق کچھ بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ کسی کو غلط فہمی یا کسی قسم کی غلط فہمی کا موقع نہ ملے۔

جیسے مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم کہا کرتے تھے کہ میں ہر سال نئی تقریر کرتا ہوں۔ ایک طالب علم میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ لوگ تحقیق سے پڑھتے یا سیدھا سادا پڑھتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ تحقیق سے پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ کی تقریر ہر سال ایک ہی ہوتی ہے اور پھر بھی آپ تحقیق سے پڑھتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم تحقیق سے پڑھتے ہیں اور پھر بھی ہر سال ایک ہی تقریر کرتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ ہم تحقیق سے پڑھتے ہیں کے معنی یہ ہیں کہ ہر سال تحقیق سے پڑھتے ہیں۔ کل جو پڑھا تھا اس میں سے تم کو کتنا یاد تھا اس کا اعادہ کرواتا ہے۔ مجھے علم نہیں کہ آپ کی تقریر قابلیت تحقیق سے پڑھنے کی ہے یا نہیں

[illegible] کہ سنہ تم سے [illegible] میں [illegible] سے [illegible] وقت [illegible] کچھ اور [illegible] کے وقت [illegible] اور [illegible] کہ [illegible] سے پیدا ہوتی ہے [illegible] دیکھے۔

[illegible] عرض یہ ہے کہ [illegible] کے لیے [illegible] ایک [illegible] صاحب [illegible] کے [illegible] اور [illegible] کی [illegible] کی تشریح [illegible] کہ مولوی صاحب [illegible] کیوں [illegible] سب [illegible] سمجھ [illegible] میں [illegible] سے [illegible] کیش [illegible] مجھ [illegible] کہ [illegible] سے [illegible] کہ [illegible] مشکل [illegible] کہ [illegible] مشکل [illegible] معلوم [illegible]

نہیں۔ کیونکہ وہ یہاں جس آیت میں وہ سنت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور حدیث میں ہے یہاں یہ
جس کا منشا بداء ہونا کے تحت میں داخل ہوتا ہے اور قرآن وحدیث میں تعارض نہیں ہو سکتا۔
یہ معلوم ہوا کہ جو یہاں مذکور ہے وہ سنت نہیں البتہ یہ یہاں سے چھپنے کی کوشش بہت ضروری ہے۔
اب خدا تعالیٰ سے دعا کیجئے وہ ہمیں اس میں تاخیر کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

عمر فاروق@ووٹ ارتھ

فضل العلم والعمل

علم وعمل کی فضیلت

علم وعمل کے [illegible] متعلق [illegible] ۲۹ [illegible] ۲۳۰ [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
عبید [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

خطبۂ ماثورہ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه
ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله
فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد أن لا إله إلا الله
وحده لا شريك له ونشهد أن سيدنا ونبينا محمدا عبده
ورسوله صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وبارك وسلم تسليما
كثيرا أما بعد فإن من أصدق الحديث كتاب الله وخير الهدي
هدي محمد وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة
في النار والله أعلم

ایک خاص حکم

حسن [illegible] وقت [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

علت وحکمت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حصول نفع کی صورت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میں تو حرج ہی ہے

جواب یہ ہے کہ اس میں بھی شخص صحیح اس طرح وسلے سے کہ بہتر آپ حلوت میں کچھ ع
ہے ہیں یا آپ فرمائیں تاکہ پھر ان مصلحت کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس میں بھی صحیح ا
شخص کا وہی طریق کی وجہ سے صدر محض وہی اس کی صورت پیش آئے کہ وہ کسی مصلحت سے
بعض محض یا اس محض کو جسے کا علم ہے اس کو عادت ہے کہ کہہ دے کہ بہ تم لوگ خلوت اس کا یہ
دیا مدخل ہو سکے قریں مصلحت سمجھا ہے کا اس میں زیادہ ہوگا

بہ مناقشہ کی یہ شکایت محض ہے اس سے ہیں ناقص عارو
سکا کا ہے قریب محض ہے وہ ہیں کہ وہ ہیں ان کو قریب لکھتے ہیں

اس وقت مجھے یاد آیا کہ اپنی دل عرض میں لکھ چکا ہوں
یہ ہے ہیں ہیں ہیں

تعلیم جدید کی خرابیاں

[illegible] ہوں کہ [illegible] ضرورت ہے [illegible] وقت بہت مشتہر ہیں اور طلب ہیں، طلب علم کا بہت پرچار ہوتا ہے اس کو لیجئے اس میں بہت سے [illegible] کی تدبیر بھی [illegible] ہیں۔ اور اس میں یہ بھی نہیں دیکھا جاتا کہ وہ کس کی تدبیر علماء سے [illegible] کثرت خیال اس توجہ میں کہ اصل چیز علم اور علماء ہے اور اسی کی ترقی کہی جاتی ہے جو وہ علم شریعت سے متعلق ہو یا مخالف۔ چنانچہ [illegible] تعلیم میں وہ ہیں جس کی بدولت شریعت سے بُعد چلا جاتا ہے۔

مثلاً یہ تعلیم جدید [illegible] حاصل [illegible] حاصل [illegible] ان آثار و علامات [illegible] تعلیم جدید سے متعلق علماء پر [illegible] یہ تعلیم جدید سے [illegible] اور اس کو [illegible] ہیں۔ [illegible] ہوں کہ تعلیم جدید سے یہ آثار [illegible] اس وقت [illegible] ہیں تو علماء کرام کو [illegible] سے [illegible] کہ یا علامت ہو [illegible] جس قدر تعلیم جدید یافتہ ہیں، تنخواہ دار ہیں اور [illegible] سے [illegible] شریعت سے کسی دوسرے علم سے جبکہ ہر بات میں شریعت کے خلاف ہی چلتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اس سے اسلام کی ترقی ہو رہی ہے۔

حاصل جواب یہ ہے کہ جب اس میں اسلام کی کوئی بات نہیں تو وہ اسلام کی ترقی کہاں ہوئی البتہ ان احوال سے [illegible] ہوتی ہے۔ [illegible] ہوتا ہے۔ [illegible] کہ حضور ﷺ نے اسلام کو [illegible] تعلیم نہیں چھوڑا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی تعلیم کا [illegible] فرمایا ہے کہ ہر زمانہ کے لیے اہتمام کیا ہو۔

[illegible] کہ حضور ﷺ کی [illegible] بات [illegible] پوچھ سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے [illegible] جبرئیل علیہ السلام کو حضور ﷺ کے پاس شکل انسان بھیجا وہ ایک مجلس عام کے وقت تشریف لائے اور حضور سے دوسروں کے سنانے کو چند سوال کیے۔ چنانچہ ان سوالوں میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ اسلام کیا چیز ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان تشہد ان لا الہ الا اللہ وان

محمد رسول اللہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و الحج و الصوم و صلوا کما رأیتمونی اصلی

(الحدیث)

شہادتوں کا اقرار کرنا، دل سے بھی اور زبان سے بھی ظاہر ہوا اور نماز کو قائم کرنا، روزہ رکھنا، حج کرنا۔ پس جب حضور ﷺ کی تعلیم سے اسلام کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اسلام میں ترقی تو یہ ہوئی کہ اس احکام کے امتثال میں ترقی ہو۔ اس میں ترقی کرنے سے یہ نہ ہوا کہ نماز ہو اور حالت یہ ہو کہ بیٹھی ہوئی ہو تو اسلام میں ترقی نہ کہا جائے گا۔ غرض جب حضور ﷺ اسلام کی تعلیم فرما چکے ہیں تو آج کوئی کرے وہ اسی تعلیم کے موافق ہوگا تو اسلام میں ترقی ہوگی۔

ترقی مال و جاہ

مسلمان کو اپنی حالت دیکھ کر بھی غم سے تب بھی ان چیزوں کو اسلام کی ترقی سے نہ سمجھے بلکہ ترقی مال اسلام سمجھے مگر جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان چیزوں میں ترقی ہے اور اسلام میں ترقی نہیں تو اس حالت میں ترقی مال اہل اسلام کو ہوئی مگر ترقی اسلام نہیں ہوئی یعنی اسلام پر عمل اور وہ اعتقاد اسلام سب رخصت ہوگئے تو یہ مال و جاہ کی ترقی بھی ہوئی تو یہ مال اسلام کی ترقی بھی نہ ہوئی۔ بلکہ اہل کفر کی ترقی ہوئی۔

غرض اس ترقی کو قصد تو نہ بنانا چاہئے کہ حلال و حرام کی بھی مطلق تمیز نہیں رہی چاہے جس طرح ہو پیسے حاصل ہو جائے، رشوت سے حاصل ہو۔ چاہے شریعت کو بھی بالکل چھوڑنا پڑے مگر یہ دولت نہ ہو۔ چنانچہ بعض نے تو صاف یہ کہہ دیا کہ اس وقت حلال اور حرام کے دیکھنے کا وقت نہیں ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ جس طرح ہو سکے روپیہ پیدا کرو۔ دیکھئے جب مسلمان یہ کہنے لگے تو علماء کا یہ قصور ہے اگر وہ تعلیم جدید سے روکیں۔

علی ہذا ترقی جاہ کہ اس میں بھی یہ تمیز نہیں رہی کہ جاہ کا ذریعہ اس کی تحصیل کا حلال ہے یا حرام۔ بعض ایسے ذرائع سے جاہ حاصل ہو جاتی ہے جو شریعت کے بالکل خلاف ہے اور پھر اس پر طرہ یہ کہ جاہ کے حاصل ہی کا نام سیاست رکھ لیا جاتا ہے۔ کبھی اس کو ظلم بھی بنا لیتے ہیں اور ظلم کو اپنی شان سیاست سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ سیاست ہے۔ اور یہ جملہ بھی بالکل صحیح ہے لیکن سیاست کے معنی وہ نہیں ہیں جو لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں کہ ظلم کرنا بلکہ سیاست کے معنی ہیں اصلاح اور اصلاح کہتے ہیں احکام کے جاری کرنے کو جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے۔

عزت وراحت کا تعلق

[illegible]

موازنہ دنیا و آخرت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ولو انهم امنوا واتقوا لمثوبة من عند الله خير لو كانوا يعلمون

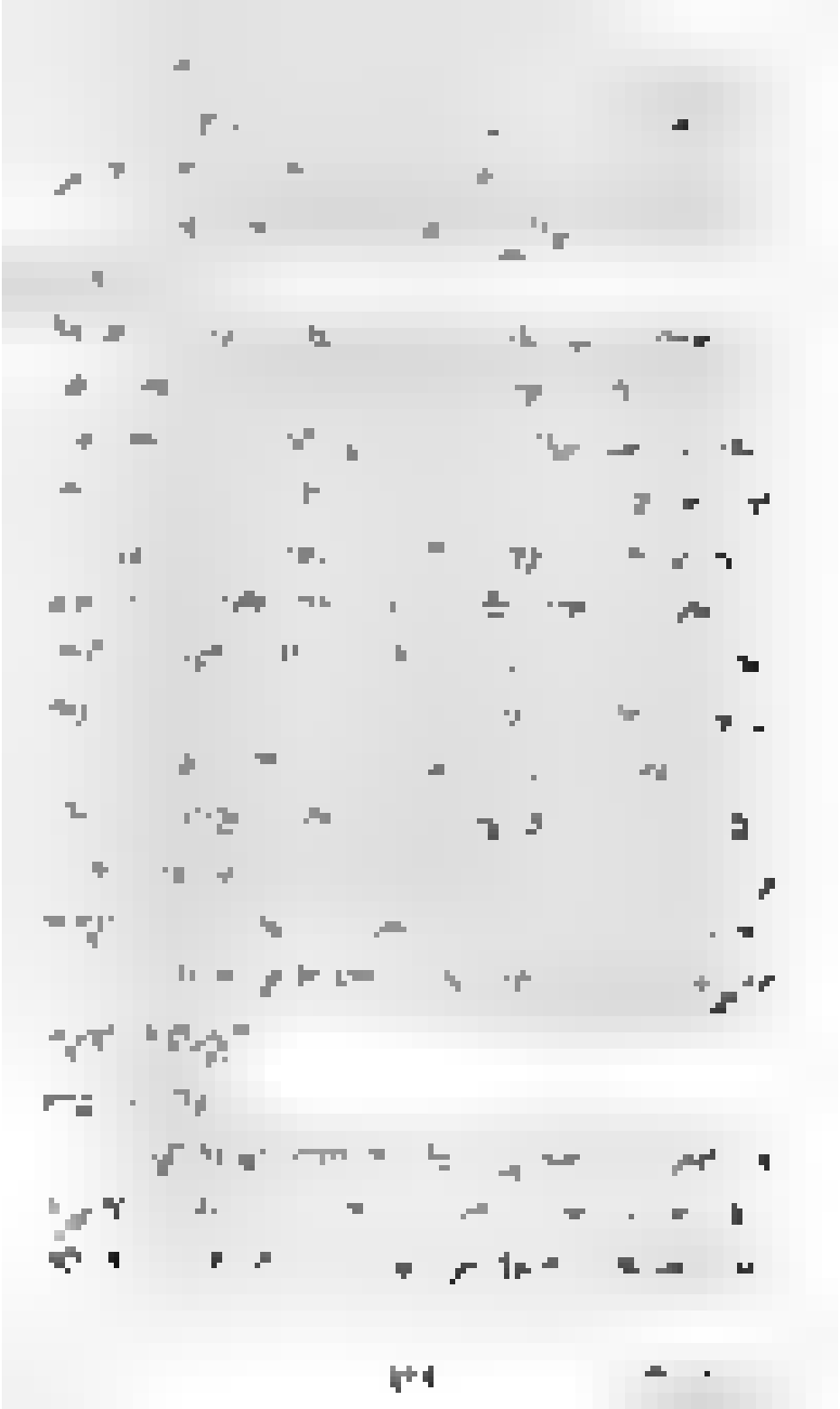

ہوگا بالکل جدید دنیا ہوگی چنانچہ فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ

اور ہم سے پہلی بار ایسے جیسے ہم نے بنائے تھے پہلی بار تم چھوڑ دیئے جو ہم نے

سب کچھ تمہیں دے رکھا تھا پیچھے

اور یہ بھی فرمایا کہ کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ چنانچہ دوسری آیت میں فرماتے ہیں۔

وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۔

اس قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اگر کوئی شخص اپنا بوجھ اٹھانے کو کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کچھ نہ بٹائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو تو وہ تو صرف انہی لوگوں کو ڈرا سکتا ہے جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو شخص پاکیزگی حاصل کرتا ہے تو وہ اپنی ہی بھلائی کے لئے پاکیزگی حاصل کرتا ہے۔

حضرت ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ مسلسل تین دن تک روزہ رکھتے تو بیوی کہتیں کہ حضرت آپ تو کہتے تھے کہ جنت میں کھانے پینے کی بہت نعمتیں ہیں اور صبر کرنے والوں کو ملیں گی تو آپ صبر کر رہے ہیں اللہ کے بزرگ بیوی کی بات سن کر کہتے کہ جنت کے دیدار پر راضی ہو کر خاموش ہو جاتیں۔

[illegible] لکھا ہے کہ آپ پر بہت تنگی ہے کھانے کو بھی کچھ نہیں ہے آپ نے جواب میں لکھا کہ [illegible] میں یہ لکھا ہوا ہے۔

خوش آں قوم کہ [illegible]

پوشش از [illegible]

نیک بیں است کہ بگذرد [illegible]

باش تا طفیل قیامت [illegible]

[illegible] کہ یہاں کی تکلیف [illegible] کی یاد میں

ہو رہا ہو تو ختم ہی ہو کر رہے گا۔

صورت اور حقیقت کا فرق

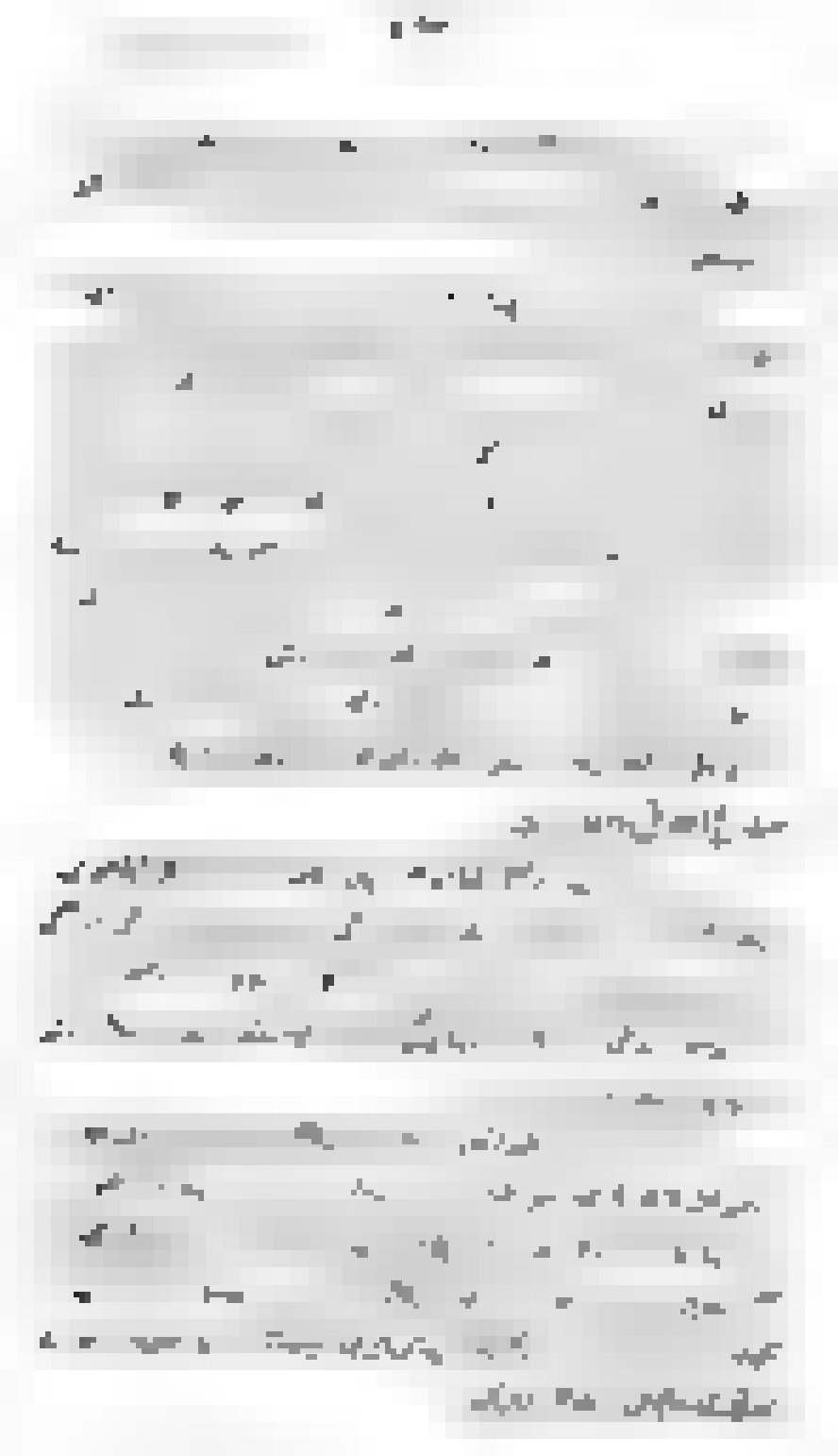

بعض وہ ہیں کہ انھوں نے معاملات و معاشرت وغیرہ شریعت کا ضروری جزو سمجھ کر پورا کیا ہے۔ بہت سی ضروری باتیں کرنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ان کو دوسروں کی اصلاح کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے لیکن خود ان کے اخلاق سے لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ ان کی ذاتی حالت میں وہ نہیں ہوتی بلکہ کبھی کبھی ہوتی ہے کہ ہمارے یہاں کی عورتوں میں کوئی عورت ایسے مسئلہ میں کوئی عالم سے فتویٰ پوچھ لائی ہے تو اس کو بھی یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم سے تو مولوی صاحب نے یہ فرمایا ہے۔

بعض لوگ عقائد و اعمال و معاملات کے ساتھ اخلاق باطنہ کو بھی اصل شریعت سمجھتے ہیں اور اس کا اہتمام بھی کرتے ہیں لیکن عمل سے اس کی اشاعت سے اس کا اہتمام کرتے ہیں یہ تو [illegible] ہیں ان سے شریعت کی [illegible] ہیں کہ وہ دین کی کسی اصل کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتوں میں [illegible] اس کی تعلیم [illegible] بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتوں سے بہت [illegible] ہے [illegible] حضور ﷺ نے چھوٹی چھوٹی باتوں کی تعلیم [illegible] اس لئے کہ چھوٹی باتوں کا [illegible] بڑی باتوں کا تھا۔

میں نے اپنی کتاب میں ایک رسالہ کی تالیف شروع کی ہے اس کا نام [illegible] معاشرت رکھا ہے اس کی تمہید میں بہت سی حدیثیں اس کے متعلق میں بھی جمع کر رہا ہوں۔ آپ دیکھ لیں گے اس سے پورا ہو سکے گا [illegible] دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ شریعت کس قدر اہتمام رکھتی ہے۔ اس سے کسی کو بھی تکلیف یا بے تکلفی نہ پہنچے۔ اس وقت یہ مرض پیدا ہو گیا ہے کہ جو لوگ عقائد کی اصلاح کرتے ہیں ان کو بھی اس کی پروا نہیں ہوتی اور نہیں نے بھی بعض علماء کو شریعت سے عاری دیکھا ہے۔

میں نے یہی حالات دیکھ کر پہلے اس کو سمجھایا ہے کہ جو لوگ میرے پاس آئیں ان کو ذکر شغل میں لگانے سے زیادہ ان کے اخلاق اور معاشرت کی زیادہ توجہ کے ساتھ اصلاح کی

جائے۔ تو اب معاشرت میں سے کسی برائی کی اصلاح کی صورت یہ ہوگی کہ اس کی بڑی ضرورت سے کم لوگوں سے اس کی اصلاح کا عمل شروع ہوگی ہے۔

طریق اصلاح

جب تک اس کی تفصیل مقالہ میں نہ ہو میں اس کا کیا کہہ سکتا ہوں۔ [illegible] تو یہ کرنے سے قریب قریب تمام معاشرتی خرابیاں دور ہو جائیں گی۔ [illegible] کسی شخص کے ساتھ کوئی برتاؤ [illegible] مجھ سے کہنے سے [illegible] مجھ سے [illegible] دوسرے سے [illegible]

[illegible] کہا کہ [illegible] [illegible] [illegible]

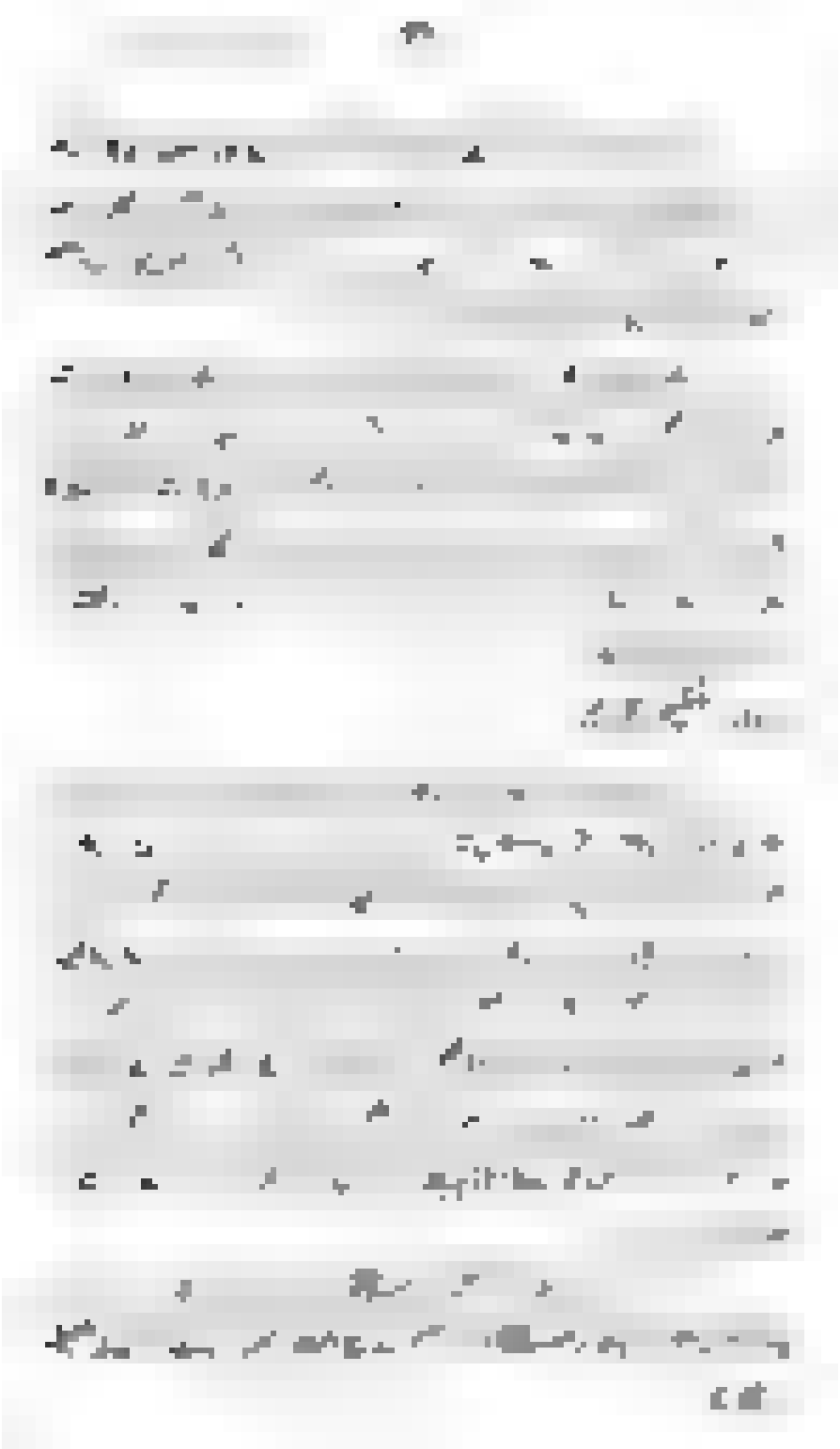

شروع کر دیے جس سے قریب کے سونے والوں کی نیند حرام ہوتی اور نیند حرام ہو جانے سے کسی کے سر میں درد ہو گیا۔ کسی کی آنکھ میں درد ہو گیا۔ کسی کی نماز قضا ہوئی تو یہ وہ باتیں ہیں کہ بظاہر نہایت چھوٹی اور معمولی ہوتی ہیں لیکن ان کے آثار بہت سخت ہیں۔ فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر ذکر جہر سے سونے والے کی نیند میں خلل پڑتا ہو تو پاس کے حرم سے تو جب اللہ کا نام لینا بھی تکلیف پہنچا کر جائز نہیں تو دوسرے کام تو تکلیف پہنچا کر کیونکر جائز ہوں گے۔

سائی شریف میں حدیث ہے کہ ایک مرتبہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ حضرت عائشہ کے پاس آرام فرما رہے تھے کہ آپ کو کچھ محسوس ہوا تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ قام رویدا یعنی بہت آہستہ اٹھے و سحل رویدا اور جوتے بہت آہستہ سے پہنے وفتح الباب رویدا بہت آہستہ سے کھولا و خرج رویدا بہت آہستہ سے باہر تشریف لے گئے۔ جس جگہ لفظ رویدا آیا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ بھی پیچھے پیچھے ہو لیں حضور ﷺ جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ پیچھے پیچھے حضرت عائشہ بھی پہنچ گئیں۔ آپ واپس ہونے لگے تو حضرت عائشہ جلدی سے آگے بڑھ کر پیچھے تشریف لے آئیں۔ گھر میں آکر لیٹ گئیں۔ حضور کا سانس پھول رہا ہے پوچھا۔ عائشہ یہ کیا ماجرا ہے۔ سانس کیوں پھول رہا ہے۔ انہوں نے چھپانا چاہا لیکن چھپ نہ سکا۔ تب انہوں نے اپنے پیچھے آنے کا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا شاید تم کو خیال ہو کہ میں تمہاری باری میں کسی دوسری بیوی کے پاس چلا جاؤں گا۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ حدیث ہے۔

مجھ کو اس حدیث میں سے صرف یہ بات نکالنا مقصود ہے کہ حضور ﷺ کو آپ کی شان اور محبوبیت مطلقہ ہے کہ آپ کسی کو تکلیف بھی پہنچائیں تب بھی رحمت ہی ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ کے ساتھ کہ عاشق زار تھیں تو اس ان کو غم تو ضرور ہوا ہو گا۔ تب بھی ناراضی نہ تھی لیکن چونکہ صورت تکلیف کی تھی۔ اسلیئے آپ نے اس کو بھی گوارا نہیں فرمایا۔ قاعدے موضح علت کے ساتھ جب آپ نے تنبی و رعایت فرمائی تو ہم کو اب جہت سے اپنی بیوی کی ایسی بات نہیں جس سے دوسروں کو تکلیف کا احتمال ہو۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ سفر میں جانے والے کو کچھ نہ کچھ فرمائش کر دیتے ہیں۔ اس

ہے بعض اوقات اس قدر تکلیف ہوتی ہے کہ اذان کی آواز میں کانوں میں پڑ رہی تھی تو یکلخت تھا کہ جب کوئی شخص بلند آواز سے فرمائش کر دیتے کہ فلاں سے ہمارے لئے کچھ لے آنا اور بعض اوقات اس مسافر کا جانے تو سری صدائی سے آتی دور ہوتا تھا کہ وہاں تک پہنچنے کے لیے کم از کم ایک گھنٹہ درکار ہوتا۔ تو وہ اپنے پاس سے صرف اتنے اس فرمائش کرنے والے کی چیز پیسے کی فرمائش پوری کرتا اور شکریہ کے لیے پیسے لیتا۔ مگر وہ یہ کہتا تو عمر بھر کی شکایت رہتی۔ بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ فرمائش کے پیسے بھی نہیں دیتے۔ گویا وہ گھر سے چلا ہے کہ پی اور دوسروں کی سب فرمائشیں پوری کرے گا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کسی کو جاتے ہوئے دیکھ کر یہ کہا جاتا ہے کہ خدا حافظ۔ اس میں کسی کو اعتراض ہوتا ہے کہ یہ کلمہ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ مسافر مطمئن ہوتا ہے کہ اس کے متعلق یہ کلمہ کہنے والے خود وہاں موجود ہیں۔ وہاں ہی ہیں ہوتا ہے کہ بھی ہوتا ہے۔ یہ تو ہر مسافر کی حالت ہے کہ کبھی کبھی یہ دیکھتا ہے کہ اس کے متعلق کہنے والے کا کام ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ہو

[illegible]

[illegible] کے متعلق محض [illegible] سے [illegible] ہے [illegible] کہ [illegible] ثواب [illegible] ثواب [illegible] شریعت [illegible] داخل [illegible] شریعت [illegible] [illegible] [illegible]

ایک شخص نے ایک کتاب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اصلاح کے لیے بھیجی اور لکھا کہ میں نے یہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

قبول اعمال کی شرط

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

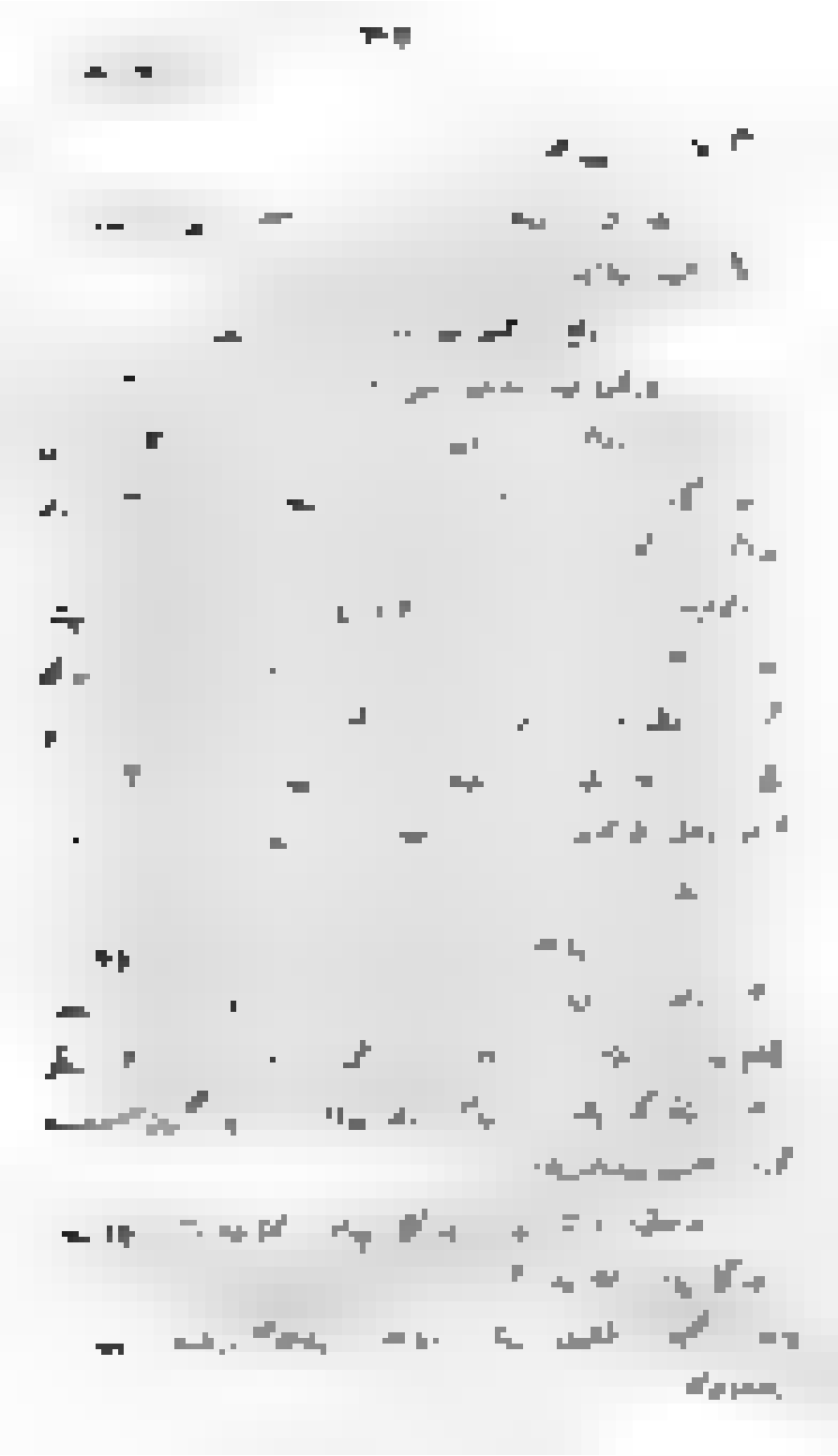

کبر و عجب

[illegible]

قبول اعمال کا معیار

[illegible]

عبارت شتی و حسنک واحد ۔ فکل الی ذاک الجمال یشیر

کہ سب ایک ہی جمال کی تعبیریں ہیں۔

[illegible]

اسی اصول پر ایک اور بات بھی متفرع ہوتی ہے یعنی کسی کامل شیخ سے تعلق ہو جانے کے بعد بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اس قدر اہم کام ہے کہ اس کے بعد دوسرے تمام کام بیکار ہو جاتے ہیں اور ان کی باطنی حالت معلوم کرنے کے لئے ظاہر میں ان کاموں میں بھی سستی اور کاہلی میں مبتلا رہتا ہے مگر یہ ایک بڑا دھوکہ ہے بعض لوگوں کی سست حالت بعض لوگوں میں یہ صورت ہوتی ہے مگر یہ ان کی حقیقت نہیں ہوتی بلکہ ان کے دل میں یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ کی طرح قسم کے لوگوں کے دل میں یہ بڑی عظمت و محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ ان کے کاموں کے پابند ہونے میں مگر متحان کے وقت معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میں کوئی خاص محبت و عظمت نہیں ہے بلکہ یہ صرف وہم ہی ہوتا ہے اصل چیز یہی ہے کہ اس میں ان کی عظمت و محبت کس حد تک ہے اس کا اندازہ ان کے کاموں میں کسی قدر کمی سے ہو جاتا ہے۔

آگے ارشاد فرماتے ہیں۔ واللہ یعصمکم من الناس

یعنی اللہ تمہارے لئے کافی ہیں وہ تمہیں اس کو ہر قسم کے تعلق سے بچانے کی پوری ذمہ داری میں ہوتا ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ کو بھی تمہاری حفاظت کی فکر ہو جائے گی۔

ایک سہل مراقبہ

گو یہ اس حضرت نے اللہ تعالیٰ سے اپنے مریدوں کو ایک مخصوص کام فرمانے کے بارے میں پوچھا تھا مگر اس کا جواب بھی تو عمل میں کبھی کوتاہی نہ ہو سکی۔ وقت یہ جواب کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے خاص دل کو کچھ کہہ رہے ہیں۔ اس کی مراقبات سے بعد چند سے ایک حال پیدا ہوگا اور اقتاب سمجھے گا کہ گویا میں حضرت کو دیکھ رہا ہوں۔ ترقی اس حدیث میں اس قسم کے حلقے مضامین میں یہ مراقبات ہیں۔ اس میں تلاوت سے حاصل ہوتا ہے اصل اور راسخ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے بعد یہ مراقبات مستحضر ہو جائیں یعنی جب یہ خیال پختہ ہو جاتا ہے کہ ہمارے اس کام میں کبھی تلاوت سے تو پھر اس میں کوتاہی نہیں ہو سکتی۔

اور یہ بہت سہل مراقبہ ہے اس میں کسی شیخ کی کسی خصوصیت وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص اس سے مستفیض ہو سکتا ہے لیکن اس وقت بچوں سے عوارض ہوں گے میں اس کی وجہ سے حالات لکھ چکا ہوں۔ بعد کسی قدر حالات کی درستی کامل شیخ سے مشورے کی بھی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اس وقت علوم اور اعمال میں ایک گونہ ضعف آگیا ہے۔

شرط اعمال

[illegible] کی [illegible] میں [illegible] کی ضرورت ہے [illegible] کے درست ہونے کی۔ اور دوسرے ہمت کی۔

ہم لوگوں میں دو قسم کی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ بسا اوقات بعض لوگوں کے متعلق یا ناشی کے متعلق ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ وہ [illegible] ہوتا ہے اور [illegible] کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ شروع ہوتا ہے۔ عمل ہوا بعض اوقات باوجود [illegible] کے کسی عمل میں ہمت اکثر ٹوٹ جاتی ہے پس شیخ چونکہ صاحب تجربہ و صاحب بصیرت ہوتا ہے اس لیے اس کی مدد سے اور اس کے کہنے میں بڑھ برکت ہوتی ہے۔

کہ اس سے ہمت گی زیادہ ہو جاتی ہے اور اس کی رہنمائی ہو جاتی ہے۔ یہ ضرورت ہے کہ جب کسی کو شیخ بنایا جاتا ہے تو اس کی محافظت کم ہوتی ہے۔ تو اسے شیخ کرنے کا اور ہمت کے قوی کرنے کا فائدہ شیخ بنانے سے ہوتا ہے۔ یہ سبب ہے۔ پس بقاعدہ مقدمہ ہر عمل کے لیے کسی [illegible] کا اس پکڑنا ضرور ہوگا۔

شیخ کامل کی شناخت

جو شیخ کامل ہونا چاہیے اور اس کے پہچاننے میں غلطی ہو جاتی ہے لہٰذا اس کی پہچان معلوم کرنا ضروری ہے۔ وہ پہچان یہ ہے کہ۔

۱ علم دین بقدر ضرورت رکھتا ہو خواہ پڑھ کر یا علماء کی صحبت سے۔

۲ عمل میں مستقیم ہو۔

۳ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا عامل ہو۔

۴ کسی مسترشد شیخ سے تعلق رکھتا ہو۔

۵ علماء سے اور علماء سوء سے استفادے میں عار نہ کرے۔

۶ اس کی صحبت میں رغبت آخرت و نفرت عن الدنیا کی خاصیت ہو۔

پس جس شخص میں یہ خاصیتیں ہوں وہ کامل ہے اس سے رجوع پیدا کرو۔ یہ مضمون تھے حواس تک بیان کیے جانے ضروری سمجھے گئے۔

[illegible] اللہ تعالیٰ سے [illegible] کیجیے کہ [illegible] عمل ہو [illegible] حسن خاتمہ۔ (آمین)

عمر فاروق@وب اردو

اکبر الاعمال

سب سے بڑا عمل

ذکر اللہ کی حقیقت و ضرورت کے متعلق یہ خطاب [illegible] کے
رمضان پور، ضلع [illegible] میں [illegible] کو
قریب [illegible] مواقع تھے یہ خطاب [illegible] میں [illegible]
حضرت حبیب عثمانی نے [illegible]

آج کل واعظین زیادہ تر ان کے مسائل میں بیان کرتے ہیں۔
حالانکہ فضائل اعمال سے تو بہت لوگ واقف ہیں۔ اصل ان کی
ضرورت سے غافل ہیں گو وہ شعار دین ہی سے کیوں نہ ہوں
حالانکہ جس اعمال گو وہ شعار دین سے ہے بھی ہوں شعار دین کی
اصل وجہ نہیں۔ جیسے حیات میں پھول رونق پر ہوتی ہے اور
جڑوں کی طرف کوئی نہیں دیکھتا۔ اسی طرح حیات کی وجہ سے ہم غافل
ہیں۔ مجھ کو فروع پر نظر ہے جو ایک بہت بڑی کوتاہی ہے۔

خطبۂ ماثورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ونبینا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ولذکر اللہ اکبر واللہ یعلم ما تصنعون

ضرورت بیان

میں نے جس خصوصیت کی تلاوت کی ہے اس میں دو لفظ ہیں مقصود بالعیاں صرف پہلا جملہ سے دوسرے کو برکت کے لیے پڑھ دیا ہے مقصود ولذکر اللہ اکبر کو بیان کرنا ہے۔ سامعین حاضرین کی تلاوت ہی سے سمجھ گئے ہوں گے کہ مقصود ذکر اللہ کے متعلق کچھ کہنا ہے اور شاید ہمارے ہی ہو میں ذکر اللہ کی فضیلت بیان کرونگا کیونکہ جلی و عظیم ریاوہ تر اعمال کے فضائل ہی بیان کرتے ہیں مگر مجھے فضیلت کا بیان کرنا مقصود نہیں کیونکہ ان کل فضائل اعمال سے تو اکثر لوگ واقف ہیں البتہ ان کی ضرورت سے غافل ہیں گو وہ شعائر دین ہی سے کیوں نہ ہوں۔ اور جو اعمال شعائر دین سے نہ ہوں مگر شعائر دین کی اصل اور جڑ ہیں سمجھنے ضرورت میں وہ شعائر سے کم نہیں مگر عام طور پر ان کو ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ چنانچہ مسواک پھلوں سے تو واقف ہیں اور باغ میں جا کر پھلوں اور پتوں کو دیکھتے بھی ہیں مگر جڑوں کو کوئی نہیں دیکھتا کسی کا ان کی طرف خیال نہیں جاتا ہے کہ جڑوں کے ساتھ پھلوں اور پتوں کا تعلق طبعی ہوگیا ہے بغیر اس تعلق کے مستور ہونے کے۔

تو جیسا حسیات میں جڑوں کی طرف توجہ کم ہے اسی طرح شریعت میں ہماری یہ بھی حالت ہے کہ جڑ سے غافل ہیں محض فروع پر مشتمل ہے۔ اسی لیے فضائل اعمال پر سب کی نظر ہے ضرورت پر بہت کم

نظر ہے اور اس میں زیادہ خلط ملط نہیں بلکہ حقائق ہی ہے کہ ہم نے ان کے بھی زیادہ تر فضائل ہی کو بیان کرتے ہیں ضرورت پڑی بیان کرتے اور یہ ہی وجہ ہے کہ ہم نے ان کے بیان کیا۔

شعائر دین اور ان کی حقیقت

ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ بے شک اللہ بہت بڑی چیز ہے۔ علماء میں سے اس سے یہی سمجھے ہوں گے کہ صرف فضائل کی وجہ سے بڑی چیز ہے مگر اس سے علاوہ اور بہت سی وجہ سے بھی بڑی چیز ہے۔ اس طرح سے فی نفسہ بڑی ہے اور دیگر صفات کی بھی جو ہے یہ شعائر دین سے ہے۔ حقیقت میں یہ شعائر کی بھی جڑ ہے۔

شعائر دین وہ اعمال ہیں جو اسلام کی علامات ہیں جس سے دوسروں پر معلوم ہو جائے کہ ان اعمال سے بجالانے والا مسلمان ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ جو یہ عمل علامت نہ ہو وہ ضروری بھی نہ ہو بلکہ ممکن ہے کہ ایک عمل شعائر میں نہ ہو لیکن شعائر دین بھی ہو۔

حسیات میں اس کی مثال ماں کی ہے کہ ظاہر میں وہ گھڑی کا بڑا پرزہ نہیں بلکہ چھوٹا سا پرزہ ہے جس کو دیکھ کر ناواقف شاید یہ سمجھے کہ معمولی چیز ہے مگر حقیقت سب پرزے اسی وقت کام دیتے ہیں جب بال اور دست اور سب پرزے کار میں جس گھڑی سے جو مقصود ہے وہ جب تک حاصل نہیں ہو سکتا گو اس کی صورت میں کمی نہ ہے اور جیب میں رکھے ہوئے دیکھنے والے بھی سمجھیں گے کہ آپ کے پاس گھڑی ہے۔

اسی طرح اللہ کو سمجھے کہ گو جو ظاہر روایت کے بعد میں شعائر ہے ہیں تمام شعائر کی جڑ اور بنیاد ہے اور شعائر کی حقیقت تو یہ ہے کہ شریعت کو محض انتظامات بھی مقصد میں اسلیے شریعت کے محض عمل و مصلحت انتظامات سے علامات [illegible] یہ وجہ ہے جس سے وہ کوئی ایک ایسے سے اسلام قائم ہو جائے اور نظام [illegible] ہو جائے۔ یہ علامات شعائر میں سے ہیں روایات دین سے ہیں بھی جس کا ضروری ہونا خاص دلائل سے معلوم ہے وہ ضروریات کا حکم رکھتا ہے کہ کوئی شخص ضروریات کا منکر ہو جو وہ تاویل سے ہو یا بدون تاویل کے وہ کافر ہے اس کا بعد بھی سنایا جاوے گا کہ مجھ کو علم نہ تھا۔ خلاف عمد شعائر کے مثلاً کوئی مسائل رسم وغیرہ کا انکار کرے وہ علی الاطلاق کافر نہ ہوگا بلکہ اس میں یہ تفصیل ہوگی کہ آیت قرآنیہ کے سمجھنے کے بعد انکار کرے تو کافر ہوگا۔ ورنہ نہیں

کیونکہ مسئلہ زیر کا جزو دین ہونا بالمعنی مذکور ضروریات میں سے نہیں اور نماز روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ کا جزو دین ہونا ثبوت سے ہی کا طلقاً کفر ہے۔ یہاں یہ بھی مسموع نہ ہوگا کہ مجھے اس کے جزو دین ہونے کا علم نہ تھا کیونکہ معذور ہو (اگر واقعی اس کو علم نہ تھا) مگر یہ عذر قضاء مسموع نہ ہوگا۔ حاشیہ میں یہ کا حکم گا ثبوت ضروری ہوگا حکم جاری کیا جائے گا۔ الا ان یکون قد اسلم فی دار الحرب ثم هاجر فانکر وجوبه قبل الهجرة لا یکون کفرا لظهور عذره فی عدم العلم ۱۲)

اس نکتہ سے ظاہر ہوا کہ حکام کے عہد سے متعلق جن اشعار میں سے قرار پا گیا ہے مگر ان کا یہ مطلب نہیں کہ جو شعر ان میں وارد ہیں۔ کہنے کہ یہ تصدیق بالقلب ہی ہے گویا شعار اصطلاحیہ میں سے ہیں یا یہ کہ ان اشعار میں تصدیق سے مراد تصدیق ضروری بھی نہیں۔

بلکہ اس مقام پر اس امر کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ ضروری نہیں کہ جو شعر ان میں سے وارد ہوا ہو اس سے یہ مراد ہو کہ تصدیق بالقلب کی ضرورت پر سب کا اتفاق ہے کہ ان اشعار میں سے ہیں یا یہ کہ شعار سے جو مقصود یعنی ظہور دین و تمیز احکام ان سے حاصل ہیں ہو سکتا کیونکہ تصدیق قلبی کی کسی کو اطلاع نہیں ہو سکتی۔ مگر ضروری ہے کہ تمام اشعار کی سے علاوہ ان کے ظاہر تحقیق کی پر ہے بدون تصدیق بالقلب کے عمل ظاہری شعار مسلمین نہیں گو ظاہر میں اس کو مسلمان کہا جاتا ہے۔

پس یہ محدثوں کی بات ہے کہ جو انہوں نے کہ عمل نے تصدیق کو صرف شعار تک محدود کر رکھا ہے اور جو محدثوں شعار کہتے ہیں ان میں تصدیق کی مثال سے اس غلطی کو اچھی طرح واضح کر دیا اور بتلا دیا کہ جو اشعار شعار میں سے شمار کئے گئے ہیں ان اشعار میں سے تصدیق کا ہونا ہے کہ لوگوں کو ان کے ذریعہ سے ایک دوسرے کا ان سے معلوم ہو جاتا ہے اس سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جو شعار نہیں وہ غیر ضروری ہیں بہت غلطی ہے۔

ذکر اللہ کے معنی

واللہ اکبر کے معنی یہ ہیں کہ ذکر اللہ کی جنس سے بھی کبیر ہے کہ اصل ہے اور اس وسیلے بھی اکبر ہے یہ وہ تمام مضامین ہیں جو اللہ اکبر کے ضمن میں داخل ہیں۔ جن کا اجمالی واجتناب کی گئی جزء ہے اور کبیر

میں دو احتمال ہیں یا تو مقطوع عن الاضافۃ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ ... بعد کی جملہ سنت بڑی چیز ہے یا مضاف الیہ کی طرف اضافت ملحوظ ہو۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ تمام اعمال سے ... ہے۔

یہ تو آیت کی توجیہ تھی اب اس کی ضرورت کو سمجھیے جس سے بہت سے لوگ غافل ہیں۔ اول تو لوگوں کو آج کل دین کا اہتمام بھی کم ہے اور جس کو ہے بھی تو وہ فرائض و مستحبات کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر ذکر اللہ سے غافل ہیں۔

یہاں شاید کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ حضرت نے تسبیحات کو تلاوت و مستحبات کا اہتمام ہے اور مستحبات میں تلاوت قرآن بھی شامل ہے اور تلاوت قرآن کا بہت ثواب بھی ہے پھر یہ کہنا کیوں کر صحیح ہو کہ ذکر اللہ کا اہتمام نہیں ہوتا تلاوت قرآن تو ... ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ... حقیقی ... ہی کا مصداق ہے ... اس کا اہتمام بہت کم ہے۔ رہی تلاوت قرآن تو وہ بھی ایک عبادت ہے ... ہیں یا ... حقیقی کا بھی اہتمام ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ بعض اعمال کی صورت میں پائے جائیں اور ... حقیقت پائی جائے تو اس سے سب کام ... صورت پائے جاتے ہیں مگر بارہا تجربہ ہوا ہوگا کہ وظیفوں کے بڑے پابند ہیں بزرگوں کا شجرہ ... پڑھتے ہیں مگر ... ہوتے ہیں ... ان کو ... کی حقیقت حاصل نہیں ہوتی حاصل ہے ... کا

شجرہ پڑھنے پر مجھے علی حریں کی حکایت یاد آئی ایک بزرگ تھے ... تھا حریں اس کا تخلص ہے گو شاعر حریں نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ ... بنانے اور ... سے ... کرنے کی کوشش کی تھی تو وہ ... کے نام حریں تھا حقیقت میں ... تھا بلکہ ... تھا ... دہلی آیا تو ایک رئیس کا مکان یہ پڑوسی ... حریں تھا ... رئیس ... کا ... ہوا ... اس کے ایک گوشہ میں ... یا فقیر ... تھا جو ... سے ... لوگوں کا شجرہ پڑھا ... تھا جس سے علی حریں کی ... ہوگئی ... شجرہ ... ہوگئی ... صبح کی ... اس کو کچھ ضرورت نہ تھی علی حریں صبح تک ... نہیں ... صبح ... میں ... ہوئی تو اس کو جناب کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ... علی حریں نے کہا کہ اور تو سب راحت ہے ... تکلیف ہے اس کو رفع کر دیجیے ... وہ یہ کہ اس ... ہو کو یہاں سے اٹھا لیجیے۔

تذکرۃ الاولیاء جو قصہ ہے کہ کیونکہ شجرہ میں بزرگوں کا تذکرہ ہوتا ہے تو دیکھنے والوں کو خلیفہ بنانا ہوتا ہے۔ اس سے ہمارا مقصد نہیں ہوتا

تحریر میں ایک صاحب نے بھی یہ وہم ظاہر کیا تھا کہ میں نے خود ہی سمجھ لیا ہے کہ میں خلیفہ ہو جاؤں تو چاہے قصداً ہو جائے مگر جو بغیر خلیفہ بنائے خلیفہ نہیں ہوتا تو یہ اس خلیفہ کو آپ حقیقی خلیفہ کہہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہ کیسا حقیقی ہے جو ہمارے قول سے مختلف ہو گئے معلوم ہوا کہ یہ حقیقی نہیں مدعی صورت کا ذکر ہے۔

توسل کی حقیقت

شاید یہاں کسی کو یہ خیال ہو کہ ہم نے شجرہ و توسل میں کیا داخل کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شجرہ کا داخل توسل سے ہے یہ شجرہ جس کسی کے واسطہ سے ادا کیا جائے جیسے ہمارے شیخ صاحب کا شجرہ ہے ایک شجرہ وہ اپنے پیر کے نام کا خلیفہ بنا کر دے۔ اچھے بھلے شیخ بنے ہوئے یہ کام کرتے ہیں۔

اور اس لیے تو پہلے شجرہ کو بھی ناجائز کہتے ہیں کیونکہ وہ توسل بالاموات کو مطلقاً منع کرتے ہیں۔ گو مسئلہ اختلافی ہے مگر ہم تو نہیں کہتے کیونکہ توسل بالاموات کا جواز ہمارا مسلک ہے کہ اس سے تعلق بزرگ سے طفیل سے ہمارا ہے جان پہچان تو اب اس میں صرف یہ بات ہے کہ اس بزرگ کی روحانیت حق میں شیخ کا واسطہ ہے یا خلق سے؟

اس بیان کو میں نے بات سے علاوہ کہا تھا مگر کسی سے عمل کی امید تھی ایک جگہ امید تھی کہ یہ بیان حل ہو جائے گا۔ اس کی وجہ سے یہ وعظ نہیں سنا۔ یعنی حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ سے عمل کی امید تھی۔ مگر میں نے حضرت سے جو وعظ سنا کہ حضرت توسل کی کیا حقیقت ہے؟ تو وہاں بھی حضرت سے یہی سوال کیا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں وہاں بھی پوچھ چکی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت سے تو جواب نہیں ملا کہ حضرت توسل کی حقیقت پوچھتے ہو۔ میں خاموش ہو گیا۔ پھر عرض کیا کہ حضرت وہاں تو میں سمجھ گئی تھی کہ یہ بھی کوئی بات ہی معلوم ہوتی ہے یا یوں کہو کہ آداب کی وجہ سے خاموش ہو گئی تھی کہ حضرت اس وقت اس مسئلہ کو یوں نہیں چاہتے مگر حضرت کی شان یہ تھی

اللہ کے ساتھ ہے اولیٰ

ھو الرشید لکھے گئے تھے میں سے ان سے سنا یا اور میں پڑھا ہوں لکھے اس نے بڑی تکلیف
ہوئی تھی لکھنے والوں میں سے ہوئے ثابت آن تھی ہاں ہی گاؤں سے کئی ملا سکتے تھے

صاحبزادے ارجمند تو وہ چیز ہے کہ ہاں میں عبدالحسن خان صاحب مالک مطبع نظامی کے
نام کا نام بھی عبدالحسن تھا تو خان صاحب سے عبدالحسن سے ان کا نام ہوا اللہ تعالیٰ یاد رکھتا ہے
کے وقت خان صاحب کو یاد ہے وہ اشتراک سے

پھر کیا صوفیوں اور عالموں اور اشراک وصلات سے بچنا چاہیے۔ مگر قوموں یہ
ہے کہ آج کل لوگ خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے حضرت ﷺ کا ذکر کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا بالکل
ہی ذکر نہیں کرتے اور اس کے ذکر میں جب کہ اس نے فرمایا ہے کہ اذکرونی اذکرکم
مگر اول تو اس سے متعلق ہے اس سے ان کی عقیدہ
کسی عالم کا قول ہوتا ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کو
مجھے یاد رکھو میں تمہیں اس طرح حضور کا نام لے کر آپ سے ہاتھ ملتے ہیں
اللہ تعالیٰ کو اس طرح یاد رکھنا اس سے تو بہتر ہے اللہ تعالیٰ کا
کرنا ہم نے ارکشت وا میں قبول

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے ہی ہے جب اللہ تعالیٰ کی موت آتی ہے تو اس
برادری کے لوگ جمع ہو کر کہتے ہیں کہ اسے کسی کے وقت موت ہوئی ہے بچا کہ چھوٹے چھوٹے
بچے سہمے رہ گئے۔ گویا اس کا فیصلہ کر کہ یہ موت کے موقع کا مناسب ہوئی اس کے بعد بوجھ
مخلوق ہے (یعنی جو مقصد ہوتے ہیں) الرحمٰن ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کسی کی جگہ نہیں اللہ
کی ذات ہی ہے وہ نے گویا ہوں نے اس سے موقع محل کی اللہ تعالیٰ کی ہے پر اپنی وقر دیا تو
نعوذ باللہ اس سے اللہ تعالیٰ سے بڑا ہو گیا یہ ہے کہ اس سے یہاں ہوں ظہر ہیں۔
کی نے جان پر رحم نہیں۔ ہاں اور اعلیٰ سلطنت نے ہاں ہو گئے انصاف ان ہیں کی ہیں

اس یا مگر کا ایک قصہ عوام میں مشہور ہے ایک دو ایک چیلہ جا رہے تھے۔ ایک بستی
گزرا جس کا نام ان کو یاد نہ رہا معلوم ہوا اور ہاں یاد کہ یہ چیز کا ایک ہی بھاؤ ہے۔ دودھ بھی سولہ سیر
بکے گا۔ اور گھی بھی سولہ سیر روپے کا۔ کاغذ بھی سولہ سیر روپے کا۔ گرو نے چیلے سے کہا کہ یہ جگہ رہنے کی

[illegible] یہ [illegible] انصاف [illegible] نہیں [illegible] ایک [illegible] ہے [illegible] اس کے معنی یہ ہیں کہ یہاں ہونے والے [illegible] میں [illegible] نہیں۔ یہاں رہنے میں خطرہ [illegible] ہے

چیلہ نے کہا نہیں یہاں گھی دودھ بہت سستا ہے یہاں ضرور قیام کریں گے۔ گھی دودھ خوب ملے گا گرو نے کہا اچھا مگر مجھے خطرہ ہے۔

چیلہ کھا پی کر بہت موٹا ہو گیا تھا۔ چند عرصہ بعد راجہ کے ایوان پر گرد ہوا جہاں ایک مقدمہ پیش تھا مقدمہ یہ تھا کہ دو چور چوری کرنے چلے۔ ایک مکان میں نقب لگائی۔ پھر ایک چور نقب کے اندر گھس دوسرا باہر تھا کہ نقب میں اوپر سے اینٹیں گر گئیں جس سے وہ چور مر گیا تو دوسرا چور بضد تھا کہ اس کی جان سے میرا رفیق مر گیا اس مکان والے کو سزا ہونا چاہیے

راجہ نے پوچھا ایسا مکان کیوں بنایا تھا اس نے کہا یہ معمار کا فعل ہے معمار کو بلایا گیا اس نے کہا گارا مزدور نے تیار کیا تھا۔ گارا پتلا تھا جس سے تعمیر مضبوط نہ ہوئی مزدور بلایا گیا اس نے کہا یہ بھشتی کا فعل ہے پانی زیادہ ڈالا گیا بھشتی کو بلایا گیا اس نے کہا اس وقت ایک مست ہاتھی بھاگا آتا تھا میں بدحواس ہو گیا پانی زیادہ گر گیا۔ فیل بان کو بلایا گیا اس نے کہا کہ میری بیوی ساتھ تھی یہ عورت دیکھ کر ہاتھی کی طرف گئی اس کے زیور کی جھنکار سے ہاتھی بدک گیا اس عورت کو بلایا گیا عورت نے کہا میری خطا نہیں ساتھ کی ہے۔ سنار کو بلایا گیا سنار کے پاس چند منٹوں بعد نہ تھا وہ خاموش ہو گیا۔ اس غریب کے لیے پھانسی کا حکم ہو گیا پھانسی کا پھندا اس کے گلے سے بڑا تھا۔ علاج کی گئی کہ اس کے گلے میں پھندا ایسی چیز کا ہے جو بڑھ جاتی ہے حکم ہوا کہ اچھا سنار کو چھوڑ دو کسی موٹے آدمی کو پھانسی دیدو۔ وہاں سارے مجمع میں چیلہ سب سے موٹا تھا۔ اس کو پھانسی کے واسطے لے گئے۔

چیلہ بڑا گھبرایا اور گرو سے کہا کہ مجھے بچاؤ۔ گرو نے کہا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ یہ جگہ اچھی نہیں ہے دودھ گھی کا مزہ اور دیکھا اب میری تو ہے تو تو مجھے بچاؤ پھر ایسی مخالفت نہ کروں گا۔ گرو سے پھانسی والوں نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو مجھے پھانسی دیدو۔ چیلہ نے خوش ہو کر کہا۔ میری جگہ تو خود پھانسی پر چڑھے تو تیار ہو گیا اس لیے کہ اس نے یہ گمان کیا کہ میں زندہ ہوں اور گرو کو پھانسی ہو۔ اس نے کہا ہرگز نہیں بلکہ مجھے پھانسی دو۔ اب دونوں میں جھگڑا ہوا۔ اگلا چیلہ کہتا ہے مجھے پھانسی دو اور گرو کا اصرار تھا کہ مجھے دیدو۔

[illegible] ہوئی اس نے [illegible] اور پوچھا کہ اس وقت تک [illegible] سوار اس نے کہا
[illegible] مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ گھڑی کسی وقت بھی پانی پانے گا سیدھا سیلفونہ میں جاؤں گا۔
[illegible] سیلیے میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی کل جانے [illegible] کہ کچھ یہ بات [illegible] تو اس ہمسوچھا کی دے۔

چنانچہ راستہ کو بھی دے دی گئی [illegible] [illegible] سوار تھگڑا ہی مٹ گیا [illegible] سے چلے سے گیا اس سے یہاں سے [illegible] [illegible] [illegible]

میں حق تعالیٰ کی محبت و عظمت جیسی ہونا چاہئے ویسی نہیں ہے بس حق تعالیٰ کا بے پروا ہونا یعنی غیر محتاج ہونا سمجھ لے چنانچہ خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ

اور جو کوئی محنت کرے تو اپنے ہی واسطے کرتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اہل عالم سے بے نیاز ہیں۔

اس میں طاعت خلق سے استغناء ظاہر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے عبادت و طاعات کی حاجت نہیں۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ

اس میں معاصی، کفر سے استغناء ظاہر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے کفر معاصی سے کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا بلکہ ان کی تو یہ شان ہے

من نگر د ہ خلق تا سوئے کم [illegible] جود ے کم

یہ معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے غنی ہونے کے جو قرآن میں ہے اور وہ معنی جو مشہور ہیں کہ میں کیونکہ سارا قرآن رؤف الرحیم سے بھرا ہوا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ

کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے مہربان ہیں۔ غرض آج کل اللہ کے ساتھ لوگ بہت بے ادبی کرتے ہیں کوئی یا دوست کا وظیفہ پڑھتا ہے کوئی یا اللہ کہتا ہے۔

ادب کی تعلیم

مقربین کو تو ذرا سی بات پر گوشمالی کی جاتی ہے ہمارا جہل ہمارے کام آ گیا کہ ہم سے ان باتوں پر گرفت نہیں ہوتی یا کم ہوتی ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ کسی چیز کی بہت ان کی زبان سے یہ نکل گیا تھا کہ بہت لطیف ہے اس پر ان سے مواخذہ ہوا کہ اے اور لطیف ہمارا نام سے دوسرے پر اس کو کیوں جاری کیا؟ مجھے خوب یاد ہے کہ جب سے یہ حکایت دیکھی تھی۔ برسوں کسی چیز کو میں نے لطیف نہیں کہا۔

حضور ﷺ نے ہم کو روزمرہ کے محاورہ میں بھی ادب کی تعلیم دی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ

حقیقت نفسی کہ کہو یہ مسلمان کی حیثیت میں ہوتا ہے، دل طرح عبدی تھی کہ ملکہ تالی قرآنی کہو۔ اس بات پر بہت زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

ے ادب راہ اندریں رہ بار یست [illegible] شد کہ بار یست

اور فرماتے ہیں ۔

ہر کہ گستاخی سد در طریق [illegible] باشد او [illegible] حیرت غریق

طریق باطن میں سب سے بڑا ادب یہ ہے کہ استاد سے بیوفائی نہ کرے۔ اہل باطن خاص قرب کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس طریق میں سے بہت نعمتیں ملتی ہیں۔ اور بے ادبی سے نعمتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کہ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ سے بظیر علوم کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ مولانا میں سب سے بڑا حصہ طریق باطن میں شیخ کے مقصد کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا تھا۔ اور اس سے تو اللہ تعالیٰ کا راضی کیوں نہ راضی ہوگا۔

دوسرے بزرگوں سے نام کا وظیفہ پڑھنا اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا ہی ہے خود وہ بزرگ بھی اس سے ناراض ہوتے ہیں جنہوں نے وظیفہ پڑھنے والے کے سامنے ملکر کیے تھے تو خود پیر ریڑ بھی اس سے ناراض ہوگا۔

تو مکمل ہے کہ علامہ سبکی رحمہ اللہ کے زمانے میں توسل کی جو بھی صورت ہو جیسے لوگ پیروں اور بزرگوں کے نام کا وظیفہ پڑھتے ہیں اسلئے قصد تو انھوں نے اس توسل حاصل و منع کرنا چاہا مگر انتظام عام کی وجہ سے مطلقاً توسل کو منع کر دیا۔ جیسے ہمارے لوگ آج کل ربیع کو مطلقاً منع کرتے ہیں کیونکہ حالت عام یہ ہے کہ ربیع میں شرعاً اتباع کے نہیں ہوتا اور یہ صورت حرام ہے۔

یہ تاویل سبکی کے قول کی اور تاویل کی ضرورت اس لئے ہے کہ وہ بڑے آدمی ہیں۔ بعض علماء نے اس کو مجتہد کہا ہے ورنہ حقیقت توسل کی وہ صورت جو میں نے بیان کی ہے حرام نہیں ہے۔ اگر یہ کہو کہ توسل کی جو حقیقت تم نے بیان کی ہے وہ تو کسی کو بھی معلوم نہیں پھر اس حقیقت کا قصد کر کے کون توسل کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو بات جائز ہے وہ اس وقت تک جائز رہے گی جب تک ناجائز کا قصد نہ کیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ اہل حق جو توسل کرتے ہیں وہ ناجائز معنی کا قصد نہیں کرتے گو جائز معنی کا بھی قصد نہ ہو۔

صورت اور حقیقت کا فرق

ذوق@ون اردو

طرح منعکس تھی جیسے وہ خدا سے کی۔

اس پر شاید یہ سوال ہوگا کہ اس تفریق کا حاصل تو یہ ہوا کہ حسنِ اور دوسرے کی یاد کا نام ذکر اللہ ہے۔ حالانکہ یہ تو ذکرِ حسنِ دلدار ہوا۔ اللہ کی یاد تو نہ ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تو سے کی یاد اور عذاب کی یاد اللہ ہی کی یاد ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ قرآن کو یاد کرو۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ قرآن کا یاد کرنا ہی خدا کی اور جبل کا یاد کرنا ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ کے مراتب میں بعض کو بعض ذات حاکم کی یاد کافی ہوتی ہے اس کو حرام سے بچنے کے لیے مرتبہ جبلی وجوہ کی یاد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض کو حاکم یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ تم جو چاہو حرام کرو۔ ہوگی۔ پھر بھی اس کو گناہ کرنے پر عذاب حاصل نہیں ہوتا ہے کہ بھی نہیں کر سکتا۔ پھر بعض وہ ایسے وقت میں ناراض کے مرتبہ سے نجات نہیں پاتے اور بعض وہ مرتبہ بھی نہیں ہوتا بلکہ حیاء ثمرہ ہوتی ہے اور بعض وہ بھی نہیں ہوتا جبلی یا ثمرہ بھی نجات حاصل ہوتا۔ اس تحقیق کا نام کچھ نہیں ہے۔

[illegible]

مراتب ذکر

[illegible] یہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اس قسم کا ہے۔ جیسا تعلق ہو اسی کے مناسب اس کا مشغول ہونا چاہیے۔ اور یہ اقسام مراتب ہیں تو اسے جس کی جبلت سے تعلق خاص ہے اگر اس کا تاکید فرماتے ہوئے ہیں تو اپنی ذات سے متعلق بتایا ہے۔ جیسے واذکروا اللہ اذکرکم اور کہیں اسماء حسنیٰ سے متعلق فرمایا جیسے واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا میں۔ یہاں معنین نے لفظ اسم کو مقحم بتایا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اسم یہاں بھی صفت ہیں ہے۔ بلکہ یہ تینوں مراتب ذکر کے اعتبار سے ہے اور یہ تقسیم بھی ایسی ہے جیسی کہ یہ تقسیم بھی کہ ذکر جہری ہے خلاف ذکر خفی کے خلاف۔ پھر جہر کے ساتھ کہیں بیان کرتا۔ بعض محققین نے ان مراتب کو بھی مراتب ذکر سے ہی ذکر مراتب پر تشبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مست و [illegible] ار جام ہو ☆ [illegible] رہو قالع شدہ برنام ہو

اس میں شبہ ہے کہ ذکا کا یہ دوہا دوسرے خوش گو سے مستعار لیا گیا ہو مگر دوسری جگہ بلاتے ہیں کہ ذکا کا ہی تھا یا کہیں ملا۔ مانع دہلوی سے جس کو پہلا دوہا حاصل ہوا ہو دوسرا کہ کیسے سمجھے کیونکہ ۔

ہر صفت و ہنر چہ ایہ حال [illegible]

نام یار کے پر ایک حکایت ہوں کی یا کوئی سے مشہور ہے [illegible]

کے اشعار نہیں ہیں مگر مجھے ثابت ہیں ۔

ایہ محزوں را کہ صحرا [illegible]

ریگ کاغذ بود و انگشتاں قلم [illegible]

گفت اے محزوں شیدا چیست ایں [illegible]

گفت مشق نام لیلے می [illegible]

یہاں سے کچھ میں نے کاروکر سانی کی یا کہیں کو ل ہو [illegible]

بروہاں تسبیح دہ دانہ کاؤ خر [illegible] چیں تسبیح کے دانہ

یہ غلط ہے میں نے [illegible]

ایں چنیں تسبیح ہم دارد واشر

ما جرا عجب ہے کہ کھٹانی و مطمان کے نام میں [illegible] سے مدد [illegible]

آئے اور خدا کے نام میں اثر نہ ہو۔

کھٹانی کے نام کی اس تاثیر سے [illegible] یہ [illegible]

دہلی کے شاہزادے نے رودر رکھا تھا۔ رودکھٹانی کی تا [illegible] کرنے [illegible]

لڑکا پاس سے بیتاب ہو گیا اور کہنے لگا میں تو [illegible] ہوں کہ [illegible]

رہے اور بچہ کو تکلیف بھی نہ دے۔ اطباء جمع کیا گیا۔

اور اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ بیدار تھا تو دیا رکھا تھا۔ اگر آج کل کے بی روشنی والوں کی طرح بے دین ہوتا تو کہہ دیتا کہ رودر وتو ژدو۔ روڑ میں پار کھا ہے مگر اس نے رودر کا احترام کیا

غرض اطباء کے تدبیریں سوچیں کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ یہ ہندو طبیب بھی حاضر تھا۔ اس

پیسے ملا کر خریدو۔

لیا تو میری طرف فوراً نظر فرمائی۔

[illegible]

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہیں۔ جس میں محض ذات حق پر توجہ ہے مگر اس میں بھی توجہ بواسطہ اسم کے ہے جیسے بعض مشائخ اس کے بعد کرعھوں تعلیم کرتے ہیں جس میں ذات پر توجہ ہوتی ہے اسم کا بھی واسطہ نہیں رہتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علامہ ابن تیمیہ لا الہ الا اللہ کے سوا ان سب اذکار کو بھی بدعت کہتے ہیں کیونکہ سنت سے ان کا ثبوت نہیں۔ اگر میں اس وقت ہوتا۔ تو ادب کے ساتھ ان سے استفسار کرتا کہ علماء دین اس مسئلہ پر کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص قرآن حفظ کرتے ہوئے اذا السماء انفطرت کے کلمات کو الگ الگ یوں یاد کرتا ہے کہ اول اذا السماء ان اذا السماء ان یاد کرتا ہے پھر انفطرت یاد کرتا ہے۔ اس کے بعد دونوں کو ملا کر اذا السماء انفطرت کے کلمات کہتا ہے تو اس کو اس طرح یاد کرنا جائز ہے یا نہیں۔ وجہ شبہ کی وجہ یہ ہے کہ اذا السماء ان لفظ اسی طرح انفطرت لفظ بے معنی ہیں۔ تو میں صفا کہتا ہوں کہ ابن تیمیہ اس کو ضرور جائز کہتے اور وجہ یہ بتلاتے کہ یہ تلاوت نہیں ہے نہ اس وقت اس شخص کو تلاوت مقصود ہے بلکہ مقصود ذہن میں جمانا ہے تو اس پر میں کہتا کہ پھر اللہ اللہ کرنا کیوں بدعت ہے۔ اس میں بھی تو ذکر اللہ کا ذہن میں جمانا ہے اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ہمارا ہر تجربہ ہر موقع ذکر کے لیے یہ ترتیب بے حد نافع ہے اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ جس کو شک ہو تجربہ کر کے دیکھ لے۔

اگر وہ یہ کہیں کہ جیسا وہ قرآن یاد کرنے والا اس حالت میں تالی نہیں معنی تلاوت ہے۔ اس طرح یہ شخص اس حالت میں ذاکر تو نہ ہوا معنی للہ کر ہوا تو میں کہوں گا کہ انتظار صلوٰۃ بحکم صلوٰۃ ہے اسلیئے وہ حکماً ذاکر ہے۔

افسوس یہ ہے کہ کسی نے ان کے سامنے یہ مقدمات ذکر نہیں کیے جس سے وہ اس کو بدعت کہنے میں معذور رہیں۔ بلکہ طریقہ ہوا کہ ان کے سامنے بعض صوفیہ کے غلط مقدمات پیش ہوئے۔ چنانچہ بعض نے قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ۔ سے استدلال کیا ہے۔ اس دلیل پر علامہ ابن تیمیہ نے صوفیہ کے بہت لتے لیے ہیں اور واقعی اس سے استدلال ہو بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں اللہ قل کا مفعول نہیں کیونکہ قال کا مفعول مفرد نہیں ہوتا بلکہ جملہ ہوتا ہے۔ بلکہ یہ تو اول مقدر کا قائل ہے جس کا قرینہ سیاق کلام ہے کیونکہ اوپر ارشاد ہے

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ

قرطبس تبدونها و تخفون کثیرا و علمتم ما لم تعلموا انتم ولا اٰبآؤکم قل اللہ ثم ذرھم

اور اللہ

آپ پوچھے وہ کتاب جس کے تاری موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے روشنی تھی

اور ہدایت تھی لوگوں کے واسطے

اس سورت میں لوگوں کو خطاب کیا ہے اور بہت سی باتوں کو چھپا رکھا تھا جو ظاہر ہو

جانے تھے تم اور تمہارے باپ۔ آپ ان سے پوچھئے کہ اللہ نے کتاب کس پر اتاری

تو یہ ان کے دل سے ہوگا کہ جس طرح

جس نے کتاب اتاری تھی تو اس کو بھی اللہ نے کتاب اتاری

ہم کو بھی

لگا جائے۔

کفار نے اس سے پہلے یہ کہا تھا کہ اللہ نے کسی پر کچھ نہیں اتارا

یہ کہا ہے کہ اللہ نے کتاب کو اتارا اور اس کتاب میں

اس طرح تعلیم کا بیان ہے کہ اگر کسی کو نہیں آتا ہے تو

اور ہدایت پر ہے کہ اللہ کی

ہدایت پر ہے کہ اللہ کی

حال میں کوتاہی نہ کرے۔

چنانچہ

پریشان

حقیقت ذکر

روح اعمال

اب میں چند آیات ذکر کرکے بیان ختم کرتا ہوں قرآن پاک کے ذکر سے مقصود یہ کہنا ہے کہ مقام عمل سے مقصود ہے اور وہی تمام اعمال کی روح اور اساس ہے

چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اقم الصلوٰۃ لذکری۔ اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ سے مقصود ہے۔ روزہ کے بارے میں ارشاد ہے ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم اور حج کے بارے میں ارشاد ہے فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام واذکروا اللہ فی ایام معدودات اور فرمایا واذکروا اسم اللہ علیہ صوافّ۔ اور غور کرکے دیکھا جائے تو تمام اعمال میں ذکر موجود ملے گا۔

یہ تو اعمال ظاہرہ کی چند مثالیں تھیں۔ اب اعمال باطنہ میں غور کیجئے تو وہاں بھی ذکر موجود ہے چنانچہ ارشاد ہے اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایٰتہ زادتھم ایماناً

اس سے معلوم ہوا کہ خوف و خشیت وہی معتبر ہے جس کا منشاء ذکر اللہ ہے۔ یہ مقامات کا بیان تھا۔ کیونکہ عمل ہی کو مقامات کہا جاتا ہے۔ اب احوال میں غور کیا جائے تو ان میں بھی ذکر ہی اصل ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے قلوب کو اطمینان ہوتا ہے۔ اطمینان کے دو درجے ہیں ایک تو مقام ہے جو تصدیق و ایمان کا درجہ ہے اور ایک حال ہے جس کو سکینہ سے تعبیر کیا جاتا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے مطلق اطمینان کے لئے ذکر اللہ کو سبب بتلایا ہے پس اس کے عموم میں مقام و حال دونوں داخل ہیں اور اگر عموم سے استدلال نہ کیا جائے تو مشاہدہ خود اس کی دلیل ہے۔

کیونکہ قلبی خوف اور خشیت اور جیسی ذکر اللہ ہی سے نصیب ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں

گر ترا ایں ہیبت راسخ نہ ہم ہیبت آید گفتے
ہیچ گفتے ہے ۔۔۔ ہیبت ۔۔۔ ہیبت گاہ حق آرد مہیبت

ہیبت گاہ حق سے مراد تعلق مع اللہ ہے جو ذکر اللہ ہی سے حاصل ہوتا ہے تو ذکر میں بوجہ کثرت ہے کہ وہ کسی حال میں بیکار نہیں ہوتے کیونکہ ان کو ایک وقت سے تعلق ہے جو ہر حال کو پیش آتا ہے اس کو حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر ہر وقت مطمئن رہتے ہیں

موحد ۔۔۔ ہر کس بہ قدر ۔۔۔ ہندی ہمی ہر سر شش
ہیچ ۔۔۔ ہر کس بہ شد ۔۔۔ ہمیں مست بنیاد توحید دیں

ذکر کی کوئی حد نہیں

[illegible] کی حد ہے کہ [illegible] کے بعد ایسے [illegible] کے لیے [illegible] کی حقیقت یا [illegible] کی حد نہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانہ۔ [illegible] اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ اس کا فیصلہ ہوا یہاں تک ہے کہ بیت الخلاء میں [illegible] کرنا منع ہے۔ کیونکہ وہاں پاخانہ میں سے مگر اس سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا کہ یہی ذکر حقیقی ہے ممنوع نہیں کیونکہ قلب پاخانہ میں نہیں ہے اور یہاں سے صوفیہ کے اس قول کی ایک لطیف تائید ہوتی ہے کہ تصفیہ قلب جسم سے باہر ہے وہ دوسرے عالم میں ہے۔ اسی واسطے پاخانہ میں اگر قلبی ممنوع نہیں ہوتا کیونکہ قلب یہاں نہیں ہے۔ اور اگر کوئی اس تحقیق کو نہ سمجھے یا نہ مانے تو وہ یوں سمجھ لے کہ قلب ذکر شکل تحریر ملفوظ سے ہے اور تحریر ملفوظ پاخانہ میں لے جانا جائز ہے اور گو وہاں بھی ملفوظ ہے مگر وہاں سے آواز جب ہی نکلے گی جب کہ لبوں اور زبان کی حرکت ہو اور جب لب و دہان کو حرکت ہوگی تو زبان مستعمل ہوگی۔ ملفوظ ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص [illegible] ملفوظ نہ ہو تو یہ صورت جائز ہے۔ مگر وہ [illegible] کیونکہ [illegible] اور بعض کے [illegible] ایک سماع صوت بھی [illegible] اس سے [illegible] ذکر ہوگا۔ وہ حکماً ذکر ہے نہ حقیقتاً۔

یہاں سے [illegible] ہے [illegible] صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک قدری مثل جو اس پاخانہ کے متعلق ہے کہ بعض عمدہ کے متعلق ہیں۔ ہم تو جب حاجت ہوتی ہے [illegible] سے کال دیتے ہیں۔ اس یہاں وہ حاجز ہو گیا

یہی وجہ ہے کہ شیخ خود بچہ پیدا نہیں کرتا بلکہ [illegible] کی ضرورت ہے۔ بچہ کو یہ طریقہ نہیں آتا ہیں سے بچہ پیدا ہوتا ہے [illegible] تو وہ [illegible] لوگوں سے کہا [illegible] عرض [illegible] ہوں کے [illegible] اور اس وقت

رفع اشکال

بدل دوسرے اعمال کے کارآمد نہیں۔

توضیحات

جا بجا ترتیب اسی پر دال ہے۔

۷ ... ش ... ے ... فاذ ... فتنتم ... من عرف ... ب ... ف ... ذکروا اللہ عند المشعر الحرام
واذکروہ کما ھدکم ... وہ ... فاذ ... قضیتم ... ت ... سککم ... فاذکروا اللہ ... پ ... ے
... ے ... ل ... متعدد ... جا ... ا ... خ ... ہو ... ے ... ر ... میں ... ں ... ے ... ات ... ہو۔

۸ ... ش ... ے ... شھدا ... صابیح ... فاذکروا ... اللہ ... فی ... ہ ... ام ... ت ... ھی
مد ... رزقھم ... من ... بھیمۃ ... الانعام ... ں ... ں ... ں

میں معلوم ہوتا ہے جو کہ مقامات میں سے ہے۔

۱۶ ۔۔۔ ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ثابت عند اللقاء اعلیٰ درجہ صبر ہے۔اس کی ہوت کیجئے۔کرکا امر اس پر دال ہے کہ ذکر میں بھی داخل ہے جو کہ مقامات سے ہے۔

۱۷ ۔۔۔ ہے یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس آیہ میں دلالت ہے کہ ذکر میں بھی داخل ہے جو کہ مقامات میں سے ہے۔

۱۸ ۔۔۔ ہے اَوَلَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَكُ شَیْـًٔا ۔ یہ آیہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ذکر مقامات میں داخل ہے۔

۱۹ ۔۔۔ ہے لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر مقامات میں سے ہے۔

۲۰ ۔۔۔ ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر سے حضور حاصل ہوتا ہے جو کہ مقامات میں داخل ہے۔

۲۱ ۔۔۔ ہے یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ ۔ اس میں دلالت ہے کہ ذکر مقامات میں سے ہے۔

۲۲ ۔۔۔ ہے وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ غفلت کا علاج ذکر ہے۔ذکر کرنے میں ذکر کو بھی داخل ہے۔

۲۳ ۔۔۔ ہے وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا ۔ معلوم ہوا کہ غفلت شیطان میں داخل ہے۔

۔۔۔ وعظ ہدایت ہے یہ بیان کرنا ہے ۔۔۔ مقامات کا ذکر ہے جو کہ تعلق مع اللہ تعالیٰ میں بڑی مدد دینے والی چیز ہے۔ذکر کا تعلق کبھی خوف سے ہوتا ہے کبھی شوق و عطا سے ہوتا ہے خواہ مستدل ہو یا خبری۔اب تعلق باللہ کے بعض موانع کو صیغہ ۔۔۔ وعظ کا تعلیم بتایا جاتا ہے

عمر فاروق@ون اردو

آخر الاعمال

آخری عمل

منجانب اللہ اس کے متعلق یہ خطبہ روز جمعہ ۲۰ ربیع اول ۱۳۳۶ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۱۸ء جامع مسجد ناپور میں دیا جو ۲ گھنٹے ۲۳ منٹ میں ختم ہوا۔ اس وقت قریب دو ہزار کا مجمع تھا۔ اسے محمد مصطفیٰ صاحب بجنوریؒ نے قلم بند کیا۔

دین اعمال کا نام ہے مجادلات کا نہیں ہے۔ مجادلات مقدمات میں عمل کے لیے مگر مجادلات کی انتہا نہیں ہو سکتی۔ اسلیے دین کا مقصد کسی وقت نہ چھوڑنا چاہیئے۔

خطبۂ ماثورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ.

تمہید

یہ آیت ان آیتوں میں سے ایک ہے جن کو میں نے پرسوں شب چہارشنبہ کے بیان میں پڑھا تھا اور ان سے ایک مضمون قدرے مفصل استنباط کا کیا گیا تھا کہ عمال میں جلدی ہیں دکھلانی اور ان بیان میں دل مرتبہ کی تعیین بھی کر دی گئی تھی کہ وہ تو بہ سے اور ان کو متعلقات ہو گیا تھا اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ یہ حصہ اس سے ہو جانے سے کافی نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے ساتھ اتقانی عمل سے بھی ہے اتقان حاصل ہونے کے لئے ایک خاص چیز بھی بیان کی گئی ہے پتا چلا ہے اس کی وجہ سے اور بھی عمال سے بچنا پڑتا ہے اور اس بیان میں بھی یہ کہا گیا تھا کہ اس تعیین سے مراد ایک خاص ان حضرات سے اور اس حد تک تعلق معلوم ہونا ہو گا جس سے ان کی حرو سے بچنے کے لئے کچھ کام کی ضرورت ہو اور ان کاموں کا بیان ہو چکا ہے اس کی تصدیق و تائید سے اور بھی ان کی مرتبہ

انجانی کے بیان سے ایک عرض ہے کہ اگر کسی چیز کی معلومات نہ ہو تو اس کا وجود نہیں ہوتا۔ آج اس مرتبہ انجانی کی تعیین پر بحث ہے۔

توبہ کی اہمیت

اس مرتبہ انجانی کی تعیین کے لیے جس طرح صحابہ نے وہ آیت کی تائید کے لیے یہ آیت بھی پڑھی تھی جس میں مومنین کی صفات مذکور ہیں۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ

اس میں بہت سی صفات مذکور ہیں مگر سب پر مقدم کیا ہے اتنا ہونا دوسرے توبہ کے ہیں الاول تو سب کی تائید ہوتی ہے چنانچہ اوں وعدوں پر بھی مقدم کیا گیا جو کہ صفات کی تفصیل ہی سے اس طرح ایک آیت اس کی تائید کے لیے اس وقت اور یاد آ گئی۔ اس کو بھی اس بیان میں ملحق کر دیا جاوے تو وہ یہ ہے۔

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سَآئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا

اس میں بھی تائب مقدم ہے عابدات پر۔ اس آیت سے اور اس مذکورات سے کامل ثابت ہوتا ہے کہ توبہ عبادات پر مقدم ہے تو توبہ اول اعمال ہوئی۔

توبہ کی ضرورت

اس سے یہ معنی نہیں کہ توبہ کے بغیر عبادت صحیح نہیں ہو سکتی بھی ہوئی اس غلطی میں پڑ جاوے کہ ہم سے گناہ تو پورے چھوٹتے نہیں، عبادت بڑا کاموں سے توبہ کے صحیح نہیں ہو سکتی تو ہمارا روزہ سے بھی کیا فائدہ۔ اس کو بھی چھوڑ دینا چاہیے یا نماز کو ترک کرتے ہے درست ہوئے تو سخت تکلیف شدائی علیحدہ معنی یہ ہیں کہ بی توبہ کے عبادت کامل نہیں جیسے دوا میں ہے دن تھی کہ توبہ کے ساتھ سنت ہیں اور تعمیر کی ہے۔ تعمیر چل تو سکتی ہے بلا استحکام بنیاد کے بھی مگر اس کی عادت نہ ہے کہ ایک دفعہ بھی کوئی قصہ پیش آ مثلاً بارش زیادہ ہوئی یا زلزلہ آیا تو سب ایک دم گر جاوے اور یہی وجہ تھی اس کے بیان کی تاکہ یہ عام غلطی رفع ہو جاوے کہ لوگ عبادت میں کوشش کرتے ہیں اور دیکھ کر خوش

گی ہوتے ہیں مگر میاں کا حکام نہیں رہتے۔

اسلئے بھی یہ پیلیسی آف آنچاق ہے کہ سب مدارا ہو جاتی ہے اس وقت حسرت ہوتی ہے مقام عطر و شش کی تمہید ہوتا ہے قاعدہ و شش کا انجام یہی ہوتا ہے عمومی کی بات ہے کہ مطابق میاں بیوی پوری طرح متحد نہیں ہوتے اس کی قسمیں ہیں ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے عقدہ منسلک کیا گیا

عمر فاروق@ون ار

کی طرح ایمان کا معاملہ ہے کہ کوئی عمل بدوں اس کے صحیح بھی نہیں ہوتا یہ آیت تو ایک ہی آیت میں ہے جو تائبات پر مقدم ہیں بھی مسلمات اور مومنات اور قانتات۔ مسلمات اور مومنات کی وجہ مقدم ہونا ظاہر ہے صرف قانتات پر شبہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قنوت ایک خاص وجہ سے توبہ سے مقدم ہے۔ اس واسطے کہ توبہ ندامت کو کہتے ہیں۔ اور ندامت جب ہوگی جب کہ نقص قوت ہو کیونکہ جب تک قوی اور طاقت ور غرور قلب میں رہتا ہے تو کسی فعل پر ندامت کیوں ہونے لگی اور یہی ترجمہ ہے قنوت کا تو توبہ ہمیشہ قنوت کے بعد ہوگی۔ تو عقلاً ثابت ہو گیا کہ توبہ کی شرط قنوت ہے۔ اس واسطے قانتات کو بھی اس آیت میں تائبات پر مقدم کیا۔ تو حاصل یہ ہوا تو بہ کے لئے ان اعمال ہونے کا کہ ان اعمال سے جن پر توبہ مبنی ہے۔ ان سب سے مقدم توبہ ہے۔ باقی قنوت چونکہ توبہ کے لئے شرط عقلی ہے لہٰذا تو۔ پر مقدم ہے اور ان کے سوا باقی اعمال پر توبہ مقدم ہے۔

فکر دین کا فقدان

پہلے جلسہ میں حاصل کلام یہ تھا کہ توبہ کن اعمال کے لئے شرط ہے اور اس میں یہ شکایت کی گئی تھی کہ تمام اعمال کا تو اہتمام ہوتا ہے مگر توبہ کا اہتمام نہیں ہوتا۔ نماز پڑھیں، روزہ رکھیں مگر مبتلا ہیں معاصی میں۔ جیسے حسد، غیبت، ناحق، جھوٹ، سب، بدنگاہی، بے صبری۔

غرض معاصی ظاہری و باطنی سب ہی تو موجود ہیں اطاعات کے ساتھ۔ یہ معاصی گویا مخبیات سے ساتھ مہلکات بھی ہیں اور روح جواہر کے ساتھ بڑے بڑے بچھو اور سانپ بھی ڈسنے والے ہیں اگر انھوں نے کسی دفعہ ڈس لیا تو روح جواہر سب دھرے رہ جائیں گے۔ روح جواہر سے تو توقع جب ہی ہو سکتی ہے کہ اس کو لگ لپٹ کر ہو اور نہ کچھ نہیں۔ مال و دولت سے کیا حظ پا سکتا ہے وہ شخص جس کے بدن پر سینکڑوں سانپ بچھو لپٹے ہوئے ہوں۔ اس سے وہ عیب بھی جو وہ قرب کرتا ہے مگر سانپ بچھو اس کے بدن پر لپٹے ہوئے نہیں کیونکہ اس کی جان ہر وقت خطرہ میں تو نہیں ہے۔

پرسوں کے بیان کا حاصل یہی شکایت تھی کہ اعمال کے ساتھ ان کا ابتدائی و اساسی درجہ کیوں نہیں ہے آج بتائے گئے اعمال کا بیان ہے اور اس بیان کی یہی غایت اور غرض ہے اور وہ شکایت ہے اس بات کی کہ دنیا کے کام ہم جس طرح کرتے ہیں کہ مرتبہ اتقان کے بغیر ہم بس نہیں کرتے۔ بلکہ

مراحل مابعد کی تکمیل بھی کرتے ہیں مثلاً مکان بناتے ہیں تو نیا دالان کمیل چھوڑ دیتے بلکہ دیواریں بناتے ہیں اور چھت ڈالتے ہیں۔ پھر پختگی سے بھی سنوارتے ہیں۔ اوپر باغیچہ بھی بناتے ہیں برسات کے لیے معدہ کمرے بناتے ہیں۔ سردی کے لئے تہہ خانے اور برسات کے لیے بالاخانے جاڑے کے لیے آتش دان وغیرہ وسب سامان پورا کرتے ہیں۔ دار تعمیر بھی لگاتے ہیں۔ ضرورت تک بھی تعمیر محدود نہیں رہتی۔ چھت پانی والی ہو تو اس پر گھاس چھت کے اس پاس بھی پرنالے کی پور کو اونچا کرتے ہیں تاکہ کبھی دل چاہے تو اوپر کھلی ہوا میں سو سکیں۔ اور اس میں بھی ایک قسم ضرورت اور نکالی جاتی ہے کہ یہ دیوار اس طرف دیکھنے سے مانع ہو جائے۔ غرض یہ کہ کبھی پردیسیوں سے بات کرنی پڑے یا ہوا کی زیادہ ضرورت ہو اس وسیلے اس میں کھڑکی بھی رکھتے ہیں۔

غرض مکان کی تعمیر میں بعید سے بعید ضرورتوں کا بھی خیال رکھتے ہیں اور اس سب سے پر کو مکمل کرتے ہیں۔ جہاں برقی سامان ہے وہاں روشنی بھی برقی لیے ہیں اور پنکھا بھی بجلی کا لگاتے ہیں۔ پانی کا نل بھی مکان میں لیتے ہیں۔ پھر یہ بھی نہیں کہ تعمیر کا کام ختم ہو جاوے۔ ہمیشہ اس میں کچھ نہ کچھ ترمیم اور اضافہ کرتے رہتے ہیں بلکہ تمام عمر ہی میں لگے رہتے ہیں اور کام کو ختم نہیں کرتے اور ضرورتی کوئی نہ کوئی سمجھ میں آجاتے تو اس کے دور کرنے اور مکان کو مکمل کرنے کے لیے تیار ہی ہوتے ہیں۔ مگر تعمیر رہا مکمل نہیں دیکھ سکتے برابر یہی ہوس رہتی ہے۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ جو تکمیل میں ایک ہوس یہاں کی ہے اس میں شکایت ہے اور کیا پتہ ہمہ کہتے ہیں کہ دیں ہی پر دیں۔

دیکھئے جس کی پرواہ ہے اس سے ساتھ یہ معاملہ ہے یہ تو کمال شکایت ہے

فکر دین کی صورت

تعجیل شکایت یہ ہے کہ دین کے ہر دین طرح پر ہمیں ہے تو دین کا بھی ہمیں میں سے ہے۔ اس کی صورت ہی ہمیں سے ہے۔

دوسرے یہ کہ ہمیں کا کوئی حد نہیں ہو سکتا میں ترقی کا ہمیں رہتا ہے۔ دیکھا ہوگا کہ پڑھتے ہیں اور پڑھتے ہیں تو کس طرح سے ایک درجہ دوسرے درجہ میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اگر فیل بھی ہوتی تو فرائض اور سنن پر کمر کسے رہتے تو فرض بھی پڑھتے اور نفل بھی پڑھتے اور روزہ بھی نفل رکھتے۔ قرآن بھی

٢ - يقوم المجلس بالمهام التالية :

أ - تقديم المشورة للحكومة في كل ما يتعلق بالشؤون الاقتصادية والاجتماعية والثقافية والتعليمية والصحية والبيئية وما يتصل بها من شؤون ، وتقديم التوصيات بشأن السياسة العامة والخطط التفصيلية لكل من هذه الشؤون ، وبشأن ما يتخذ من تدابير لتنفيذ هذه السياسة والخطط ، وذلك بالتعاون مع الجهات المختصة في الحكومة ؛

ب - تقديم المشورة للحكومة في كل ما يتعلق بالشؤون الاقتصادية والاجتماعية والثقافية والتعليمية والصحية والبيئية وما يتصل بها من شؤون ، وتقديم التوصيات بشأن السياسة العامة والخطط التفصيلية لكل من هذه الشؤون ، وبشأن ما يتخذ من تدابير لتنفيذ هذه السياسة والخطط ، وذلك بالتعاون مع الجهات المختصة في الحكومة ؛

ج - تقديم المشورة للحكومة في كل ما يتعلق بالشؤون الاقتصادية والاجتماعية والثقافية والتعليمية والصحية والبيئية وما يتصل بها من شؤون ، وتقديم التوصيات بشأن السياسة العامة والخطط التفصيلية لكل من هذه الشؤون ، وبشأن ما يتخذ من تدابير لتنفيذ هذه السياسة والخطط ، وذلك بالتعاون مع الجهات المختصة في الحكومة ؛

د - تقديم المشورة للحكومة في كل ما يتعلق بالشؤون الاقتصادية والاجتماعية والثقافية والتعليمية والصحية والبيئية وما يتصل بها من شؤون ، وتقديم التوصيات بشأن السياسة العامة والخطط التفصيلية لكل من هذه الشؤون ، وبشأن ما يتخذ من تدابير لتنفيذ هذه السياسة والخطط ، وذلك بالتعاون مع الجهات المختصة في الحكومة ؛

هـ - تقديم المشورة للحكومة في كل ما يتعلق بالشؤون الاقتصادية والاجتماعية والثقافية والتعليمية والصحية والبيئية وما يتصل بها من شؤون ، وتقديم التوصيات بشأن السياسة العامة والخطط التفصيلية لكل من هذه الشؤون ، وبشأن ما يتخذ من تدابير لتنفيذ هذه السياسة والخطط ، وذلك بالتعاون مع الجهات المختصة في الحكومة ؛

و - تقديم المشورة للحكومة في كل ما يتعلق بالشؤون الاقتصادية والاجتماعية والثقافية والتعليمية والصحية والبيئية وما يتصل بها من شؤون ، وتقديم التوصيات بشأن السياسة العامة والخطط التفصيلية لكل من هذه الشؤون ، وبشأن ما يتخذ من تدابير لتنفيذ هذه السياسة والخطط ، وذلك بالتعاون مع الجهات المختصة في الحكومة ؛

صاحب کا انتقال ہو گیا تھا۔

خدمت خلق کی اہمیت

شوق کا اثر

[illegible] مجھ سے کہا کہ تم دیکھنا اس [illegible] مجھ دے دیا۔ بعض لوگوں نے کہا [illegible] کیا [illegible] میں تو پھر کیا شوق ہے کتاب [illegible] لگائے گا۔ کہا کیا بتاؤں ایک لت ہے جیسے کسی کو پتنگ بازی کی لت ہوتی ہے کسی کو مرغ بازی کی لت ہوتی ہے مجھے کتابوں کی لت ہے۔ کسی نے کہا کہ اتنی کتابیں جمع کیں ان کی حفاظت مشکل ہے کیا ہوگا سوائے اس کے منتشر ہوں۔ فرمایا کہ کتاب ایسی چیز ہے جہاں جاوے گی کام ہی آوے گی۔

غرض حب جس کو کہتے ہیں۔ سو طلب کسی اللہ کے بندے کو اپنے دین کی تکمیل کی بھی دھن ہوتی ہے۔

اسی طرح مولانا نے قراءت سیکھنے کا شوق ہوا۔ پانی پت پہنچے اور مہینوں پڑے رہے حالانکہ عیشت کا بڑا سامان تھا۔ عجیب قصہ ہے مولانا لکھتے ہیں۔ بے تحصیل مگر ظاہری شان و شوکت کچھ بھی نہیں کسی نے بات بھی نہ پوچھی حتیٰ کہ تکلیف ہونے لگی۔ خدا کی قدرت ایک آدمی محلہ میں مر گیا۔ وہاں دستور تھا کہ بیس دن تک ایک غریب آدمی کو کھانا دیتے تھے وہ کھانا مولانا کھانے آنے لگا۔ ایک چلہ تک کا سامان ہو گیا۔ ابھی چلہ پورا نہ ہوا تھا کہ ایک اور مر گیا۔ چالیس دن کا رزق اور تڑپا ابھی یہ چلہ بھی ختم نہ ہوا تھا کہ اور نکل گیا۔

غرض اس طرح روٹیوں کا سامان ہوتا رہا۔ قاری صاحب نے کہیں کا کھانا مقرر کر دو ورنہ سے محلہ والے اسی طرح کھانا دیں گے لوگوں نے کھانا مقرر کر دیا۔ بس سکون ہو گیا۔ چاہیے کہ کسی محتاج کو دینے میں کمی نہ کرے اور حق تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی نہ کرے۔ وہاں جو کچھ میسر ہے اس کا تو نفل لیتے ہیں حصہ کوئی یوں نہیں دیتا ہے تو اس طرح سے دھوکے رہتے ہیں تو پھر ایسے ہی کیوں نہ دے دیں۔

سو مولانا یہ اور حصہ سے سوا اس کے کہ ایک ڈپٹی عبدالغنی خاں تھے جو یہ [illegible] انگریزی میں لکھی تھی اس کا نام صوالصافین تھا وہ ہاتھ لگ گئی اسی کو نقل کر لیا۔ وہ مولانا کے کتب خانہ میں موجود تھی۔

بہشتی زیور کے دسویں حصہ میں رنگ کے نسخے میں نے اسی سے لکھے ہیں اس کو دیکھ کر کوئی واقف کہے کہ مولانا کو بڑی حرص تھی۔ مگر یہ ان کے حال اور طرز معاشرت سے صاف ظاہر ہوتا ہے

کہ یہ کام بھی ان کے دیا کے لیے سے تھے اور نفع رسانی خلق مقصود تھی۔ کیونکہ اعمال میں یہ حالت تھی دیر سے طلبہ کی کہ سوا ناہم پسند اور کبھی نہ ہوتے تھے ان سلسلہ کئے پڑے رہتے تھے اور ذاکر و شاغل بہت تھے مگر حالت یہ تھی کہ للہ للہ کرتے اور کوئی کھا اور سو رہا چپے لیٹ گئے تاکہ طاقت ہو کہ ذکر کر رہے ہیں اور کبھی کھانا اچھا ہوتا تو طلبہ کو کھلا دیتے اور پھر کھا لیتے، ایسے شخص کی نسبت کیسے حیال ہو سکتا ہے کہ دنیا کی حرص تھی۔

یہ قصے ہیں دشمن کے۔ دین کی حرص ایسی ہوتی چاہیے جس سے آخرت کی ترقی کرنے والے کو آخرت کی حالت پر وقوف نہیں ہو سکتا جیسے تعبیر کے شوقین کی حالت آپ لکھتے ہیں کہ ہمیشہ تو ڈھونڈھا لگی رہتی ہے مگر یہ میں ایسے بہت کم ہیں جن کو حرص لگی ہوئی ہو اور شوق نہ ہو اسے ہی کا پڑھنے والوں کو پورا یہ سے واقفیت کہیں ایسے ایسے بزرگ ہر شہر میں ہے ہیں کہ ہے اور شوق میں کہ دیدار میں ہی کو ہر کا شوق ہے مگر ان کو کوئی رہنما نہیں ملتا ہے جو نہیں کرتا۔ کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ حج ہمارے اوپر فرض ہے کوئی حائل بھی ہو گیا ہے مگر حقوق کی پروا نہیں حقوق کو ہر لوگ ہی سمجھے ہوئے ہیں کہ ہیں کون سے کیا تعلق ہے تو آپس کی باتیں ہیں

دیندار کی تعریف

دین کے تجربے میں ہماری بالکل وہ حالت ہے کہ اندھوں کے شہر میں ایک ہاتھی آ گیا تھا۔ اس کے دیکھنے کے لیے بہت سے اندھے جمع ہوئے دیکھیں تو تھی ہی نہیں ہاتھ سے ٹٹول کر دیکھا کسی کا ہاتھ پیٹ پر پڑا۔ اور کسی کا دم پر۔ کسی کا کان پر۔ کسی کا پیروں پر۔ کسی کا سر پر۔ پھر سب جمع ہوئے اور آپس میں پوچھ تاچھ ہوگی کہ ہاتھی کیسا تھا جس کا ہاتھ سونڈ پر پڑا تھا اس نے کہا ہاتھی ایسا تھا جیسے سانپ اور جس کا ہاتھ دم پر پڑا تھا۔ اس نے کہا ایسا تھا جیسے سوکھل ایک لوا ایسا تھا جیسے تخت۔ ایک بولا نہیں ایسا تھا جیسے کھمبے۔ غرض سب میں لڑائی ہوئی۔

غور سے دیکھا جائے تو نزاع لفظی تھا اور سب کے سب جھوٹے تھے اور سب کے سب سچے۔ سچے تو اس طرح تھے کہ ہر ایک کو ٹٹولنے سے معلوم ہوا وہ کہا۔ اس میں جھوٹ کیا ہے اور جھوٹے اس طرح کہ ہاتھی کو اسی شکل میں محدود کیوں مان لیا جو اپنے ٹٹولنے میں آئی تھی یعنی جو دیکھا کیوں سمجھ لیا۔ ہاتھی ایک جزو

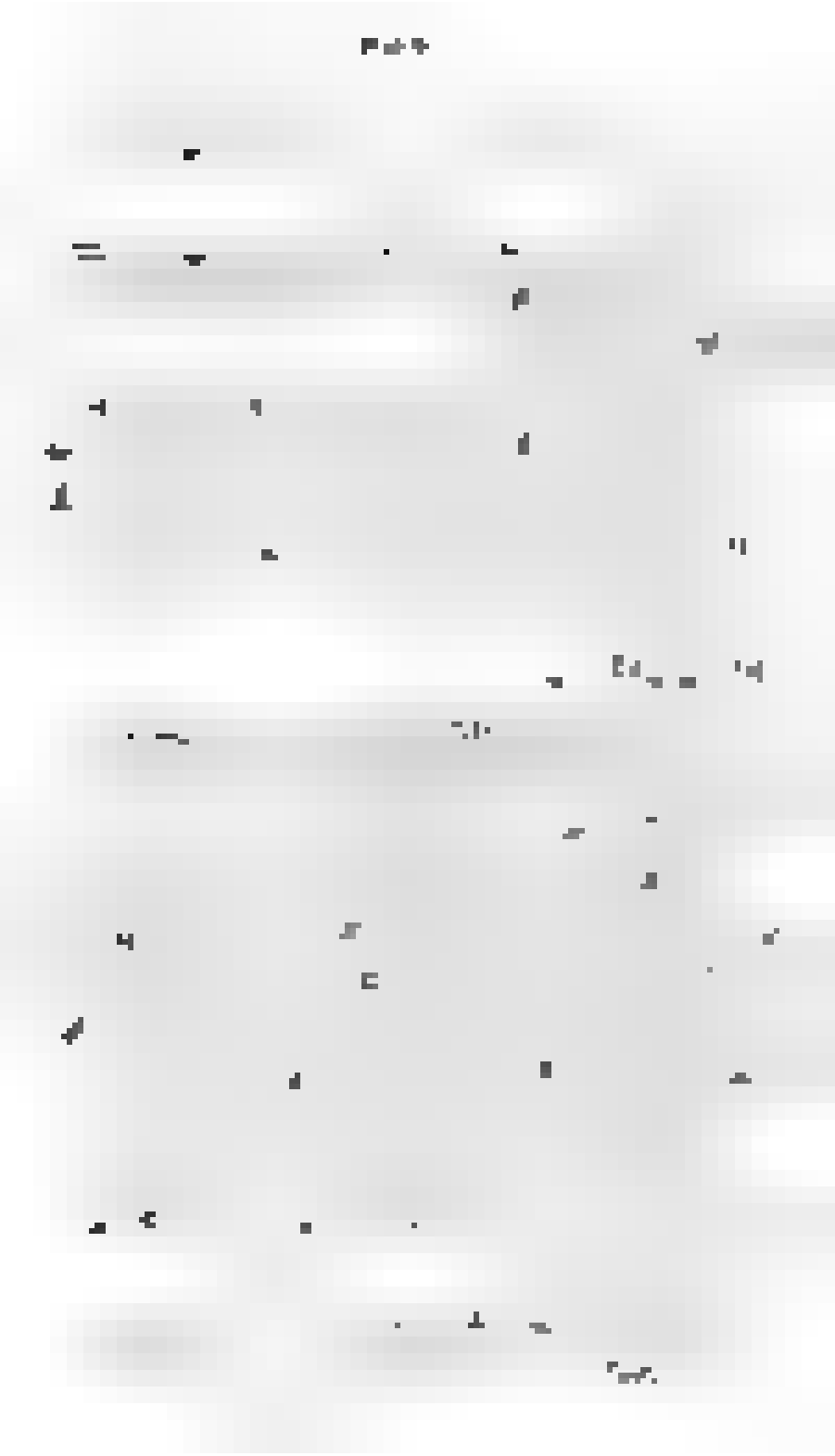

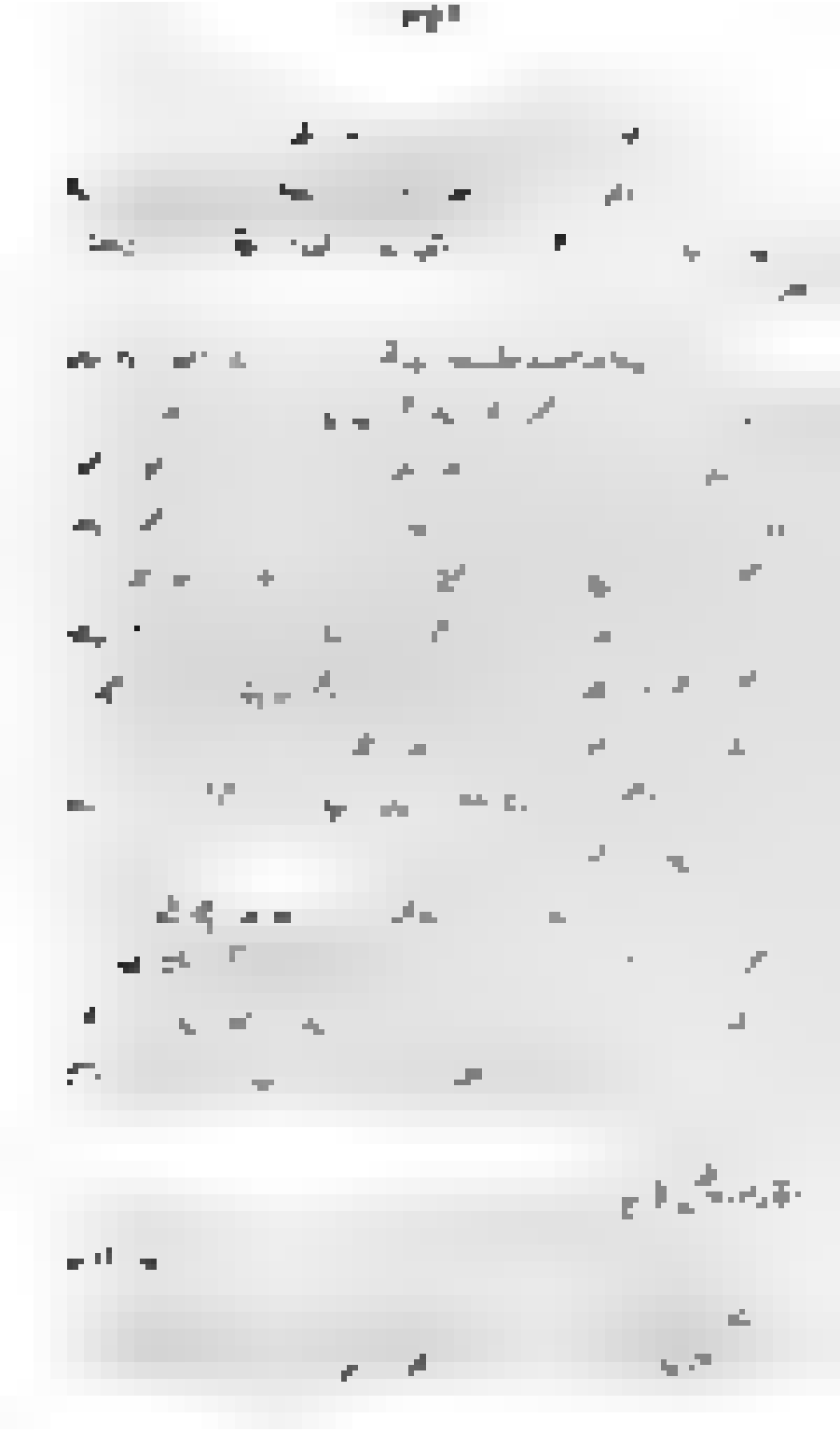

[illegible]

یعنی تعمیر ختم ہو گئی اب اور کیا کام باقی ہے۔ میں نے بیشتر اس کی طرف توجہ کبھی پر سکی ہاں فرق سکا وہ اس وقت کی توجہ میں۔ اس وقت تو یہ تھی اس کی تکمیل کی طرف اور اب توجہ ہوئی اس کی تزئین و تحسین کی طرف۔ مکان بنانے کے بعد آدمی کا جی چاہتا ہے کہ اس میں رہوں اس کی آرائش اور جو وضع بھی قطعیہ سے وہ حاصل ہوں خواہ سے دیکھے تو حقیقی توجہ تھی اور پہلی توجہ تو اس کا مقدمہ تھی۔

سے ہی دین کی طرف ایک وقت میں تو تھی عرس تکمیل سے اور عدم تکمیل تو چاہیے اس کا لطف حاصل سے ہے وہ یہ محمد تھی اور یہ توجہ مشاہدہ سے جاوہ سے تو محل تکمیل ہوئی سے ہیں ہی باقی دیکھ سے وقت تو سے یا سے تو اس سے تھی ہوں گے کہ یہاں پہنچ کو چھوڑ دیا جاوے؟

لیکھے اول سال کا سے اور کل کا اجمالی مرتبہ اس کو معلوم سے تو یہ اس سے یہ معنی ہیں کہ اس مرتبہ پہنچ اس کو چاہیے سے ہیں کھڑا ہو جاوے یہ معنی ہیں کہ اس سے متمتع ہو۔ ہم سے تو کسی کو نہیں بیٹھا سکتا ہے تو جاوے اس مرتبہ کو اس کو ترک کرے، وہ یہاں سے ہو۔ سے وقوف سے یہ وقوف کی اس بات کو جانتا ہے کہ ہاں کا حاصل تو یہ ہے مگر اصل عرس کا اب شروع سے اور اس کے لیے جانا ہیں ہیں سے تک سے پڑا ہے کا وجود ہے ہیں ہیں ہے عقل مند بہت ہیں کہ یہاں مرتبہ تک پہنچ کر بالکل بیٹھ جاویں گے کہ ہم فنا ہو گئے۔ اب ہمیں عمل کی ضرورت نہیں رہی

ایک اہم غلطی

یہ غلطی ان لوگوں کے وقوع میں آتی ہے کہ ان کو مرتبہ میں پہنچ کر آپ سے ہو جاتا ہے لکھے گئے ہیں اور شاہ صاحب سے بھی ہوتے ہیں۔ ہو جاتا ہے اور معتقد ہوتے ہیں کہ یہ تھے ہی فقیر کی طرح سے شاہ صاحب تو اور حاصل ہو چکے ہیں۔ اس لیے ان کو صحبت سے ہے تھے سے شاہ صاحب سے ہاں وہ چھوڑ دیا ہے ان کی مرتبہ پہنچ گئے۔

کا سے یہاں کا ایک قصہ سے ایک شخص سے ہوں ہو چکا تھا۔ سے ہاں ایک صاحب سے ان کو ہاں جانا چند دن کے بعد ان سے قصہ شروع ہو گیا ہے ہاں سے آ گئے دل سے نکال دیا ہے تو آپ سے یا یہ حصہ میں ہو گئے ہیں کہ عرس کا کمال

[illegible]

مجاہدہ کا لطف

[illegible]

[illegible]

ایسی ہی حالت کے متعلق کہا ہے۔

تجویز کہ ہر شب قادر مید ☆ کہ ہر ساحل بل مستقی مد

محبوب کے سامنے ہیں مگر تلاش میں ماوے ہیں

دل آرمد در بروں آرام جوئے ☆ سب رشتگی حشک ، برطرف جوئے

محبوب محل میں ہے مگر وہ کہیں ٹھہرتا اور غیب حالت سے کہ پاس ہے دور ہے حتیٰ کہ شدت شوق میں عین وصل کی حالت میں کہتا ہے ہائے فدوے ہائے کیا کروں؟ کوئی پوچھے اس کو پکارتا ہے اس سے وصل بعید ہے اور یہ ہے کہ جو مرتبہ کی وصل کا مطلوب ہے وہ اس سے بھی اعلیٰ کو چاہتا ہے اور اس کے سامنے اس کو قرب نہیں سمجھتا بلکہ بعید سمجھتا ہے اس واسطے فریاد کرتا ہے۔ یہ ہے شان عشق کی کہ وصل سے متمتع ہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ ہائے ہائے کرتا ہے نام پینے سے ہاں لذت پاتی ہے اور اس کے پینے سے کان لذت پاتے ہیں غرض ہر حس اس کے ساتھ مصروف ہے۔ کسی حصہ بدن کو بھی غیر متمتع رکھنا نہیں گوارا کرتا۔ کہیں پہنچے تو وہیں سے بھاگے۔ غرض عاشق کو قناعت نہیں ہوتی۔

جب دنیا سے محبوبوں نے ساتھ عشق کی یہ شان ہے تو یہ خیال ہے آپ کا محبوب تعلق کے ساتھ۔ اس لئے طالب کی یہی حالت ہونا چاہیئے کہ جوں جوں بڑھتا جاوے طلب اور شوق بڑھتا جاوے اور ذکر اللہ میں ترقی بھی ہوتی جاوے اور بالکل فنا ہو جاوے۔ میں یہ کہ مقامات ہی کو طے کرنے قناعت ہو جاوے اور سمجھ لیں کہ واصل ہو گئے۔ یہ عشق نہیں ہے یہ تو ان لوگوں کی حالت ہے جن کی تڑپ ہی شان ہے کہ محبت کرنے محبوب تک اور وہ تک پہنچے اور حسب ہی حالت ان کا موقع ملتا تو ہوں پڑھ کر بھاگ گئے۔

صاحبو! کیا یہ عشق ہے اور کیا اس کو وصول کہتے ہیں ان پر تو محبوب کا وہ غصب ہوگا کہ ساری عمر بھی پاس نہ پھٹکنے دیا جاوے گا بلکہ اس گستاخی کی سزا میں جہنم میں ڈالا کر دیا جاوے گا۔

واصل الی اللہ!

حیرت کی بات ہے کہ ایسے لوگوں کو واصل سمجھا جاتا ہے ہاں ایک طرح واصل کہیں تو صحیح بھی ہے یعنی واصل جہنم ہے واصل الی اللہ۔

حضرت جنیدؒ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ واصل ہونے کے مدعی ہیں اور ہمارا روزہ کچھ نہیں کرتے تو

[illegible] یہ صدق [illegible] ہو صوفی [illegible] کہتے ہیں کہ ہم واصل ہو گئے مگر جسم واصل ہو گئے۔ واصل ان کو کہتے ہیں واصل ہو گئے کہ ہم تو [illegible] ہو گئے اب تو ہم میں [illegible] یہودیوں کے معتقد ہیں اور ان کو خدا رسیدہ سمجھتے ہیں۔ یہ خدا رسیدہ یا ہوتے جسم رسیدہ ہوتے ہیں گئے)

او حضرت جنید نے یہ بھی فرمایا [illegible] کی محبت حاصل ہو جاوے تو [illegible] ایک وقت ناطیفہ کی قصہ ہوں [illegible] ہوں سے [illegible] ہو جاتے ہیں [illegible] ایک طبقے کو بھی چھوڑ نا کہ [illegible] ہو جاتے ہیں [illegible]

حضرت جنید سے [illegible] کہ [illegible] ہو جاتے ہیں [illegible] ہو جاتے ہیں [illegible] ہو جاتے ہیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[

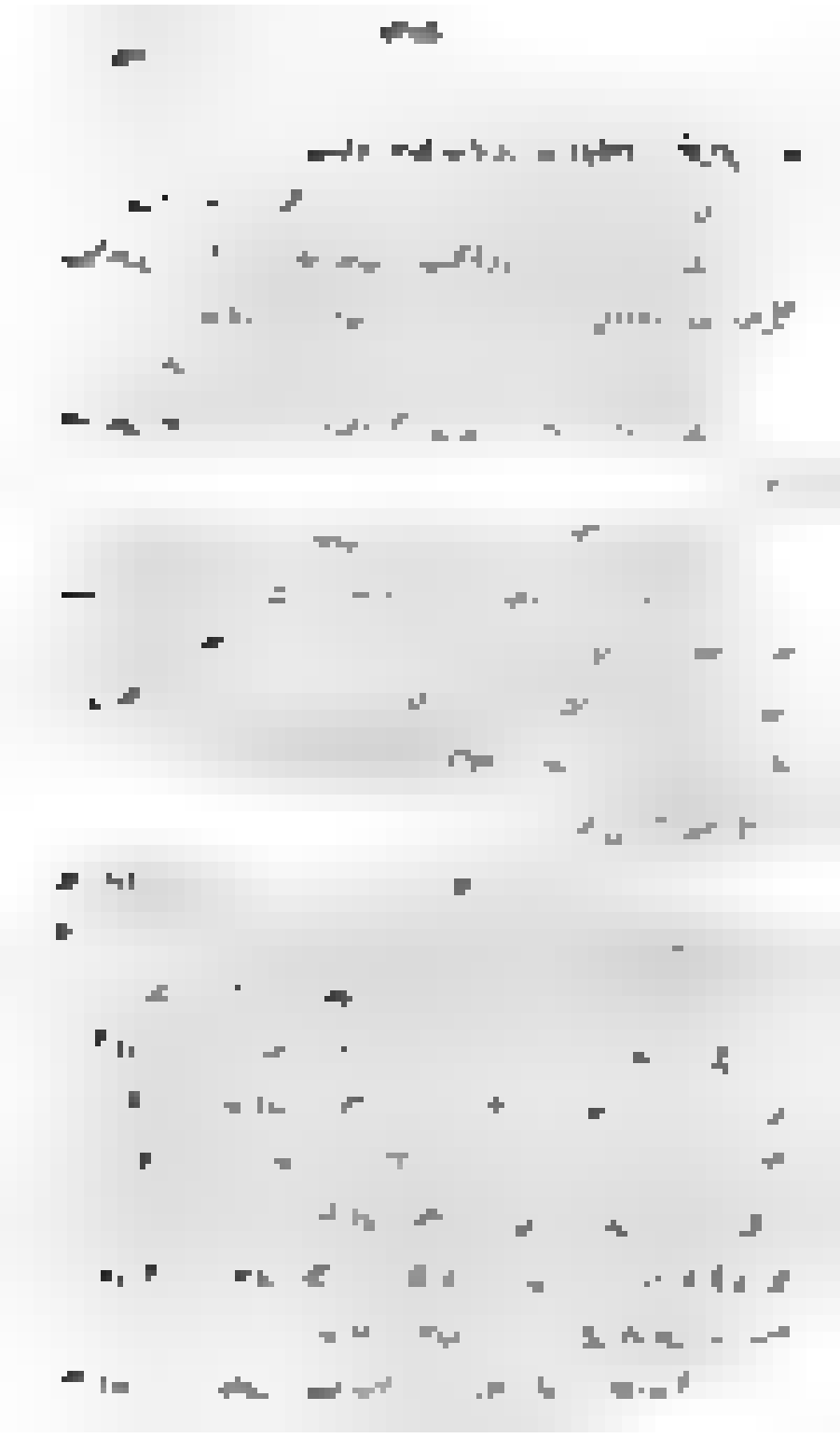

اور کہا ہے

دوستی کی شرط

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ

یعنی لوگ مختلف ہیں جس میں سے اوپر کی قسم کا یوں ہوچکا۔ بھی میں سے یہ قسم ہے کہ بھیجے ہوئے پیر اپنے آپ کو حق تعالیٰ کی مرضی کی تلاش میں۔

یہ ایک امر ہے جس کا تعلق بندے سے ہوتا ہے۔ جب یہ طرف سے پہنچ وہ [illegible] تو دوسری طرف سے بھی عوض ہوگا جس کا بیان اس آیت میں موجود ہے۔ [illegible] یعنی حق تعالیٰ ہر بندے پر مہربان ہیں۔ [illegible] جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عوض ہوگا حق تعالیٰ کی اس صفت سے [illegible] رحمت ہے شدت رحمت حق تعالیٰ کی رحمت کے لطف کی بھی ہوتی ہے [illegible]

[illegible] شدت رحمت کا تقاضا ہے [illegible] بھی اب بھی ہوگا [illegible] ہوگا کہ [illegible] ساتھ [illegible] کا بیان [illegible] کہ [illegible] ہوگا [illegible] کہ [illegible] ہوگا [illegible] کہ [illegible] ہوگا

آں گہ جاں نکتہ اگر بکند رواست

ہو کر سے بہتر چھوڑ دو تو بندہ کرتے ہیں میں سارے کاموں کا تو کر تھوڑا ہی ہوں۔ دو کام میں سے کیے ایک کام آپ کر لیجئے۔

ہے

جیسے ہی شخص دوست بھی ہوتے ہیں کر تو یہیں بناتے ہیں، کام پھر بھی نہیں کرتے۔ یا اللہ کیوں سے ساتھ بھی رہتا ہے کہ وہ پھر تم حرج کرتے کا علم دیں تو اس کیل کی طرح کہہ دیا جاوے کہ کیسے اس طرح یہ بنانا فلاں شخص سے نکل گیا، حرج سے یہ حقوق مایہ سے اور کرنے کی حقیقت ہی تو ہے اس کیل کے قصہ سے ان تو ہم کو ملے ہیں، وہ وہ یہ ای کرتے ہیں بلکہ اتنا فرق بھی ہے کہ اس نے تو یہ سب اپنے شخص کو یہ حس سے اس کو مدت حاصل تھی اور اس کا مال مانگتا تھا، یہاں حقوق دینے کے دعوے کرنے میں یہ تو سب اپنے شخص کو یہ جاتا ہے تو ہمارا مسلمان نہیں ہے۔ تم نہ دے میں اور وہ حد ہے اس مدت کو نہ نظر کیجئے۔ قطع نظر کل سے ستان کی ہے۔ کہ ایک مدت بادشاہ ان تھی سے کوئی چیز مانگے اور وہ اس کو کہہ دے تو بادشاہ کی اس قدر توہین ہے اور اس قدر جس سے پھر حق تعالیٰ مانگتے ہیں وہ ہی سے بلا کہیں سے اس کا ہیں ہے اس کو دے یا نہ حق ہے۔

یہ وہ کیل ہے جس کیل سے قصہ سے اندر میں اور اس محبت کا علاج ہے یہ ہی کیل ہے حد اس مدت میں ان کا یہ ہی ہے اور دوسرے حقوق میں بعد کی محبت کا دعویٰ ہے اور کہ یہ جان کا یہ ہے یہ ہے حق سے عبارت رکھا ہے۔ مقصود سے یہاں رہ کر ہے کرتے ہیں اور ہے ہیں سے ان بات تم چشموں میں ہی ہوگی۔ جیسے ہیں تم چشم رہتی ہیں

ہے و عشق کچھ علامت خوش رسوائی ہے علامت

عاشق کا مذہب

کہیں عاشق کو علامت کا ہو ملنے سے بعد کہ اس کو تو علامت میں مزا آتا ہے علامت سے خوش ہوتا ہے کیل کی بات ہی ہے کہ عشق کی ہو بھی نہیں گئی کہ اس سے بعد

اور مرض ہے ہے علامت کہ ہیں ہے ہیں اس قدر مست کہ مجنوں باشی

جب مجنوں کا عشق ہو گئے تو کوئی بھی خط باقی نہیں تھا۔ خود عاشق پر تو یہ اثر ہوتا کہ وہ اس جیسے ہو جاوے وہ تو دوسروں کو بھی اپنا ہی سا بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ دوسروں کو مشورہ دینے کے

ہے کہتے ہیں ۔

مصلحت دیدمن تست کہ یاراں ہمہ کار ☆ بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند

سب مصلحت و انجام بینی رکھی جاتی ہے جس وقت عشق کی ڈوری گلے میں لگ جاتی ہے اور آنی آبرو و جان اور مال سب محبوب کے سامنے رکھ دیتا ہے اور اس کو سب کو قبول کرنے تو یہ احسان سمجھتا ہے۔ عشق کی ہوا ہی نہیں لگی ہے جو مصلحت اور پالیسی لیتے پھرتے ہیں۔ مصلحت اور پالیسی کی ضرورت وہیں ہوتی ہے جہاں دو مختلف طرف کے تعلق کو نباہنا پڑتا ہے کہ اس کو بھی راضی رکھتا ہے اس کو بھی۔ ذرا کچھ ادھر کی بات ہو ذرا کچھ ادھر کی۔ اس ایک کو خوش اور سب کو ترک کر دو۔ اس کے سامنے کی پردہ نہ کرو۔ عاشق کو بے پروا ہونی چاہیے۔ عاشق کا مذہب تو یہ ہوتا ہے

ترجمہ مذہب عاشقاں ہمہ باکی حرام ننگ و نام

معمولی عشقوں میں یہی ہوتا ہے اور خدا کا نام لینے والے کے لیے تو یہ اور بھی کچھ نہیں۔ کیسا ننگ اور کیسا نام وہ تو سب کو ہو جاتے ہیں مولانا فرماتے ہیں

اے دو صد گونہ ننگ و ناموس ☆ پیش تو افگندہ و خالیوں

ننگ و ناموس کو تو یہ محبت پھونک دیتی ہے۔ ان کا تو نام ہی نہیں رہتا۔ قیامت تک یہ مصلحت اندیش عشق میں نہیں ہو سکتی کر لیجئے گی۔

عاشق کی طرح تو ایک ہی پر پڑتی ہے اور سر کوئی طرح میں ہوتا ہی نہیں جس کے سامنے جھکی ہوئی۔

جنت کا سودا

غرض جب خدا کا نام لینے والوں کے اور سودا اس سے کوئی چیز خیر و فکر و جان و مال و آبرو سب اس پر فدا کر دو۔ کیا غضب ہے کہ حق تعالیٰ سے معاملہ تو کیا ہے اس طرح ۔

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ

حق تعالیٰ سے ہم نے جنت کا سودا کیا ہے اور ہم نے دام میں دیا ہے اپنی جان کو اور مالوں کو اور جنت سے خرید رہے ہیں۔ مگر یہ اچھی خریداری ہے کہ چیز سے ہاتھ دھو بیٹھے اور دام بھی وصول کرنے کے لیے ہر وقت لیے تیار بیٹھے ہیں کہ گرتا ہو دی جاوے کہ چلو جنت اس کی ہے خریدی ہے تو سب سے پہلے ہم ہی ہوں گے کہ ہم ہیں ہم۔ اور جو کوئی پوچھے کہ دام بھی دیئے ہیں تو جواب

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اور

سے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق ☆ عمر بگذشت و نہ شد آگاہ عشق

کس سے سا کھ ہو جا ورا ہے اس سے پر کرو

پیر خود را عالم مطلق شناس ☆ تا رہِ فقر گردی حق شناس

چوں گزیدی پیر پس تسلیم شو ☆ ہمچو موسیٰ زیر علم خضر رو

صبر کن در راہ خضر اے بے خلاق ☆ تا نگوید خضر ہذا فراق

تصوف کی کنجی

مگر پیر کو پہلے اچھا طرح پرکھ لے کیونکہ ہو جانا اس زمانے میں بہت ہیں پیر کامل و قلیل سب سے تمیز مشکل ہے۔ کامل مکمل وہ ہے جو جامع ہو علم ظاہر و باطن کا۔ علم ظاہر کا تصوف شروع ہوتا ہے کامل و اکمل جب پڑھ لیتا ہے تو اس میں تعلق نہ رہا۔ اس میں عشق نہ لگے گی تا دل روشن زیادہ ہوگا جب یہ پیر مل جاتا ہے تو آپ ہی اس سے پڑھ لیتا ہے اور وہ پڑھ لینا اس کو نتیجہ کہتے ہیں۔ ان میں شک و شبہ نہ رہا۔ اس سے علم کا علم کھلا اور یہ پیر پوری نہیں وہ علم کہیں ہے بلکہ یہ اس کا علم ہو جاتا ہے اور وہ جو پڑھاتا ہے وہ علم اور حال اس کا علم ہوتا ہے اور سب قرآن و حدیث سے موافق ہوتا ہے

قرآن و حدیث میں تصوف بھرا پڑا ہے اور ایک ایک مسئلہ تصوف کا قرآن و حدیث سے ثابت ہے یہ اس کی سمجھ کا قصور ہے کہ ہم نے نہیں سمجھا مثلاً دیکھئے کہ یہی مسئلہ انتہائی مرتبہ کا لیا ہے اس آیت میں موجود ہے جس کا اس وقت بیان شروع کیا گیا ہے مگر ہمیشہ پڑھا اس آیت کو اور کبھی سمجھ میں نہ آیا حتیٰ تک کہ اس لوگوں نے بتلایا۔ یہ سب علوم قرآن و حدیث میں موجود ہیں مگر مقفل ہیں اور کنجی ان کی حضرات اہل اللہ کے پاس ہے۔ ان کی معمولی بات تک بھی رسائی علم کی عنایت سے نہیں ہو سکتی وہ ان کی عنایت سے بڑی بڑی باتیں بھی معمولی نظر آتی ہیں۔ اس لئے میں تصوف نظر آتا ہے اسے تو یہ حالت ہے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ☆ من اندر قدت رامی شناسم

بلکہ اس سے اور ترقی کی جاتی ہے اور یوں کہا جاتا ہے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ☆ من اندر قدت رامی شناسم

سے تو یہ آیت و حدیث میں نظر آتا ہے کہ یہاں فنا بات تصوف ہی ہے اور یہاں فنا فی ہے اور یہ سب احسان انھیں حضرات کا ہے۔ میرا اس میں کچھ کمال نہیں ہے۔ میں اس موقع پر بھی انھیں کے اقوال نقل کرتا ہوں۔

آج کل کا تصوف

یہ اس میں اختلاف ہے کہ ابتدائی مرتبہ مقامات سلوک کا کیا ہے جب سلوک میں مقامات ہیں تو مجھے یہاں کرنا کسی نے ابتدائی مقام کہا ہے تو اول ضرورت ہے کہ لفظ مقام ہی کے معنی یہاں سمجھ لیے جاویں تاکہ غلطیاں نہ واقع ہوتی ہیں۔ آج کل تصوف میں اس سے کہ تک ایسا خبط ہو گیا ہے کہ مجھ جیسا کلیم الاخلاق کا نام تصوف ہو گیا ہے اس واسطے اس کے نام سے لوگ ڈرتے ہیں اور کی وجہ سے بڑی جہالت سے کیا جاتا ہے [illegible] بات کا تو مدار پہلا اصول پر ہے۔

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا

اس سے تو فتح تصوف کا پہلا قدم مالا یطاق ہے پھر [illegible] موافق کیسے ہوں چنانچہ بہتوں کا گمان حقیقت تصوف کی نسبت یہ ہے کہ عورت کو ترک کر دو مکان اور جائیداد بھی علیحدہ کر دو تب سلوک میں قدم رکھو۔ (لوگوں نے تصوف کو ایسا سمجھا ہے جس سے دور سے ہی معلوم ہو) اس واسطے جس کو دیکھیں یہ عورت بھی رکھتے ہیں۔ رہنے کا مکان بھی ان کے پاس ہے۔ اس وصولی نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ یہ تو بات ہے جس کو جانا تو اور رہا دنیا دار ہی ورنہ میں بھی شمار نہیں کرتے۔

حالانکہ کوئی اصول مطیع سنت بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ شریعت اس کے خلاف کے ساتھ [illegible] ہے۔ چنانچہ تجمل کو شریعت نے منع کیا ہے اور مکان کی عمارت بھی دی ہے۔ چنانچہ سلف نے مکان رکھے ہیں۔ مکان تو مکان گاؤں خریدنے کو بھی اور ایک گاؤں نہیں دو دو گاؤں خریدنے اور عورت ایک نہیں چار تک رکھنے کو بھی محقق منع نہ کرے گا۔ کسی صوفی نے آج تک منع کیا اور کسی حال کے حلہ میں جو چھوڑ دینا اور بات ہے۔ جیسے بہت سے طالبان حق نے کیا ہے اور بڑے بڑے مجاہدے ان سے منقول ہیں سلطنتیں چھوڑ دی ہیں۔

عشق کی خاصیت

بھوکے شکم حرص کو غلبہ کے بیان میں بھی کلام ہے مگر غلبہ کی چند ہے کہ جب تک کسی کو پیش نہیں آتا ہے تب تک جو چاہے باتیں بنا لے اور حجت و دلیل کا مقابلہ کرے اور جب پیش آجاوے تو کوئی چیز بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تم کو غلبہ ہوگا تو تم بھی چھوڑ دو گے۔ اور قیل و قال سب بھول جاؤ گے۔

غلبہ اور عدم غلبہ کی مثال ایسی ہے جیسے پلاؤ اور خشکہ۔ ایک شخص خشکہ کھا رہا ہے اور شوق سے کھا رہا ہے۔ اور بعضے اور لوگوں کو دیکھتا ہے کہ پلاؤ کھاتے میں خشکہ کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے تو تعجب کرتا ہے اور اعتراض کرتا ہے کہ یہ ایسی لذیذ چیز کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ ان کے سامنے بھی پلاؤ کی ایک رکابی رکھ دی جاوے اور ایک لقمہ پلاؤ کا کھلا دیا جاوے۔ وہ چکھتے ہی بے تامل خشکہ کا ہاتھ لے گا۔ حالانکہ کسی نے اس سے یہ نہیں کہا کہ اس وقت اس سے پوچھا چاہیے کہ خشکے جیسی لذیذ چیز کو کیوں چھوڑ دیا۔ جب یہی لقمہ میں بھوکوں کے سامنے خشکہ کی چیز ہے ایک لقمہ بھی کھا کر دیکھو تم بھی یہی کہنے لگو گے۔

یہی حال خدا کے راستے کا ہے کہ کسی دوسرے سے چاہے کہہ لے، طالبوں خدا پر اعتراض کر لے مگر ادھر کو رخ کر کے پھر دیکھیں تو اعتراض ادھر جاتے میں اور دنیا اس کو کیسے یاد رہتی ہے ؎

تا بدانی ہر کہ زیرواں کوشد ☆ ارزہ کار جہاں بے کار ماند

اس وقت یہ حالت ہوگی کہ بیت سمجھ کر نہ کرنا تو درکنار اگر بھی کیا جاوے گا۔ دنیا کی طلب کا تو اس سے نہ ہو سکے گا۔ بہت موٹی سی مثال اس کی یہ ہے کہ ایک طوائف سے کسی کا دل لگ گیا ہو تو وہ سی کا ہو رہتا ہے اور بی بی کو کھول جاتا ہے حتیٰ کہ اگر وہ طوائف اب اس کو عادت بھی دے کہ بی بی کے پاس جاؤ۔ بلکہ اس کا عمل بھی کرے تب بھی وہ نہ کر سکے۔ محبت میں تو خاصیت ہی یہ ہے کہ اور کچھ رہتا ہی نہیں۔ جب ایک بازاری عورت کے عشق میں یہ خاصیت ہے تو ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود ☆ گوئے عشقش بہر دے اولیٰ بود

اور شیخ فرماتے ہیں ؎

ترا عشق بچو خود نہ زآب و گل ☆ نہ باید ہمہ صبر و آرام و دل

اور مال و دولت کا یہ حال ہوتا ہے

تصوف اور شریعت

لوکوئی چھوڑ سکتا ہے۔

مقام کی حقیقت

مگر افسوس ہے سلوک کا نام لے کر لوگ کس مشکل میں ڈالتے ہیں وہ جب تک بالکل ترک نہ کرے اس کو سالک ہی نہیں سمجھتے۔ گو من کل الوجہ ترک کی حقیقت ضاعت حقوق ہے جو کسی طرح بھی جائز نہیں اور کبھی ہو بھی نہیں سکتی۔ جو حقیقت میں سے سلوک کی غرض کی کیسی صاف ہے۔ میں اس واسطے کہتا ہوں یہ تصوف کوئی مشکل چیز نہیں مگر کرنا شرط ہے۔ نری باتوں سے تو کوئی کام بھی نہیں ہو سکتا غرض سلوک کا ہوں جزو کوئی ہو کچھ چیز نہیں ہے ہوگی جہل سے کچھ رکھا ہے

مشائخ مقام سے [illegible] شیخ ہیں [illegible] کوں دراڑھا مکمل [illegible] ہوئے [illegible] بھی [illegible] بھی کہیں کہ [illegible] یہ مراتب سلوک میں ہیں یہ مراتب وجود ہیں۔

صطلاح صوفیہ [illegible] ہیں [illegible] ہے [illegible] ہالی [illegible] ہالی [illegible] ہوئی [illegible] ہوئی [illegible] ہوئ

قرآن و حدیث میں توکل کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ مقامات یعنی وہ اوصاف جن کو قلب کے تصفیہ کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ بھی تصفیہ قلب عبادت ہے۔ اللہ کی یاد ہی چیز ہے، اپنا پورا بھروسہ اور اعتماد اس پر کرنا اس سے مقصود ہوتے ہے تو یہ کہتی ہیں کہ بہت سے جو بیت کی طرف سمٹ ہو جاؤ اور آدمی سے مچھلی یا پرندہ بن جاؤ۔

حاصل یہ کہ جیسے کچھ وہ ہیں جن کو حاصل کیا جاتا ہے، بعض اوصاف وہ ہیں جن کو ترک کیا جاتا ہے۔ مثلاً ریا، تکبر وغیرہ یہ سب مقامات ہیں اور ان کی تحصیل یا تکمیل کا نام سلوک ہے۔ اس تحصیل میں بعض مقدم اور موخر ہوتے ہیں جیسے میں نے مثال دی تھی کہ علم سے اور سپردگی کا پڑھنا کہ ان میں ترتیب ضروری ہے۔ ان کے تحصیل بس ہو سکتی ہے۔ ایک بات حاصل کر لینے کے بعد اس کا دعا کرنا کہ میں ترتیب ہے۔ اس کو بھی [illegible]

[illegible] بعض حالات [illegible] صحیح کو اور مسہل کہ [illegible] اللہ [illegible] ترتیب بدل دی جاوے [illegible] پہلے [illegible]

بعض اوقات [illegible] کو [illegible] کہتے ہیں [illegible] گھاس سے کیونکہ [illegible] طبیب معالج کی طرف رجوع سے [illegible]

[illegible] طبیب کی طرف رجوع [illegible] اور [illegible] اور سہل طریق بھی ہے۔

رضا کے معنی

[illegible] قاعدہ کا بیان تو اصول ہے جو ترتیب اور جمع کے ہیں۔ اب جداگانہ بیان کا مقصود ہے کہ بعض میں ترتیب ہوتی ہے۔ اس ترتیب میں آخری درجہ کیا ہے یعنی سب مقامات طے ہو

ناگوری ہو تو اس سے تعجب نہ کیجئے کہ ناگوری عقلی ۔ عقلی جمع کیسے ہو سکتے ہیں ظاہر تو دونوں ضدین معلوم ہوتے ہیں۔

اس کی ایک مثال ہے جس سے ہر کار [illegible] ہے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مقام کوئی زیادہ مشکل نہیں [illegible] ایسی باتیں مختلفین سے [illegible] ہوتی ہیں جسے بیٹھے بٹھائے سمجھ میں آتا ہے اس پر بے قابو کر لیتے ہیں پانچ مست سے [illegible] ہیں کہ خوشی کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔ ورنہ توفیق ہیں ہوتی کہ [illegible] ہیں۔

خوب سمجھ لیجئے کہ [illegible] ہوتا [illegible] ن میں [illegible] ہے اس [illegible] تناقض میں [illegible] ہے [illegible] میں [illegible] دوسرے میں [illegible] ہیں [illegible] عقلی تو نہیں [illegible] ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ اس میں کیوں [illegible] مستعد کیا جاوے تو کسی قدر [illegible] میں آجاتی ہے اور [illegible]

وہ مثال یہ ہے کہ [illegible] ے کہا ہوئے شگاف [illegible] غرض یہ بات طے ہوگئی [illegible] اور اس کو امر کریں گے کہ شگاف [illegible] پھور تھا ری [illegible] اور [illegible] خیر شگاف [illegible] صاحب [illegible] ہیں [illegible]

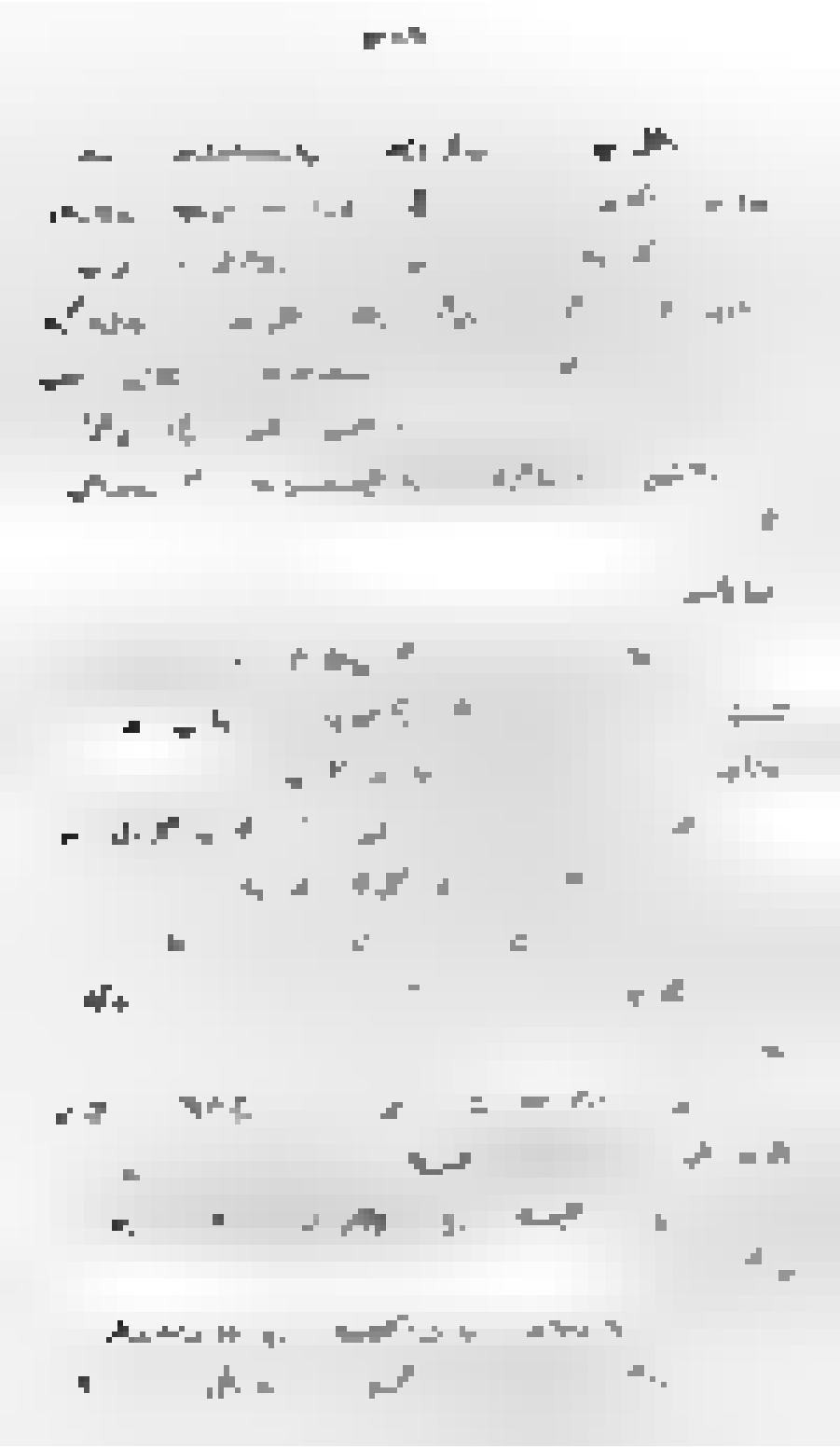

جنت سے بڑی نعمت

اس تقریر سے کوئی یہ سمجھ لے کہ [illegible] سے ساتھ [illegible] ہے جس شخص نے اس کو [illegible] اس کے [illegible] سے [illegible] ہے [illegible] سے [illegible] فرماتے ہیں۔ [illegible] اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑی نعمت [illegible] عطا فرمائیں گے جس کے بعد [illegible] اور علماء جنت سے [illegible] کہ ایک [illegible] کی جائے گی [illegible] ہم تم سے [illegible] ہوگی کہ تمہاری [illegible] کی تکمیل اس میں ہوگی۔ [illegible] سب نعمتیں فانی ہیں۔ [illegible] ہر [illegible] ہو [illegible]

[illegible] سے [illegible] کہہ دیں کہ [illegible] کو [illegible] سے [illegible] ہے [illegible] ہو [illegible] کو [illegible] گا بھی نہیں۔

[illegible] بھوکا [illegible] سے [illegible] ہیں تو اس سے پوچھتے ہیں کچھ کھانا چاہتے ہو [illegible] کہتا ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible]

ہوں گے۔ تو یہ خوشخبری مکمل ہوئی ہر لعنت کی اور جملہ نعمتیں بلا کسی کے ناقص تھیں۔ اس واسطے اس کو کہہ فرمایا گیا۔

تو مقام رضا کو اعلیٰ مقام کہنا ٹھیک ہوا اور گو یہ مقام کا حصول دنیا میں بھی میسر ہو جاوے چنانچہ صحابہ کو تابعین کو رحمۃ اللہ علیہ کی بھی اس بشارت رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ سے دنیا میں ہی دلیل ہے لیکن دنیا میں اس کا حصول مظنون اور درجہ ظنی میں ہے اور آخرت میں اس کا حصول متیقن ہوگا۔ چنانچہ دنیا میں کوئی مقرب بھی ہو جاوے تب بھی احتمال ہے کہ دل ہی خطا ہو جاوے۔ جس سے رضا جاتی رہے۔

ادب مجالست کا جزم

حضرات سرقہ چوری اور قاتل کسی سے حاصل ہونے کے لیے صرف مثل گناہ کے حرام ہیں، بلکہ ان کا کل بھی حرام ہو جاتا ہے اور اس کا مطلب نہیں کہ ان کی دعوت کی جائے جس میں حرام بھی اور ہیں اور طاعات بھی، ہیں تو طاعات بھی پڑھتے اور مقتدیں بنتے ہیں کہ کھا ہو گئے ہیں یا نظر دنیا میں ٹل گئے ہیں خاص طاعات بھی نہیں رہی۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ پڑھا رہے ہوں گے اور کچھ گا بھی رہے ہوں گے حتیٰ کہ عورتوں کا پردہ تک نہ کیا ہوگا۔ ہم سب سے پہلے ہی کہہ دیتے ہیں کہ ان میں بے تکلف رہتے ہیں (نتیجہ یہ ہے کہ حسن ہوتے ہیں) یہ سب حرکات ہیں شرعت سب کے لئے ایک ہے جب تک حیات ہے اور ہوش و حواس ہیں کوئی طاعت ہمیں دیتی نہ کوئی گناہ ہو سکتا ہے۔

بس ایک شریعت عدم نہیں ہے پھر دراصل کسی کے حرام ہونے کے کیا معنی ہیں یہ معنی ہیں کہ وہ حرام قابل نہیں ہے۔ تو ادب مجالست کا جزم ہوتا ہے کسی کے حرام کے سامنے آپ جاویں تو یہاں صرف قابل حرام کاموں کو رکھتے ہیں اور چوری ڈاکے کے آپ مجرموں کو سامنے لاتے ہوئے اتراتے ہوئے اور بے تکلف چلے جاتے ہیں۔

اور اگر آپ ایسا کریں تو کیا عرض نہ ہوگا اور اگر عرض ہوتا تو یہ آپ ہمیں سکھلا دیں کہ ہم میں سے کوئی قابل جرم نہیں کیا حضرت حاکم کے سامنے تو محسب حالت ہوتی ہے جس کو سب جانتے ہیں کہ نگاہ دیر کو نہیں اٹھتی وہاں بات کرنے میں پاکی نہیں آتی۔ بچے چلتے ہوئے کانپتے ہیں۔ حاضر یا کا حاکم چیز ہی ایسا ہے خدا تعالیٰ کی عظمت اگر منکشف ہو جاوے تو حد ہی جاوے کیا حالت ہو شاید ہوش میں

ہی ذرہ معلوم ہونے لگے جس پر کائنات عظمت کا انکشاف ہو جاتا ہے اس کو وجد محسوس بھی کرنا پڑتا ہے اور اس پر [illegible] سے اندازہ ہوتا ہے [illegible]

یہ [illegible] کا قصہ ہے جو [illegible] یا [illegible] ہوئی ہے۔ [illegible] ہوا ہے اب [illegible] تھی۔ [illegible] اور [illegible] اور جوت طلب ہے۔

[illegible] ہوا ہے [illegible] پر یہ عتاب ہو گیا۔

[illegible] کے وقت [illegible] ہوتی تو [illegible] کہ یہ [illegible] ہوئی [illegible] [illegible] [illegible]

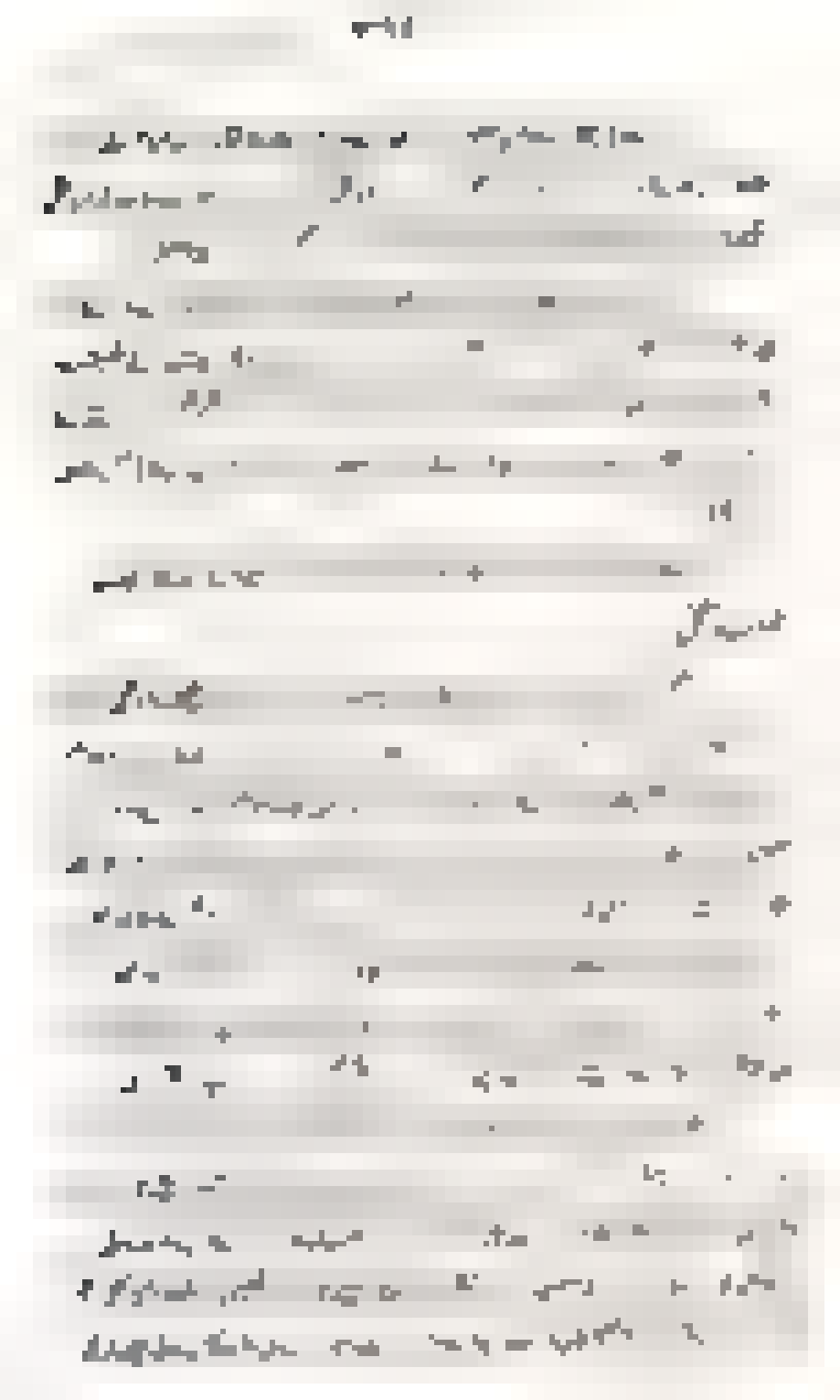

کی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس کو خوش ہونا چاہیے۔ اس میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ اچھی چیز اچھی نہیں ہوتی۔ وہ اس پھل کی طرح ہے جو بات اچھی ہے۔ معصیت کی طرف میلان اصلاً نہیں ہوتا۔ یہ حالت گویا سب حواس کی بے چینی کا خوش ہونا ہے۔ اور حواس درست ہوتے ہیں۔ سب انسانیت میں آتے کہ یہ دل ہوتا ہے وہ چیز بھی ہے اچھی معلوم ہوتی ہے مگر حالت یہ ہے کہ گو نفس تو نے مگر قصد معصیت کا نہیں ہوتا۔ اور اگر سامنے آجاتا ہے تو یہ ہوجاتا ہے اس وقت اس کو اور حالت یہ ہوتی چاہیے یہ وقت میں کہا وہ اس لیے مشکل کہا جاتا ہے۔ مگر اب مشکل نہیں۔ یہ حالت ہے حصول دولت کی۔ یہ حالت ہے جو ہے اس میں یہ دولت کا ہے اور یہ حالت مقام ہے۔

ایک فقیر دولت حال میں کبھی ہوتا ہے۔ جس وقت میں جان سے محو ہوتا ہے دولت حال کے دولت حال کہتے ہیں اس دولت کو جو ہوتا ہے۔ جو کبھی اس وقت اس طرح ہوجاتا ہے اس وقت اس کو اور دولت ہوتی ہے۔ اس وقت اس کو اور دولت ہوتی ہے۔ جیسے فقیروں سے کبھی کبھی ہے ہیں اس طرح کی۔ دولت حال سے دولت کی بھی پھر یہ کبھی ہے ملتا ہے کہ جو حالت ہے دولت کی وہ کبھی ہے یہ حالت ہوتی ہے اس میں یہ ہوتا ہے کہ اس کو اور دولت ہوتی ہے۔ اس کو اور حالت میں ہے جاتا ہوتا ہے۔

اس کی مثال ہے جیسے ایک شخص کو کسی نے کہا کہ تم پولیس میں چلے جاؤ۔ اور کسی کو بیل دو۔ اور قید کرا دو۔ تو وہ جاتا ہے۔ اب اس کو آپ کی بیل میں اور آپ کی بیل میں اور آپ کی بیل میں اور

کوئی حالت اچھی پائی اور سمجھ لیا کہ ہم کو فلاں مقام حاصل ہو گیا۔ بس خود ہی رجسٹری کر لی۔ اس کے رجسٹرار اللہ تعالیٰ ہیں۔ جب عند اللہ حالت درست ہو جاوے تب اطمینان ہو سکتا ہے۔ مگر اللہ میاں کسی کی تصدیق کرنے نہیں آتے اس واسطے سب رجسٹرار بھیج دیئے ہیں۔ ان ہی کی تصدیق پر مدار ہے۔ وہ سب رجسٹرار اہل اللہ ہیں۔ سب رجسٹرار کی تصدیق رجسٹرار ہی کی تصدیق مانی جاتی ہے۔ اگر اہل اللہ کی رجسٹری ہو گئی تو کہا جاتا ہے طوبیٰ لکم مبارک ہو حق تعالیٰ کی نعمت۔ اس کا شکر کرو۔ مگر ٹھہرو اب بھی مت۔

سیر الی اللہ سے فارغ ہوئے۔ دلی کے دروازہ پر پہنچے ہو یہیں پڑاؤ مت ڈال دو بلکہ دلی کی سیر کو آئے ہو تو اندر جاؤ وہاں وہ چیز پاؤ گے کہ پھر دلی سے کبھی نہ آؤ گے محنت اور مجاہدہ اور سفر کی صعوبات تو دروازہ پر ختم ہو گئیں اب حظ ہے اور لطف ہے مگر ختم پر اور بھی مجاہدہ ہے۔ دلی کے اندر بھی تو آخر پیروں ہی سے چلنا ہوگا۔ اور جو چیزیں تفریح اور حظ کی ہیں ان کے پاس تک پہنچنے میں بھی تو نقل و حرکت کرنا ہوگی۔ یہ بھی مجاہدہ ہے۔ غرض مجاہدہ کو ختم یہاں بھی نہ کرو اور اس مجاہدہ کی کہیں انتہا نہیں۔ ساری عمر اک قصہ ہے۔ غرض ابتدا کو بھی صحیح کرو یعنی توبہ کرو۔ اس کو میں گذشتہ بیان میں ثابت کر چکا ہوں کہ وہ اول اعمال ہے اور اخیر کو مطمح نظر رکھو اور بالچپے دم نہ لو۔ کسی جگہ قناعت نہ کرو۔ جب تک اس فن کا ماہر نہ کہہ دے کہ پہنچ گئے۔ یہ آج ثابت کیا گیا ہے۔

اب دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ فہم صحیح اور ہمت اور توفیق عطا فرما دے۔ آمین یارب العٰلمین۔

صاحبو! الہ آباد میں دو بیان ہوئے تھے ایک کا نام اظہار تھا اور ایک کا نام الباطن، ان میں ظاہر و باطن کی اصلاح کی ضرورت کا بیان تھا اور یہاں کانپور میں گذشتہ بیان میں اول اعمال کا ذکر ہوا اور آج آخر اعمال کا۔ اور یہ سب مجموعہ اس آیت کے مضمون کا مظہر ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ

(پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور جلسہ ختم ہوا)

واقعہ: اس وعظ سے لوگ عام طور سے بہت متاثر ہوئے ایک مولوی صاحب جو مدرسہ جامع العلوم میں مدرس تھے۔ ان کو یہ حالت ہوئی کہ عشاء کے وقت حضرت والا کی قیام گاہ پر ایک رقعہ لے کر آئے جس میں تحریر تھا کہ میں نوکری چھوڑ کر تھانہ بھون چلا ہوں اگر حضرت اجازت دیں۔ فرمایا اس کا جواب میں تھانہ بھون میں پہنچ کر دونگا۔